اذن کا ترجمہ حکم بہتر ہے

کچھ کتاب اور صاحب کتاب کے بارے میں

کتاب کا نام "ادارة التوحش: اخطر مرحلة ستمر بها الامة" ہے۔

امریکی انٹیلی جنس نے کتاب کے کچھ فصلوں پر مشتمل شیخ اسامہ بن لادن کے پیغامات پکڑے جس کے بعد ملٹری کالج ویسٹ پوئنٹ کے انسداد دہشت گردی کے ڈپارٹمنٹ کے امریکی ماہرین نے کتاب کا عربی سے انگریزی میں ترجمہ کیا اور پھر امریکی حکومت کے سیاسی نکموں کے ذمہ داران اور وزارت دفاع (پینٹاگون) کے افسران میں امریکی حکومت کی جانب سے کتاب کا انگریزی ترجمہ تقسیم کیا گیا

مؤلف کی شخصیت

مؤلف کی شخصیت کافی حد تک پراسرار ہے یقینی طور پر ابوبکر ناجی مؤلف کا حقیقی نام نہیں ہے بعض حضرات نے سیف العدل کو کتاب کا مؤلف قرار دیا ہے جبکہ ایک سعودی انٹیلی جنس ماہر نے "الشرق الاوسط" سے بات چیت کرتے ہوئے بتایا کہ یہ ضروری نہیں ہے کہ کسی ایک شخص نے یہ کتاب لکھی ہو۔ ہوسکتا ہے کئی اشخاص نے مل کر اسے لکھا ہو لیکن مؤلف کی دیگر کتابوں (الحرب السجلية او السلم السخرية، الخونة: اخس صفقة فى تاريخ الحركة الاسلامية المعاصرة) میں انداز بیان کی یکسانیت وغیرہ امور سے اس رائے کا کمزور ہونا معلوم ہوتا ہے۔

کتاب کا نظریہ

مؤلف کا خیال ہے کہ چھوٹے چھوٹے منتشر مجموعات کے ذریعے بڑے رقبے پر تسلسل کے ساتھ درمیانے اور چھوٹے درجے کے حملوں کے ذریعے اہداف کو نشانہ بنایا جائے تا کہ امریکا اور اس کے اتحادیوں کیلئے میدان جنگ کو وسیع سے وسیع تر کیا جائے اور ان کے افواج کو بڑے پیمانے پر پھیلایا جائے اس حکمت عملی کے نتیجے میں امریکا اور اس کے اتحادیوں کو شدید معاشی اور جانی نقصان کا سامنا کرنا پڑیگا اور اس طرح ان قوتوں کا حوصلہ ٹوٹ جائے گا اور یہ طاقتیں بکھرنے لگیں گی جس کے نتیجے میں پر آشوب حالات پیدا ہو جائیں گے ان حالات کو کنٹرول کرنے اور زوال پذیر حکومتوں کے خلاء کو پر کرنے کیلئے مجاہدین کے منتشر مجموعات اپنے اپنے علاقوں میں امن وامان اور صحت وغیرہ کے مسائل پر قابو پانے کیلئے متوازی حکومتیں قائم کریں گی اور پھر اس مرحلے کی کامیابی کے بعد تمام منتشر مجموعات یکجا ہو کر ایک اسلامی ریاست قائم کریں گے۔ واضح رہے کہ مؤلف کا مذکورہ بالا نظریہ "دعوة المقاومة الاسلامية" میں شیخ ابو مصعب السوری کے نظریے سے کچھ مختلف ہے لیکن کچھ موثر بنیادی عوامل کی بناء پر القاعدہ شیخ ابوبکر ناجی کے نظریے پر عمل پیرا ہے جیسا کے عراق، صومالیہ اور پاکستان وغیرہ کی صورتحال سے واضح ہے۔

اصدار مركز الدراسات والبحوث الاسلاميه الهامة المسمى بادارة التوحش

للشيخ ابى بكر الناجى (حفظه الله) یعنی "پر آشوب حالات کی انتظامیہ"

وہ اہم ترین مرحلہ جس سے عنقریب امت گزرے گی

پیش لفظ

الحمد لوليه والصلاة على نبيه وعلىٰ اله واصحابه المتادبين باداته امام بعد

گیارہ ستمبر کی کاروائی کے تین سال بعد مجاہدین کی صفوں میں موجود ایک عبقری منصوبہ ساز ذہن شیخ ابوبکر ناجی کی معرکۃ الآراء کتاب 'ادارۃ التوحش' منظر عام پر آئی۔ اس کتاب میں مصنف نے القاعدہ کی مرکزی قیادت کو یہ تجویز پیش کی کہ امریکہ اور یہود کی سربراہی میں قائم جدید عالمی نظام کی اسلامی دنیا پر سے گرفت ختم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ مجاہدین اپنی جنگ کو محض عراق اور افغانستان تک محدود نہ رکھیں بلکہ اس کا دائرہ مزید پھیلائیں، امریکہ اور اس کے اتحادیوں کو زیادہ سے زیادہ محاذوں پر الجھائیں۔ مصنف نے عالم اسلام کے چھ ایسے خطوں کی نشاندہی بھی کی کہ جہاں جہادی محاذ کو مزید وسعت دی جاسکتی ہے۔ شیخ ابوبکر ناجی کے تجویز کردہ چھ علاقے درج ذیل ہیں:

(۱) پاکستان (۲) اردن (۳) مغرب اسلامی (الجزائر)

(۴) یمن (۵) نائجیریا (۶) سرزمین حرمین (سعودی عرب)

یاد رہے کہ جس وقت یہ تجویز پیش کی گئی اس وقت تک ان میں سے کسی خطے میں بھی تنظیم "القاعدہ" باقاعدہ منظم اور فعال نہیں تھی مصنف کا خیال یہ تھا کہ اگر مجاہدین بیک وقت مسلم دنیا میں امریکہ اور اس کے مقامی اتحادیوں (مرتد مسلم حکمران) کے خلاف متعدد محاذ کھولنے میں کامیاب ہو جائیں تو چونکہ امریکہ کے لیے ان محاذوں کو نظرانداز کرنا ممکن نہیں ہوگا۔ چنانچہ وہ ہر ایسی جگہ میں برسرپیکار اور مصروف جنگ ہو جائے گا تو تمام محاذوں پر جنگی مصارف برداشت نہ کرسکنے کی وجہ سے نتیجتاً اس کی جدوجہد ناکام اور شیرازہ بکھر جائے گا۔

آپ نے اس بات پر بھی زور دیا کہ امریکہ کو ان محاذوں پر الجھانے کے لیے ضروری ہوگا کہ ہر محاذ پر موجود مجاہدین مرتد افواج (نام نہاد اسلامی ریاستوں کی وہ افواج جن کی

صلاحیتیں کفریہ طاقتوں کے مفاد کیلئے استعمال ہو رہی ہیں) کے خلاف قتال کے ساتھ امریکی مفادات پر تابڑ توڑ ضربیں لگانے کا سلسلہ بھی جاری رکھیں تو یوں ان کے مقاصد حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ صلیبی، صیہونی اتحاد کے خلاف عالمی جنگ کا حصہ بھی بن جائیں گے۔

اگر ایک بار کسی محاذ نے خود کو عالمی جہاد کا حصہ اور امریکہ کے لیے خطرناک ہونا ثابت کر دیا تو امریکی اس کی طرف توجہ دینے پر مجبور ہو جائے گا، نتیجتاً امریکہ کی عسکری قوت منتشر اور معاشی بوجھ بڑھ جائے گا اور امریکہ جیسے ہاتھی کے لیے عراق اور افغانستان کی جنگوں کے بھاری بھرکم اخراجات کے ساتھ ان محاذوں کے اخراجات برداشت کرنا ناممکن ہو جائے گا، اگر یہ صورت حال کچھ عرصہ برقرار رہی اور اسلامی دنیا کے مختلف حصوں میں نفاذ شریعت اور بربادیٔ امریکہ کی یہ تحریکات کھڑی رہیں تو امریکہ کی معیشت بیٹھ جائے گی، عالم اسلام پر اس کی گرفت ڈھیلی پڑ جائے گی اور مجاہدین کو اپنے اپنے علاقوں میں نفاذ شریعت کے لیے وسیع تر مواقع میسر آجائیں گے۔

صرف یہی نہیں بلکہ مصنف نے ایک اور پیش گوئی بھی کی جسے بندۂ مؤمن کی فراست اور اللہ تعالیٰ کی توفیقِ خصوصی ہی کا ثمرہ کہا جا سکتا ہے۔ آپ نے کہا: ''اس کے لیے بھی تیار رہنا چاہیے کہ امریکی گرفت کمزور پڑنے کے نتیجے میں اس سے قبل کہ ان کے علاقوں کی حکومتیں جہاں مجاہدین عملاً برسرِ پیکار ہیں بیٹھنا شروع ہوں، کچھ ایسے علاقوں کی مقامی حکومتیں لڑکھڑانا شروع ہو جائیں گی جہاں باقاعدہ جہادی محاذ نہ کھلے ہوں۔''

نیو ورلڈ آرڈر کی شکست و ریخت کا آغاز

یہ محض اللہ تعالیٰ کی توفیق اور عنایت ہے کہ گذشتہ چند سالوں میں مجاہدین کی قیادت نے بعینہٖ وہی اقدامات کئے ہیں جن کی طرف اس معرکۃ الآرا تصنیف میں توجہ دلائی گئی تھی اور الحمدللہ ان اقدامات کے نتائج بھی اسی طرح سامنے آئے جن کی پیشن گوئی کی گئی تھی، گذشتہ چھ سالوں کے دوران مجاہدین نے مذکورہ بالا مجوزہ خطوں میں سے اکثر میں جہاد کا اعلان کر دیا۔ پاکستان، یمن، نائجیریا، مغربِ اسلامی (الجزائر) اور صومالیہ۔ سب ہی میں جہادی تحریکات اٹھ کھڑی ہوئیں ہیں، بیک وقت کئی جہادی محاذ کھلنے کا نتیجہ بھی اللہ کی توفیق سے وہی نکلا جس کی توقع تھی۔

امریکہ اور اس کے صیہونی اور صلیبی اتحادیوں کی معیشت تاریخی بحران کا شکار ہو گئی، ڈالر کا جنازہ نکل گیا، یورو بھی لڑکھڑانے لگا اور سرمایہ دارانہ نظام اور اس کا فلسفہ دونوں شکست کے دہانے پر آکھڑے ہوئے اور اسی کے سبب امریکہ اور یورپ اپنے ہزاروں فوجی مروانے اور اپنی معیشت برباد کروانے کے بعد عراق سے شکست خوردہ اور نامراد واپس لوٹ گئے، الحمدللہ ''دولت العراق الاسلامیہ'' آج بھی قائم و دائم اور روافض کے خلاف مصروفِ قتال ہے۔

دوسری طرف افغانستان میں بھی طالبان عالی شان کی قوت میں مزید اضافہ ہو رہا ہے اور دشمن آئے روز مذاکرات کی درخواستیں کر رہا ہے اور ۲۰۱۴ء تک اپنی فوج واپس نکالنے کا واضح اعلان بھی کر چکا ہے۔

اسی طرح صومالیہ میں بھی اللہ رب العزت نے مجاہدین کو وسیع و عریض اراضی پر تسلط اور قوتِ حاکمہ سے نوازا ہے اور انہوں نے کامیابی سے لاکھوں کروڑوں کی آبادی اور ہزاروں کلومیٹر وسیع مملکت میں شریعت کا عملی نفاذ کر کے دنیا بھر کی دینی تحریکات کے سامنے لائقِ تقلید نمونہ پیش کیا ہے۔

پاکستان میں بھی قبائلی پٹی عالمی جہاد کے لیے ایک مرکز کا کردار ادا کر رہا ہے اور پاکستان میں ایک ایسی جہادی تحریک کھڑی ہوئی ہے جو یہود و نصاریٰ اور ان کے حواریوں کے لئے حلق کا کانٹا ہے اور سندھ و ہند اور پورے عالم میں خلافت کا احیا جس کا ہدف ہے۔

الجزائر کے مجاہدین بھی فرانس اور اس کے مقامی آلہ کاروں کی گردن پر مسلط ہیں اپنے اہداف کی سمت بتدریج پیش رفت کر رہے ہیں، نائجیریا کے مظلوم مسلمان بھی عیسائیت کے تسلط سے آزادی اور شریعت کے نفاذ کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے ہیں اور افریقہ کی فضائیں بھی مجاہدین کی تکبیروں سے گونجنے لگی ہیں۔

عرب انقلابات میں جہاد فی سبیل اللہ کا کردار

شیخ ابو بکر ناجی کے تجزیے کے مطابق، امتِ مسلمہ میں متعدد جہادی محاذ کھل جانے کے سبب صورتحال امریکہ اور اسرائیل کے قابو سے باہر ہونے لگی ہے اور (جہاد کے بابرکت ثمرات یوں سامنے آرہے ہیں کہ) جہادی محاذوں والے ممالک سے پہلے دیگر مسلم ممالک میں ریاستی نظام گرنا شروع ہو گئے۔ سب سے پہلے تیونس پر تین دہائیوں سے قابض زین العابدین بن علی ملک چھوڑ کر فرار ہو گیا، پھر مصر کا فرعون 'حسنی مبارک' اپنے بیٹوں سمیت قید میں ڈالا گیا پھر لیبیا کی گلیوں میں ملعون 'قذافی' اور اس کے بیٹے قتل کیے گئے پھر یمن کا صدر 'علی عبداللہ صالح' ملک چھوڑنے پر مجبور ہوا اور اس کے بعد شام میں کافر نصیری فرقے سے تعلق رکھنے والا 'بشار الاسد' کے خلاف اہل سنت عوام اٹھ کھڑے ہوئے۔

نیز بات صرف مظاہروں تک محدود نہ رہی بلکہ کئی علاقوں میں باقاعدہ تحریکات بھی برپا ہو گئیں ہیں۔ لیبیا کے دارالحکومت 'طرابلس' کی فتح مجاہدین کے ہاتھوں ہی ہوئی ہے اور لیبیائی فوج کا چھوڑا ہوا بیشتر اسلحہ بھی 'الجماعۃ القاتلہ' سے وابستہ مجاہدین کے ہاتھ لگا ہے، چنانچہ امریکہ میں ریلیز ہونے والی گستاخانہ فلم کے ردِعمل میں لیبیا میں امریکی سفارت خانے پر راکٹ حملوں میں سفیر نما ''ریمنڈ ڈیوس'' طرز کے امریکی جاسوس کی ہلاکت مجاہدین کی قوت کا واضح ثبوت ہے۔

شام میں بھی 'جبهة النصرة'' کے نام سے ایک جہادی تنظیم منظر عام پر آگئی جسے مغربی میڈیا دولتِ عراق اور اسلامی عراق ہی کی ایک شاخ قرار دے رہا ہے، یہ تنظیم اب تک شامی فوج کے خلاف کئی مؤثر فدائی حملے کر چکی ہے اور ان کے کئی اعلیٰ افسران کو قتل کرنے میں کامیاب رہی ہے۔

سرزمینِ ایمان وحکمت ''یمن'' میں القاعدہ سے وابستہ مجاہدین نے مقامی قبائل کی معاونت سے دو جنوبی صوبوں پر قبضہ کرلیا ہے اور ''انصار الشریعۃ'' کے جھنڈے تلے یمن کے دیندار لوگوں کو متحد کرنے اور یمن میں شریعت نافذ کرنے میں مصروف ہے، چنانچہ یمنی مجاہدین کی قوت سے خوف زدہ پڑوس میں واقع خائن وغدار اور حرمین کے قریب امریکیوں کو اڈے دے کر جناب رسول ہاشمی ﷺ کی آخری وصیت ''یہود ونصاریٰ کو جزیرۃ العرب سے نکال دو!'' کی دھجیاں اڑانے والے آل سعود نے آنے والے حالات کا ادراک کرتے ہوئے یمنی سرحد کے قریب اپنے حدود میں ڈرون حملے کے لیے امریکیوں کو اڈہ فراہم کردیا ہے، خود امریکی ذرائع ابلاغ کے مطابق امریکہ نے اسی اڈے سے یمن میں ڈرون حملہ کرکے معروف مجاہد عالم ''شیخ انور العلوقی'' کو شہید کیا۔

شیخ ابوبکر ناجی کی مذکورہ کتاب ''ادارۃ التوحش'' چونکہ عربی میں تھی جس سے عام مجاہدین کیلئے استفادہ کرنا مشکل تھا اور گوناگوں خصوصیات اور موجودہ جہادی تحریکوں کے لیے انتہائی مفید ہونے کی بنا پر کتاب کے اردو ترجمے کی ضرورت محسوس کی جارہی تھی چنانچہ زیرِ نظر کتاب کی صورت میں شیخ ناجی کی مذکورہ کتاب ''ادارۃ التوحش'' کا اردو ترجمہ کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ اسے عالمی سطح پر اور بالخصوص خطۂ خراسان اور برصغیر میں اسلامی خلافت کے احیاء کا ذریعہ بنا کر ہمارے لیے نجات کا ذریعہ بنائے۔

(ایک ضروری وضاحت)

عرب دنیا کی وہ جہادی تحریکیں جو القاعدہ کے ساتھ مربوط ہیں، عرب میڈیا میں ''السلفیۃ الجھادیۃ'' کہلاتی ہیں، وہ سلفی علماء جو نظاموں کا حصہ ہیں ''السلفیۃ الحکومیۃ'' کہلاتے ہیں اور وہ سلفی علماء وشخصیات جو باقاعدہ حکومتوں کا حصہ نہیں لیکن طاغوتی حکومتوں کی اجازت سے مختلف تعلیمی، رفاہی، ابلاغی ادارے چلاتے ہیں انہیں ''السلفیۃ الاصلاحیۃ'' کہا جاتا ہے۔

فاضل مصنف نے بھی عرب میڈیا اور عوام میں معروف اسی اصطلاح کو استعمال کرتے ہوئے طاغوتی نظاموں کے خلاف لڑنے والے مجاہدین کو ''السلفیۃ الجھادیۃ'' سے تعبیر کیا ہے اگرچہ القاعدہ کے عالمی جہادی تحریک کی بنیاد ''الولاء والبراء'' (اللہ اور اس کے رسول سے وفاداری اور دشمنانِ اسلام سے بیزاری) کے اسلامی عقیدے پر ہے نہ کہ فروعی اجتہادات پر چنانچہ القاعدہ کی صفوں میں اہل سنت والجماعت کے تمام مکاتبِ فکر کے لوگ شامل ہیں۔ القاعدہ کی مرکزی قیادت بلاواسطہ اور باقی شاخیں (جزیرہ عرب، عراق، شام، یمن، افریقہ، پاکستان وغیرہ) بلواسطہ خراسانی مجاہدین کے امیر امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد (نصرہ اللہ) سے بیعت ہے۔

الحمد لله والصلاة والسلام على رسول الله وعلىٰ اٰله وصحابته ومن والاه اما بعد!

گزشتہ مضمون میں، میں نے اس مادی تیاری کا ذکر کیا تھا جو اسلامی تحریکوں میں سے اُس تحریک نے کی ہے جس کو ہم اس زمانے میں ''اللہ تعالیٰ کے امر کو قائم کرنے والی تحریک'' سمجھتے ہیں اور جس کے بارے میں ہمارا خیال ہے کہ عنقریب اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت اس کے ہم رکاب ہوگی، ہمارا موضوع اس منصوبے کی طرف چلا گیا تھا جسے اس تحریک نے امت کو موجودہ ذلت اور پستی سے نکالنے اور اُسے نجات اور بشریت کی قیادت کی طرف ایک بار پھر واپس لوٹانے کے لیے پیش کیا ہے۔

ہم اس تحریک کے پیش کردہ منصوبے اور دیگر اسلامی تحریکوں کی جانب سے پیش کردہ منصوبوں کو جنہوں نے نوجوانوں کو حیرت سے دوچار کیا ہے، کا باہمی موازنہ کریں گے۔

جی ہاں! بہت سارے نوجوانوں نے تو کوئی ایک طریقہ اور منصوبہ صرف اس لئے اختیار کیا ہے کہ وہ ان کی خواہشات یا بالفاظ دیگر راحت پسندی سے میل کھاتا ہے لیکن بعض نوجوان وہ بھی ہیں جو ایسے اجتماعی مسئلے کا حل تلاش کرنے میں صرف اس وجہ سے حیرت اور تردد کا شکار ہیں کہ اس کے حل کیلئے (مفکرین امت نے اپنی اپنی سوچ کے مطابق) ایک سے زیادہ منصوبے اور طریقہ کار تجویز کئے ہیں جبکہ (ان کا حل) کم از کم سمجھدار لوگوں کی نظر میں، شرعی طور پر قطعی انداز میں طے شدہ اور معلوم ہے۔

گزشتہ مضمون میں کچھ تصرف کے ساتھ یہ بات ذکر ہوئی تھی کہ تمام اسلامی تحریکوں میں سے صرف پانچ نے لکھے ہوئے منصوبے پیش کیے ہیں۔

صفحہ نمبر۲

تحریک دعوت وتبلیغ، سلفی تربیتی تحریک (صوفی سلفیت)، سلفی حکام کی تحریک وغیرہ کو نکالنے کے بعد، ہم پانچ تحریکوں کے منصوبوں کو قابل عمل ہونے کی بنا پر قابل غور اور زیر بحث نے کے لائق سمجھتے ہیں، وہ پانچ تحریکیں یہ ہیں۔

- سلفی جہاد تحریک
- سلفی بیداری تحریک جس کی طرف سلمان عودہ اور سفر الحوالی اشارہ کرتے ہیں۔
- اخوان کی تحریک (اصل، مرکزی اور بین الاقوامی تحریک)
- تحریکِ اخوان ترابی (یہ اصل اخوان سے نکلی ہوئی تحریک ہے)
- عوامی جہادی تحریک جیسے حماس، اور محاذ برائے آزادیٔ مورو وغیرہ

جہاں تک ''سلفی بیداری تحریک'' کے منصوبے کا تعلق ہے تو وہ اپنے آخری ڈھانچے (ادارے قائم کرنے) میں بڑی حد تک بین الاقوامی تنظیم ''الاخوان'' کے منصوبے کے مشابہ ہے

حتیٰ کہ بعض اوقات ان کے جملوں اور تعبیرات میں بھی موافقت اور یکسانیت نظر آتی ہے لیکن میں بتوفیق خداوندی عنقریب یہ واضح کروں گا کہ وہ اپنے ابتدائی مراحل کو بھی ہزاروں سال میں عبور نہیں کر سکتے کیونکہ ان کا منصوبہ اُن بہت سے تکوینی اور فطری قوانین کے مخالف ہے جو قوانین شریعت بھی ہیں جس کی وجہ سے یہ لوگ ایک خالی دائرے میں ایسے گھومتے رہیں گے (یعنی ان کی سرگرمیاں محدود رہیں گی) کہ کفار، شیاطین اور منافقین کے لیے ان سے کھیلنا اور ان کا مزاق اڑانا آسان ہوگا۔

البتہ سلفی بیداری تحریک اپنے منصوبوں کو بالکل ایسے طریقے سے عملی جامہ پہنانا چاہتی ہے جیسے کہ کاغذ پر لکھی ہوئی تحریر، (کہ وہ چند نظریات سے بڑھ کر کچھ بھی وجود نہیں رکھتی یہاں تک کہ جب گیارہ ستمبر کے حملے ہوئے تو یہ لوگ اپنے کاغذی یعنی تصوراتی منصوبے سے بھی کافی حد تک دست بردار ہوئے اور اپنے پیشرو اخوانیوں کے ساتھ جاملے) جب کہ اخوان اپنے منصوبے کو نظریاتی

صفحہ نمبر ۳

اعتبار سے تحریری طور پر پیش کرتی ہے تا کہ اس کے ذریعے اپنے انوکھے یا سیکولر (بے دین) منصوبے کو عملی جامہ پہنا سکیں اور خوشنما نعروں (بھڑکیلے نعروں) اور لکھے ہوئے منشور کے ضمن میں نچلے طبقے کے نوجوان کارکنوں پر اپنے بوسیدہ منصوبوں کو چلا سکیں، یہاں تک کہ ان کے نزدیک اس قسم کے نعرے استعمال کرنے پر بھی کوئی رکاوٹ نہیں کہ ''جہاد ہمارا راستہ ہے اور اللہ کے راستے میں موت ہماری سب سے بڑی تمنا ہے'' یا ''سلفی تحریک! **جبکہ صوفیت سے بھی کوئی ممانعت نہیں**'' جیسے کہ یہ لوگ خود اس بات کی تصریح کرتے ہیں [جہاں تک سلفی جہادی تحریک کا تعلق ہے تو میرے خیال کے مطابق انہوں نے ایسا منصوبہ پیش کیا ہے جس میں تکوینی قوانین (فطری قوانین) اور قوانین شریعت کا خیال رکھا گیا ہے، اس سے قطع نظر کہ یہ ایک ربانی منہج ہے لیکن اس کو نافذ کرنے والے انسان ہیں اور ان میں بھی بڑی کمزوریاں ہیں۔

صفحہ نمبر ۴

4

اور ان کے منصوبے میں بھی قرن اول کی طرح کچھ لغزشیں ہیں بلکہ شاید اس سے زیادہ ہوں کیونکہ قرن اول والوں کو یقیناً بعد والوں پر فضیلت حاصل ہے اس حوالے سے شیخ عمر محمود ابو عمر (اللہ تعالیٰ ان کو رہائی نصیب فرمائے) کا مضمون (المثالية والواقعية) ملاحظہ فرمائیں:

''میرے نزدیک ان کے منصوبے اور پالیسیاں بعض لازمی خامیوں کے باوجود قوانین فطرت اور قوانین شریعت کے مطابق ویسے ہی چل رہی ہیں جیسے کے کاغذ پر لکھی ہوئی ہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کی خصوصی مہربانی ان کے لیے بعض مراحل کو لپیٹ دے گی، یہ (لوگ) اور ان کے دشمن ایک ایسی جنگ میں مصروف ہیں کہ کوئی بھی اس بات کا انکار نہیں کرسکتا کہ ان کی جنگ انبیاء کی اپنی مخالفین کے خلاف جنگ کے مشابہ ہے اگر چہ وہ اس بات کا اعتراف نہ کرے کہ یہ لڑائی اس سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

جہاں تک ''تحریک اخوان ترابی'' (جو اصل اخوان سے نکلی ہے) کا تعلق ہے تو انہوں نے تکوینی اور فطری قوانین کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنا منصوبہ تیار کیا ہے جس کی وجہ سے یہ لوگ ایک ریاست (بشیر اور ترابی کی ریاست، قطع نظر اس نفرت اور دوری کے جو اب بشیر اور ترابی کے درمیان موجود ہے) قائم کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں لیکن بعض شرعی احکام سے تساہل برتنے اور کچھ دینی امور میں تحریف کرنے کی وجہ ان کی ریاست ایک سیکولر ریاست بن گئی ہے۔

۵ جس میں صرف اسلام کے نام پر تجارت کی جاتی ہے اس بات کی تفصیل اور ان کے منصوبے کی وضاحت طویل الذیل ہے۔

جہاں تک عوامی جہادی تحریکوں (جیسے حماس، فلسطین کی حرکت ابھاد) کا تعلق ہے تو گزشتہ چار منصوبوں اور جو کچھ آپ ان تحریکوں کے حوالے سے جانتے ہیں ان کو ملحوظ رکھتے ہوئے آپ ان کے منصوبے کا مزاج اور ان کی ترجیحات معلوم کرسکتے ہیں، اختصار کے ساتھ یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان کا منصوبہ سلفی جہادی تحریک کے منصوبے کے مشابہ ہے لیکن یہ اپنے سیاسی افکار میں اصل اخوان اور ترابی کی اخوان سے متاثر ہیں۔

مزید برآں یہ کہ ان کے کارکنوں میں تعمیر و تربیتی منہج کے سلسلے میں صحیح علمی منہج کا فقدان ہے، جس کی وجہ سے ان پر دو باتوں کا خدشہ ہے:

۱) آخر میں ثمرہ ضائع ہوکر قوم پرستوں اور سیکولر (لادین) لوگوں کے ہاتھ لگ جانا۔

۲) ایک ایسی مملکت قائم ہونا جو سوڈان میں بشیر اور ترابی کی مملکت کے مشابہ ہے، اس کی تفصیل طویل الذیل ہے۔

میں نے اس مضمون میں یہ اشارہ کیا تھا کہ میں اس تحقیق میں گزشتہ تمام باتوں کا تجزیہ کروں گا اور اہل توحید کے منصوبے (جو ان کے مجلات وغیرہ میں ایک طویل زمانے سے شائع ہو رہا ہے اور ہر وہ شخص اس کو جانتا ہے جس کا ان کے ساتھ تعلق ہے) کے واضح خطوط (خدوخال) بیان کروں گا۔

اس طرح ہم ان تمام منصوبوں اور تجاویز کو زیر بحث لائیں گے جسے دیگر اسلامی تحریکیں پیش کرتی ہیں اور میں اللہ تعالیٰ سے نیت میں اخلاص، گفتگو میں اعتدال و انصاف نصیب ہونے اور لغزشوں سے بچنے کا سوال کرتا ہوں۔

۶ یہ تحقیق جو کہ ''ادارة التوحش اخطر مرحلة ستمر بها الامة'' (پر آشوب حالات کا انتظام چلانا'' وہ اہم ترین مرحلہ جس سے عنقریب امت مسلمہ گزرے گی) کے نام سے موسوم ہے اُن مختصر واضح طریقوں اور منصوبہ بندیوں سے عبارت ہے جن کی تفصیلات یہاں بیان کرنا مقصود نہیں کیونکہ تفصیلات دو قسم کے لوگوں کے لیے چھوڑ دی گئی ہیں۔

ا)فنون کے متخصصین جوان تفصیلات سے بحث کرتے ہیں (۲) پر آشوب علاقوں میں مجاہدین کی قیادت

اس کے علاوہ جو کچھ تفصیلات اس تحقیق کے ضمن میں آئیں گی وہ یا اہمیت کی بنا پر ہوں گی یا ذہنوں کو تیز کرنے کے لیے ہوں گی۔ ''پر آشوب علاقوں کا انتظام چلانا'' وہ اگلا مرحلہ ہے جس سے عنقریب امت مسلمہ گزرے گی ، یہ انتہائی اہم مرحلہ شمار کیا جاتا ہے اگر ہم اس میں کامیاب ہوئے تو یہ مرحلہ اللہ کے حکم سے ایک ایسی اسلامی مملکت کے قیام پر منتج ہوگا ، جس کی سقوط خلافت کے بعد سے اب تک امت منتظر ہے اور اگر خدانخواستہ ہم ناکام ہوئے تو پھر اس پر معاملہ ختم نہیں ہوگا بلکہ حالات مزید سنگین ہو جائیں گے ، اور بصورت ناکامی حالات کے مزید سنگین ہونے کی صورت میں اس کی پرواہ نہیں کرنی چاہیے کہ حالات موجودہ حالات سے بدتر ہو جائیں گے یا گذشتہ دہائیوں والے حالات پھر لوٹ آئیں گے کیونکہ حالات خواہ کتنے ہی سنگین اور ناموافق ہو جائیں ان کی مصیبت کفری نظام تلے زندگی گزارنے کی بنسبت انتہائی ہلکی ہے (کیونکہ وہ صرف دنیاوی تکلیف تک محدود ہے جبکہ اس کا وبال اخروی ہے)

5

(۷) تمہیدی بحث

وہ نظام جو معاہدہ سائیکس پیکو کے بعد دنیا کو چلا رہا ہے

گذشتہ صدیوں (بلکہ بیسویں صدی کے نصف تک) میں غور کرنے والا شخص ضرور یہ بات محسوس کرے گا کہ بڑی ریاستوں ، بادشاہتوں بلکہ چھوٹی ریاستوں (چاہے اسلامی ہوں یا غیر اسلامی) کا جب سقوط ہوتا ہے اور کوئی دوسرا ملک جو قوت میں سابقہ ملک کا ہم پلہ یا اس کے قریب ہو تباہ شدہ ملک کے علاقوں کا کنٹرول نہ سنبھال سکے تو انسانی فطرت کے مطابق تباہ شدہ ملک کے علاقے ایک ایسے نظام تلے آجاتے ہیں جسے ''پر آشوب وحشت زدہ حالات میں انتظام چلانا'' کہا جاتا ہے۔

سقوطِ خلافت کے بعد اس طرح کے پر آشوب حالات کچھ علاقوں میں پیدا ہو گئے تھے لیکن معاہدہ سائیکس پیکو کے بعد حالات کنٹرول ہوئے اور استعماری طاقتیں ان علاقوں سے نکل گئیں جبکہ اسلامی خلافت کئی چھوٹی چھوٹی مملکتوں میں تقسیم ہو گئی جن پر فوجی یا سول حکومتیں جن کی پشت پر فوجی حکومتیں تھیں قائم ہوئیں ، ان حکومتوں کا ان ریاستوں کے انتظام کا دائمی کنٹرول ، ان کا فوجی قوتوں کے ساتھ تعلقات کی نوعیت اور فوجی قوت کا ریاست کے جغرفیائی حدود کی حفاظت پر قدرت کی صلاحیت پر منحصر ہوتا ہے چاہے یہ فوجی قوتیں خود اپنے ملکی افواج کے ذریعے اس صلاحیت کی حامل ہوتی ہیں یا کسی بیرونی ملک کے سہارے یہ صلاحیت حاصل کر لیتی ہے۔ ہم یہاں اس بات کی گہرائی میں نہیں جائیں گے کہ یہ ریاستیں کیسے قائم ہوئیں اور ان حکومتوں کا ان پر کیسے کنٹرول ہوا؟ چاہے ہم ان کے بارے یہ فیصلہ کریں کہ ان حکومتوں کا استعماری حکومتوں پر غالب آنا .

(۸) ان کے کنٹرول کا سبب بنا یا یہ طے کریں کہ یہ حکومتیں درپردہ استعماری قوتوں کے ساتھ (تعامل) کام کرتی رہیں (حقیقی صورتحال) جو بھی ہو ، خواہ استعماری قوتیں پسپا ہوئی ہوں اور ان حکومتوں کو اپنی جگہ مقرر کیا ہو یا دونوں باتوں سے مرکب کوئی صورت ہو ، خلاصہ یہ ہے کہ یہ ریاستیں ان حکومتوں کے ہاتھوں میں ایک تکوینی سبب کی وجہ سے آئیں جو ان دو امور میں سے ایک ہے یا دونوں امور ہیں۔

چاہے یہ ریاستیں ایک مستقل حقیقت ہوں یا درپردہ سابق استعماری قوت کے تابع ہوں کچھ ہی عرصے بعد اس عالمی نظام کے مدار میں گھومنے لگیں جو دوسری جنگ عظیم کے بعد ظاہر ہوا جس کی واضح صورت اقوامِ متحدہ ہے اور جس کی حقیقت دو قطب ہیں (جو دو بڑی ریاستوں سے عبارت ہے یعنی روس اور امریکا) ان میں ہر ریاست کے تحت بڑی بڑی اتحادی ریاستوں کی افواج ہیں اور ہر قطب کے پیچھے دسیوں ماتحت ریاستیں ہیں تابع ریاستوں میں جس کا نظام جس قطب کے محور میں گھومتا ہو اور اس قطب کے معاشی اور عسکری مفادات کا تحفظ کرتا ہو تو وہ قطب مختلف امدادی طریقوں سے اس کے نظام کو تقویت بخشتا ہے لیکن ہماری ان مسلم ریاستوں جن پر ان نظاموں کا کنٹرول ہے کے مسلمان باشندوں کے مزاج کے موافق یہ امداد عمومی طور پر محدود بلکہ ناکافی ہوتی ہے اور اس کا زیادہ تر حصہ حکومتی انتظامیہ کے کارندوں کے پاس چلا جاتا ہے یا یہ ذاتی نوعیت کی امداد ہوتی ہے جو فوجی قائدین یا فوج کے پالیسی ساز ماہرین کو دی جاتی ہے۔

(۹) اس عرصے میں یہ بھی ہوا کہ کچھ نظام کر گئے اور ان کی جگہ کئی اور نظام قائم ہوئے ، ایسا یا تو اس وجہ سے ہوا کہ قطب نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا یا قطب اس کے بچانے پر قادر نہیں ہوا یا اس وجہ سے ہوا کہ مدِ مقابل قطب نے دوسرے گروپ کو امداد دی جس نے نظام کو گرا دیا اور تکوینی اسباب کے تحت خود اس کی جگہ لے لی [یہ نظام جیسے ہی قرار پکڑتے ہیں اور ان کی جڑیں مضبوط ہوتی جاتی ہیں تو اپنے اقدار اور طور طریقے ہر اس ملک کے معاشرے پر نافذ کر دیتے ہیں جس پر ان کی حکومت ہوتی ہے اور جب یہ نظام کسی نئے قطب میں گردش کر رہے ہوں یا سابق قطب (جو سابق نظام کی تقویت کا ذریعہ تھا) کو چاہتے ہوں تو اس صورت میں یہ اپنے مخلوط اجتماعی اور اقتصادی اقدار کو اس قطب کے اقدار کے ساتھ ملا دیتے ہیں جس کے محور میں یہ گردش کر رہے ہوتے ہیں اور اس طرح معاشرے پر (مخلوط اقدار کا) ایک ملغوبہ نافذ کر دیتے ہیں اور ان مخلوط اقدار کے گرد تقدس کا ایک ہالہ (کسی شیء پر محیط روشنی کا گھیرا) قائم کر دیتے ہیں اگرچہ اقدار کا یہ ملغوبہ ایسا ہی کیوں نہ ہو کہ ہر عقل اس کا انکار کرے۔



یہ نظام ان معاشروں کے عقائد کے مخالف ہے جن پر ان کی حکومت ہے ، مزید برآں وقت گزرنے اور انحطاط پذیر ہونے کے ساتھ ان ریاستوں کے وسائل اور توانائیاں چوری کرنے یا پھر ان کو ضائع کرنے کے بھی مرتکب ہیں جس کی وجہ سے لوگوں کے درمیان مظالم پھیل گئے ہیں۔

(۱۰) قوانین فطرت کے مطابق ہم دیکھتے ہیں کہ جو قوتیں نظام کو معاشرے کے اقدار اور عقیدے کی طرف (یا عقیدے اور حق سے ہٹ کر مظالم کے رد کی تھام اور اُس انصاف کی طرف

جس پر مومن اور کافر تمام لوگ متفق ہیں) لوٹا سکتی ہیں وہ دو قوتیں ہیں:

۱) عوامی قوت: لیکن اس قوت کا شعور اور بیداری ہزاروں غافل کردینے والی چیزوں کے ذریعے ختم کردی گئی ہے، چاہے غافل کردینے والے امور نفسانی خواہشات کی صورت میں ہوں، روزی کے طلب میں ذلیل ہونے یا مال جمع کرنے کی حرص کی صورت میں ہو۔ مختلف محاذوں پر جھوٹا میڈیائی پروپیگنڈا اور صوفی جبری اور ارجائی فکر کی تشہیر اس پر مستزاد ہے۔

۲) دوسری قوت: جس کے ذریعے معاشرے کو انصاف اور اس کے حقیقی اقدار کی طرف لوٹایا جاسکتا ہے (اگرچہ تکوینی اور فطری قوانین کے تحت جزوی طور پر ہی کیوں نہ ہو) وہ فوج کی قوت ہے، لیکن اس قوت پر چونکہ مسلمانوں سے لوٹے ہوئے مال کا زر کثیر خرچ کیا جاچکا ہے لہٰذا یہ قوت اب یہ کردار ادا نہیں کرے گی بلکہ اس کے برعکس کردار ادا کرے گی۔

شیطانی مکر و فریب کے علی الرغم عقلاء اور شرفاء کی ایک مختصری جماعت رہ جاتی ہے جو ظلم کا انکار کرتی ہے اور انصاف کے گن گاتی ہے۔

(۱۱) اس جماعت کے دل میں یہ خیال آتا ہے کہ اپنے ہاتھوں میں موجود قوت سے فائدہ اٹھا کر اس صورت حال کو اپنے خیال کے مطابق درست کرلیں گے لیکن پھر ان کے دل میں یہ خیال آئے گا کہ فوج میں ایک مجرم قوت بھی ہے جو قوموں کے اقدار اور تہذیب کی پرواہ نہیں کرتی۔ بہتر حالات میں اگر قوت کے تفاوت کو پاٹنے کے لیے مضبوط پالیسی کی تشکیل کامیاب ہوجاتی ہے تو دونوں قطب (بڑی قوتیں یعنی روس اور امریکا) یا ان میں سے ایک اقوام متحدہ کی چھتری تلے اس نئے نظام کو مختلف حیلوں، طاقت یا دباؤ یا ان تمام امور کے ذریعے کسی ایک قوت کے محور (نظام) میں گردش کے لیے مجبور کرے گا اور اس نئے نظام پر نت نئی پابندیاں لگائے گا۔

اور اس طرح اس شریف انسان کی سیرت جس نے حکومت حاصل کی ہوا پنے گذشتہ امثال کی سیرت کے مشابہ ہوجائے گی، اس سلسلے میں بشیر کا سوڈان ہمارے سامنے ہے، عمومی طور پر یہ شرفاء نظام کے بدلنے کی فکر سے دست بردار ہو کر پیش آمدہ صورت حال پر راضی ہوجائیں گے اور اپنے آپ تک محدود ہو کر اپنے دلوں میں تلخی اور بغض لیے پھریں گے اور پھر جو اپنے کمزور نفس پر رحم کرے گا تو وہ اپنے عسکری عمل سے دست بردار ہوجائے گا ورنہ بصورت دیگر یا تو ظلم کی گہری کھائی میں گرے گا یا "لا دین ولا دنیا" یا "لا خیر وعدل ولا دنیا" کے نعرے کے تحت زندگی بسر کرے گا یہ وہ صورت حال ہے جو اس تناظر میں سقوط خلافت کے بعد سے اب تک چل رہی ہے۔

(۱۲)

7

طاقت کا پروپیگنڈا / طاقت کا وہم

عظیم فوجی قوت اور جھوٹے میڈیائی ہالے کے درمیان سپر طاقتوں کی قوت کی مرکزیت

دونوں قطب (بڑی قوتیں) جو عالمی نظام پر کنٹرول حاصل کئے ہوئے ہیں درحقیقت ان کا کنٹرول ان کی مرکزی طاقت کے ذریعے ہے یہاں پر مرکزی طاقت سے مراد وہ عظیم فوجی طاقت ہے جو ہر قطب کے مرکز سے اس کے زیر تسلط تمام دور دراز علاقوں تک کنٹرول کرنے کے لیے پہنچ سکتی ہے۔ جس کے نتیجے میں ابتداء وسیع پیمانے پر یہ علاقے مرکز کی وفاداری اور اس کے نظام کے تحت آکر اس کے مفادات کا تحفظ کرتے ہیں۔

بے شک وہ طاقت جو اللہ تعالیٰ نے دونوں قطبوں (امریکہ، روس) کو عطاء فرمائی ہے انسانی حساب سے بہت بڑی قوت ہے لیکن درحقیقت عقلی اعتبار سے بھی گہری نظر ڈالنے پر معلوم ہوگا کہ یہ طاقتیں اپنے مرکز مثلاً امریکہ یا روس سے مصر اور یمن پر ایسا کنٹرول نہیں کرسکتیں کہ یہ ممالک خود بخود ہی ان طاقتوں کے سامنے جھک جائیں، یہ بات تو مسلم ہے کہ یہ دونوں بڑی طاقتیں ہیں اور یہ اپنے مقامی ایجنٹوں کے ذریعے عالم اسلام پر حکومت کررہی ہیں لیکن اس کے باوجود یہ بات کافی نہیں، اسی وجہ سے دونوں قطب اس بات کی طرف مجبور ہوئے کہ جھوٹے میڈیائی پروپیگنڈے کا سہارا لیا جائے جو یہ ثابت کرے کہ یہ طاقتیں مغلوب نہیں ہوسکتیں اور انہوں نے پورے روئے زمین پر گرفت اور حصار قائم کیا ہوا ہے اور یہ آسمان اور زمین میں کسی بھی جگہ پہنچ سکتی ہیں گویا انہوں نے خدائی طاقت حاصل کی ہے۔

مگر جو اشتعال انگیز بات نئی سامنے آئی ہے وہ یہ کہ ان طاقتوں نے اپنے میڈیائی دجل کو بروئے کار لاتے ہوئے اپنی دھاک بٹھادی ہے۔ (اور اقوام عالم کو یہ تاثر دیا کہ) وہ

(۱۳) ایسی طاقت ہے جو دنیا کے کسی بھی کونے میں کسی بھی وقت مکمل کنٹرول حاصل کرنے پر عملاً قادر ہے اور یہ کہ یہ طاقتیں خدائی صفات کی حامل ہیں لہٰذا میڈیائی دجل اور پرچار کے تحت یہ طاقتیں ایسی عظیم طاقتیں ہیں جنہوں نے روئے زمین کا حصار کیا ہوا ہے اور لوگ ان کے سامنے صرف ان کے خوف کی وجہ سے نہیں جھکتے بلکہ ان سے دلی محبت کرتے ہیں کیونکہ یہ طاقتیں، آزادی، انصاف، انسانی مساوات وغیرہ کی علم بردار ہیں اور کوئی ریاست کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو جب وہ اس جھوٹی طاقت کے سامنے جھک کر اس کے ترجیحات پر اپنی پالیسیوں کو ڈھالنے لگتی ہے تو یہاں سے اس کا زوال شروع ہوجاتا ہے جیسے کہ امریکی مقالہ نگار "پول کینیڈی" کہتا ہے: "کہ امریکہ اپنی فوجی طاقت میں توسیع کررہا ہے اور اسٹریٹیجک اعتبار سے حد سے زیادہ پھیل رہا ہے جو اس کے زوال کا سبب بنے گا"

اس عظیم طاقت کو مرکزی ریاست کے معاشرے اور اس کے اداروں کے ساتھ مربوط ہونے کی صورت میں کمک حاصل ہوتی ہے وگرنہ تو صرف بڑی فوجی طاقت (اسلحہ، ٹیکنالوجی اور فوج) جو معاشرے اور اس کے اداروں وغیرہ کے ساتھ مربوط نہ ہو، کوئی حیثیت نہیں رکھتی بلکہ کبھی کبھار عظیم فوجی طاقت قطب کے لیے وبال بن جاتی ہے جب معاشرتی طاقت کے ساتھ اس کا تعلق زوال پذیر ہوجائے۔

اس طاقت کے زوال کے اسباب بہت سارے ہیں جنہیں مختصراً "ثقافتی بربادی کے عوامل" کے تحت ذکر کیا جائے گا جیسے عقائد کا فساد، اخلاقی زوال، اجتماعی مظالم، تعیش پسندی، انا

نیت پرستی، خواہشات نفسانیہ کو تمام اقدار پر مقدم کرنا اور جب کسی قطب میں بڑے پیمانے پر مذکورہ اسباب کا آمیزہ جمع ہو جاتا ہے اور یہ اسباب ایسی صورت میں گڈمڈ (خلط ملط) ہو جاتے ہیں کہ بعض اسباب دوسرے بعض کو جنم دیتے ہیں تو ایسے قطب کا بہت جلد زوال ہو جاتا ہے اور کبھی یہ اسباب فعال صورت میں سامنے آتے ہے اور کبھی راکھ کی چنگاری کی طرح بھڑ کنے میں کسی اور سبب کے محتاج ہوتے ہیں جن کی وجہ سے قطب اور اس کی مرکزیت ختم ہو کر رہ جاتی ہے

(۱۴) چاہے قطب کتنی بڑی فوجی طاقت کا حامل کیوں نہ ہو، کیونکہ جیسے ہم نے کہا کہ مرکزی قوت جو عظیم فوجی طاقت اور جھوٹے میڈیائی پروپیگنڈے کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے صرف ایک مربوط معاشرے میں اپنا کردار ادا کر سکتی ہیں

8

ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں کہ دوسرے اسباب زوال کو ابھارنے اور بھڑکانے والا سبب کیا ہے؟ ممکن ہے کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی قضا ہو جو تینوں زاویوں میں کام کر رہی ہوں، پس وہ نہ صرف یہ کہ ثقافتی بربادی کے بجھے ہوئے اسباب کو بھڑکانے بلکہ دوسری طرف فوجی طاقت کی کمزوری اور تباہی کا بھی سبب بنیں اور پھر یہ تباہی خود بخود تیسرے زاویے یعنی جھوٹی میڈیائی پروپیگنڈے کے خاتمے کا باعث ہو اور اس طرح دلوں سے یہ ہیبت اور رعب نکل جائے کہ اس طاقت کے مقابلے میں کوئی بھی طاقت یقیناً نہیں ٹھہر سکتی۔

یہ تمام باتیں اشتراکی قطب (سوشلزم) کے ساتھ اس وقت پیش آئیں جب اس کو اپنے سے کئی گنا چھوٹی فوجی قوت (بلکہ دونوں کے درمیان موازنہ ہی نہیں تھا) کے ساتھ مقابلے کی نوبت آئی تو وہ چھوٹی قوت اس کو تباہ کرنے میں کامیاب ہوئی بلکہ اس سے اہم بات یہ ہے کہ اشتراکی قطب کی ریاستوں میں ثقافتی بربادی کے مندرجہ ذیل عوامل واسباب بھڑک اٹھے:

۱) ملحدانہ عقیدے کا ایک ایسے عقیدے سے مقابلہ جس میں اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان ہو۔

(۱۵) ۲) دنیا اور نفسانی خواہشات اور تعیش پسندی کا ایسے افراد کے مدِ مقابل آنا جن کے پاس اللہ کی راہ میں گنوانے کے لیے (اپنی جانوں کے علاوہ اور) کچھ بھی نہ ہو۔

۳) ایسا اخلاقی زوال جس کی ادنیٰ جھلک یہ ہوتی تھی کہ کوئی روسی فوجی اگر بالفرض واپس لوٹ جاتا تو اسکی بیوی کسی دوسرے شخص کے بچے کی ماں ہو چکی ہوتی یا کم از کم کسی دوسرے شخص سے اس کا جنسی تعلق ہوتا۔

۴) اجتماعی مظالم جو جنگ کی وجہ سے کمزور معاشی حالات کی بنا پر واضح طور پر ابھر کر سامنے آجاتے ہیں پس جب مال کم ہو جاتا ہے اور مالی بحران شروع ہو جاتے ہیں تو اس وقت بڑے بڑے چور ظاہر ہو جاتے ہیں خصوصاً جب باریک بینی کے ساتھ محاسبہ شروع ہو جائے۔

اہم نوٹ: جنگی اخراجات یا معیشت پر براہ راست ہونے والے حملوں کی وجہ سے جو معاشی کمزوری پیدا ہو جاتی ہے وہ ثقافتی بربادی کا ایسا اہم سبب ہے جس کی وجہ سے ان معاشروں میں تعیش پرستی اور خواہشات نفسانیہ کے اسباب جن کے حصول کیلئے معاشرے کے لوگ خوار و ذلیل ہوتے ہیں پر کاری ضرب پڑتی ہے تو نتیجتاً لوگوں کے درمیان کمزور اقتصادی حالات کی وجہ سے ان چیزوں کے حصول کی ایسی دوڑ شروع ہو جاتی ہے جو اس سے پہلے کم تھی، اسی طرح کمزور معاشی حالات کی بنا پر اجتماعی مظالم ابھر کر سامنے آجاتے ہیں جس کی وجہ سے مرکزی ریاست اور معاشرتی قوتوں کے درمیان جنگیں بھڑک اٹھتی ہیں یا معاشرتی قوتوں کے درمیان سیاسی اور غیر سیاسی ٹکراؤ اور توڑ پھوڑ پیدا ہو جاتا ہے۔

(۱۶) اسی طرح اس طاقت (جہادی تحریک) نے اپنی کمزوری کے باوجود تیسرے زاویئے (یعنی ان عوام کے دلوں سے روسی فوج کی ہیبت نکل جانا جن کے نظام ہائے مملکت ایشیاء اور یورپ میں روسی قطب میں محوِ گردش تھیں، جس کی وجہ سے مملکتیں یکے بعد دیگرے روسی پنجے سے آزاد ہوئیں) پر کام کیا۔

بلکہ اس طاقت نے ایک چوتھے زاویئے میں جوامتِ مسلمہ کے ساتھ خاص ہے خوب کردار ادا کیا اور وہ چوتھا زاویہ یہ تھا کہ امت مسلمہ نے جب دیکھا کہ ان کے پڑوس میں ایک فقیر افغانی قوم نے ایک انتہائی مضبوط عسکری قوت اور خون خوار فوجی طاقت کے سامنے مثالی نمونہ بن کر جہاد کیا تو امتِ مسلمہ میں عقیدے اور جہاد کی وہ چنگاری بھڑک اٹھی جو روسی تسلط تلے بجھ چکی تھی۔

پھر یہ جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے (فرضی نہیں بلکہ) ایک واقعی صورتحال ہے بلکہ اس سے بھی اہم واقعہ یہ ہے کہ جو لوگ بذاتِ خود ان معرکوں میں شریک ہوتے ہیں وہی سب سے زیادہ ان باتوں کو سمجھتے ہیں مثلاً ''سید قطب شہید'' (نحسبہ کذلک) نے سویت یونین کے ٹوٹنے کی پیش گوئی کی تھی اور وہ قوانین بیان کیے تھے جو اس انجام تک پہنچاتے ہیں البتہ وہ معین زمانہ وغیرہ نہ بتا سکے۔

(۱۷) اسی طرح شیخ عبداللہ عزام رحمہ اللہ جو سویت یونین کے ٹوٹنے سے پہلے شہید ہوئے، نے ایک تجزیہ پیش کیا تھا جس میں اس عظیم ریاست کے ٹوٹنے، اس کی جمہوریتوں کے منتشر ہونے اور اس کے بعض جمہوریاؤں میں اسلامی جہادی تحریکوں کے اٹھنے کی پیش گوئی کی تھی۔ اور اس سے بھی زیادہ عجیب بات یہ تھی کہ شیخ عبداللہ عزام شہید کا تجزیہ اعداد و شمار پر مبنی تھا اس میں روسی افواج (جو اس وقت انتہائی جدید اسلحہ سے لیس تھیں اور تعداد میں امریکی افواج کی تعداد سے کہیں زیادہ تھی اور جنگی فضاؤں اور جانی نقصانات برداشت کرنے کی نسبتاً زیادہ صلاحیت رکھتی تھی) کی تعداد کا ذکر تھا اس سے بھی زیادہ تعجب خیز بات یہ تھی کہ عبداللہ عزام شہید رحمہ اللہ کا تجزیہ اس بات پر مبنی نہیں تھا کہ روس افغانستان سے پسپا ہو جائے گا اگر چہ انہیں اس کی امید تھی لیکن ان کا تجزیہ اس بات پر مبنی تھا کہ مجاہدین کا دباؤ روس کو اس بات پر مجبور کردے گا کہ روس مزید افواج افغانستان بھیجے، جس سے سویت یونین کے ریزرو (کمک) افواج میں کمی آئے گی اور اس دباؤ اور کمی کی وجہ سے روسی جمہوریائیں خصوصاً اسلامی جمہوریائیں روس سے علیحدگی کی کوشش شروع کردے گی کیونکہ اسلامی جمہوریاؤں کے باشندوں کے سامنے مقابلے کے ممکن ہونے کا واضح عملی نمونہ موجود تھا

تو تقریباً جو باتیں شہید عبداللہ عزام نے کی تھیں۔

(۱۸) ایسے پوری ہوئیں جیسے سینما میں فلم چل رہی ہو، اس سے ہم معلوم کر سکتے ہیں کہ دشمن کی صلاحیت اور اس کے شکست کا وقت ہمیں تب معلوم ہو سکتا ہے جب ہم خود عملی میدان میں اتریں بصورتِ دیگر یہ ممکن نہیں چاہے ہماری عقلی اور نظریاتی تحقیق کتنی زیادہ اور اونچی سطح پر کیوں نہ ہو۔

یہاں ہم یہ بات ذکر کریں گے کہ روسی قطب کے زوال کے ساتھ ہی اس کی جمہوریائیں غیر یقینی صورتِ حال کا شکار ہوئی مگر مددگار حالات کی بنا پر اکثر ریاستوں میں "پرآشوب اور سنگین حالات میں انتظام چلانے" کا مرحلہ آنے سے قبل ہی انتظامیہ وجود میں آئی اور کچھ ریاستیں اب تک کامیابی سے چل رہی ہیں البتہ چیچنیا اور افغانستان (اگرچہ افغانستان سویت جمہوریاؤں میں سے نہیں تھا) میں پرآشوب حالات کی انتظامیہ ایسا نظم وضبط قائم کرنے میں کامیاب ہوئی جس کو ریاست کہا جا سکے لیکن اب یہ ریاستیں ختم ہو چکی ہیں بلکہ "پرآشوب حالات میں انتظام چلانے" کے مرحلے سے پہلے مرحلے یعنی دشمن کو مغلوب کرنے اور کمزور کرنے کی قوت والے مرحلے (اس مرحلے کا مطلب عنقریب تفصیل سے آجائے گا) کی طرف لوٹا دی گئی ہیں
، یہاں ہم یہ بات ذکر کریں گے کہ ان دو ریاستوں میں رونما ہونے والے واقعات کا تعلق داغستان میں داخلے یا گیارہ ستمبر کے واقعات سے نہیں ہیں۔

(۱۹) اگرچہ ان (گیارہ ستمبر کے واقعات) میں بھی جلد بازی کا مظاہرہ کیا گیا تھا اس کی تفصیل طویل ہے البتہ ہم افغانستان کے ساتھ مخصوص امور کی طرف اس سے پہلے اشارہ کر چکے ہیں۔ اسی طرح روسی قوت تباہی کا شکار ہوا لیکن شیطانی ثقافت نے جلد ہی اس کی تلافی کر لی اور رہ جانے والی قطب (امریکہ) کے ذریعے دنیا پر حکومت کرنا بایں طور برقرار رکھا کہ بچ جانے والی قطب نے دنیا کی دیگر ریاستوں کیساتھ بالعموم اور ہمارے علاقوں کے ریاستوں کے ساتھ بالخصوص وہی کردار ادا کرنا شروع کیا جو اس سے قبل دونوں قطب ادا کر رہے تھے بلکہ بعض شرفاء چاہے ان کا تعلق اہلِ دین سے ہو یا کسی اور سے، کے سامنے اس موجودہ عالمی نظام کے ماتحت ملکوں میں صورتِ حال پہلے سے بھی زیادہ خراب ہوئی کیونکہ ان کا خیال تھا کہ بچ جانے والا قطب ناقابلِ شکست ہے اور اس کے طاقت کے عناصر (مواد واسباب) تباہ شدہ قطب کے عناصر سے مختلف ہیں بالخصوص ان کا جھوٹا میڈیائی حصار تو تباہ شدہ قطب سے ہزاروں گنا بڑھ کر ہے۔

ان کے مقابل کچھ اہلِ صدق وجہاد وہی بات پیش کرتے تھے جو اللہ تعالیٰ انہیں دکھاتا تھا اور دشمن کی کمزوری اور قلت کے حوالے سے ان کے اذہان میں تصور پیدا فرماتا تھا لیقضی اللہ امرا کان مفعولا

(۲۰) چنانچہ یہ لوگ باقی دیندار لوگوں اور عوام سے کہتے تھے: اے! ہماری قوم! روسی افواج کی خونخواری اور بہادری امریکی افواج سے کئی گنا بڑھ کر تھی روس کے جتنے فوجی قتل ہوئے تھے اگر اس کا دس فیصد بھی امریکہ کے قتل ہو جائیں تو امریکہ دم دبا کر بھاگ جائے اس کی وجہ یہ ہے کہ امریکی اور مغربی افواج کا عسکری ڈھانچہ سامراجی اعتبار سے روسی افواج کے عسکری ڈھانچے سے کہیں زیادہ مختلف ہے کیونکہ امریکی تعیش پرستی اور آرام طلبی میں اس حد تک پہنچ چکے ہیں کہ یہ اب زیادہ طویل عرصے تک جنگیں برداشت نہیں کر سکتے اس لیے انہوں نے اپنی اس کمزوری کو جھوٹے میڈیائی حصار کے ذریعے چھپایا ہے۔

اے ہماری قوم! سویت یونین کا مرکز میدانِ معرکہ سے نسبتاً قریب تھا بلکہ بعض مقامات پر اس کی سرحدات میدان جنگ کے ساتھ ملتی تھیں جس کے نتیجے میں اس کے لیے بغیر کسی بڑی لاگت برداشت کیے میدانِ جنگ تک جنگی ساز وسامان منتقل کرنا آسان تھا جبکہ امریکہ کی صورتِ حال مختلف ہے بنیادی مرکز کا میدانِ جنگ سے دور ہونا امریکہ کو یہ بات سمجھانے کا بہت عمدہ سبق ہے کہ جب ہم امریکی بالادستی کا انکار کر دیں جی ہاں محض انکار! اور اس بات کے ثبوت کے طور پر مقابلے کی آگ بھڑکائیں تو امریکہ کے لیے ہمارے اوپر دائمی کنٹرول حاصل کرنا، حکومت کرنا اور ہمارے ذخائر کو لوٹنا کتنا مشکل امر ہے!

(۲۱) یہ نائن الیون اور اس کے مقدمات جو کہ نیروبی "دار السلام" کے واقعات سے شروع ہوئے، تک کی صورتِ حال کی تصویر کشی ہے۔

خلاصہ یہ کہ موجودہ تجدیدی تحریک مختلف مصائب اور معرکوں تلے پسنے اور تیس سال سے زائد مدت میں بہت ساری مہارتیں حاصل کر لینے کے بعد اس نتیجے پر پہنچی کہ اس کے لیے ضروری ہے کہ کچھ ایسی کاروائیاں کریں جو ایک منظم نظام کے ساتھ مربوط ہوں جن کی ابتداء نیروبی اور دار السلام کے دھماکوں سے مندرجہ ذیل اہداف کے حصول کے لیے ہوئی:

۱) پہلا ہدف یہ تھا کہ کافی حد تک امریکی ہیبت اور دلوں میں اس کا رعب ختم کیا جائے اور مندرجہ ذیل امور کے ذریعے مسلمانوں میں اعتماد پیدا کیا جائے:

الف) اس جھوٹے میڈیائی پروپیگنڈے کا توڑ کہ "امریکہ کبھی مغلوب نہیں ہو سکتا"

ب) امریکہ کو اس پوزیشن میں لانا کہ وہ اپنے ایجنٹوں کے ذریعے جنگ لڑنے کی بجائے خود میدانِ جنگ میں کود پڑے

(۲۲) تاکہ عوام میں موجود شرفاء اور مرتد افواج میں موجود قلیل شرفاء یہ بات سمجھ سکیں کہ ان کا یہ خوف کہ اگر "امریکہ ان نظاموں کی حمایت نہیں کرے گا تو یہ نظام فیل ہو جائیں گے"، برمحل ہیں اور یہ کہ ان نظاموں کے فیل ہونے اور امریکہ کے آجانے کی صورت میں ان کے لیے امریکہ کے ساتھ مقابلہ کرنا ممکن ہے۔

۲) نیروبی اور دار السلام وغیرہ کے دھماکوں کا دوسرا ہدف تجدیدی تحریک کو گذشتہ تیس سالوں میں ہونے والے جانی نقصانات کو اس متوقع انسانی مدد سے پورا کرنا تھا جو دو اسباب کی بنا پر

آتی تھیں:

۱) ان کاروائیوں کی کامیابی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھنا جو عنقریب ہونے والی تھیں۔

۲) اسلامی دنیا میں واضح اور براہ راست امریکی مداخلت کی وجہ سے غم وغصہ بایں طور کہ یہ غم وغصہ اس گزشتہ غم وغصے سے بڑھ کر ہوتا جو امریکہ کی طرف سے صیہونی قوتوں کی امداد اور پشت پناہی کی وجہ سے پیدا ہوا، اس کے ساتھ ساتھ کفریہ مرتد ظالم نظاموں کے خلاف دبائے ہوئے غصے کو تجدیدی تحریک کے لیے مثبت غصے اور انسانی کمک میں تبدیل ہوتے رہنا۔

(۲۳) خصوصاً جبکہ غافل عوام جو کہ اکثریت میں ہیں کے سامنے ان نظاموں کے کفر کے لیے خدمات ایسے انداز میں ظاہر ہوتیں جس کے ساتھ قائل کرنے کا کوئی جھوٹا پروپیگنڈا کام نہ آتا اور اس صورت میں ان نظاموں اور ان کے مددگاروں کے مسلمان ہونے کا دعویٰ کرنے والے کسی بھی شخص کے پاس کوئی بھی حجت باقی نہ رہتی۔

۳) نیروبی اور دارالسلام وغیرہ کاروائیوں کا تیسرا ہدف یہ تھا کہ امریکہ کی "مرکزی قوت" (فوجی طاقت اور جھوٹے میڈیائی پروپیگنڈے سے مرکب حیرت انگیز قوت) کو کمزور کیا جائے بایں طور کہ امریکہ کو اس بات کی طرف مجبور کیا جائے کہ وہ اپنے ایجنٹوں یا میڈیا کے ذریعے نفسیاتی اور اعصابی جنگ لڑنے کی بجائے خود میدان جنگ میں آئے تا کہ تمام مکاتب فکر اور عوام میں پائے جانے والے ان لوگوں پر جو تردد میں پڑے ہوئے ہیں بلکہ بذات خود امریکیوں پر بھی یہ واضح ہو جائے کہ میدان جنگ سے مرکزی ریاست کا دور ہونا غیر یقینی اور اضطرابی صورت حال کے پیدا ہونے کا بہت بڑا سبب ہے۔

11

(۲۴) پہلی بحث: "پرآشوب وسنگین حالات میں انتظام چلانے" کی تعریف اور اس کی تاریخی مثالیں۔

جیسے کہ ہم پیچھے ذکر کر چکے ہیں کہ گذشتہ صدیوں (بلکہ بیسوی صدی کے نصف تک) میں غور کرنے والا شخص ضرور یہ بات محسوس کرے گا کہ جب بڑی ریاستوں، سلطنتوں بلکہ چھوٹی ریاستوں (چاہے اسلامی ہوں یا غیر اسلامی) کا سقوط ہو جاتا ہے اور کوئی دوسرا ملک جو قوت میں سابقہ ملک کے ہم پلہ یا قریب قریب ہو تباہ شدہ ملک کے علاقوں کا کنٹرول نہ سنبھال سکے تو انسانی فطرت کے مطابق تباہ شدہ ملک کے علاقے ایک ایسے نظام تلے آجاتے ہیں جسے "پرآشوب وحشت زدہ حالات میں انتظام چلانا" کہا جاتا ہے۔

اختصار کے ساتھ "پرآشوب وسنگین حالات میں انتظام چلانے" کو "غیر یقینی/پرآشوب صورت حال کی انتظامیہ" سے تعبیر کیا جاسکتا ہے البتہ اس انتظامیہ کی تفصیلی تعریف، اس کے افراد کے مزاج اور اہداف کے موافق مختلف ہو سکتی ہے اگر ہم اس کا ابتدائی تصور ذہن میں قائم کریں تو ہمیں نظر آتا ہے کہ یہ انتظامیہ "لوگوں کی ضروریات" جیسے علاج اور غذا کی فراہمی، امن وامان کی حفاظت، پرآشوب علاقے میں رہنے والے لوگوں کے درمیان فیصلے، جنگجو گروہوں کے ذریعے سنگین علاقوں کے سرحدات کی جارحیت کرنے والوں سے حفاظت اور دفاعی قلعہ بندیوں کے انتظام کرنے کی صورت میں کردار ادا کرتی ہے۔

(۲۵) کبھی کبھی لوگوں کو ضروریات جیسے غذا اور علاج وغیرہ کی فراہمی کی انتظامیہ ترقی کر کے لوگوں کو تعلیمی خدمات وغیرہ کی فراہمی کی ذمہ داری بھی اٹھالیتی ہے۔ اور کبھی کبھار امن وامان اور سرحدوں کی حفاظت ترقی کر کے پرآشوب علاقوں کی توسیع کا ذریعہ بنتے ہیں۔

ہم نے اس کو "ادارة التوحش" (پرآشوب وحشت زدہ صورت حال کی انتظامیہ) یا ادارة الفوضیٰ المتوحشة (غیر یقینی اور سنگین صورتحال کی انتظامیہ) کہا، "ادارة الفوضیٰ" (غیر یقینی صورت حال کی انتظامیہ) کیوں نہیں کہا؟

اس لئے کہ یہ کسی ایسے تجارتی کمپنی یا ادارے کی انتظامیہ نہیں جو شورش اور بدنظمی کا شکار ہو یا کسی محلے یا رہائشی علاقے کے کچھا کھچ بسنے والوں بلکہ کسی پرامن معاشرے میں کو بدنظمی اور لاقانونیت کی صورتحال کا سامنا ہو، کی انتظامیہ بھی نہیں لیکن موجودہ دنیا کے موافق اور اس "انتظامیہ" کی گذشتہ تاریخی مثالوں اور انسانی مزاجوں، مختلف طاقتوں اور اموال اور لالچوں تلے اور اس تصویر کی روشنی میں جس کی ہم توقع کرتے ہیں معاملہ غیر یقینی صورت حال سے بڑھ کر ہے بلکہ پرآشوب علاقہ، انتظام تلے آنے سے قبل ایسی صورتحال سے دوچار ہوگا جو افغانستان پر طالبان کے قبضے سے پہلے تھی یعنی ایک ایسا علاقہ جو اپنی ابتدائی صورت

(۲۶) میں جنگل کے قانون کے ماتحت ہوگا اور اس کے اچھے لوگ بلکہ شریر عقلمند لوگ بھی اس بات کے پیاسے ہونگے کہ کوئی اگر اس سنگین صورتحال کا انتظام سنبھالے بلکہ وہ اس پر بھی راضی ہونگے کہ کوئی بھی تنظیم آ کر اس صورتحال کو کنٹرول کرلے چاہے وہ اچھی تنظیم ہو یا بری! البتہ (یہ ایک حقیقت ہے کہ) بری تنظیم اس علاقے کو مزید وحشت کی طرف دھکیل دے گی۔

وحشت زدہ سنگین صورتحال کی انتظامیہ کے مقاصد کی وہ مثالی تصویر جو ہمارا مقصد ہے۔

ہم پیچھے عمومی انداز میں "پرآشوب صورتحال کی انتظامیہ" کی ابتدائی صورت میں اس کے مقاصد ذکر کر چکے ہیں البتہ دوسرے نکتہ کی طرف منتقل ہونے سے قبل ہم چاہتے ہیں کہ "پرآشوب حالات کی انتظامیہ" کے مقاصد ایسے مثالی انداز میں واضح کریں جو ہمارا مقصد بھی ہے جبکہ یہ مقاصد شریعت کے بھی موافق ہیں، یہ مقاصد مندرجہ ذیل ہیں:

۱) اندرونی طور پر امن قائم کرنا
۲) علاج اور غذا کی فراہمی
۳) دشمن کے حملوں سے پرآشوب علاقوں کو محفوظ رکھنا
۴) پرآشوب علاقوں میں رہنے والے لوگوں کے لئے شرعی فیصلہ سازی کو قائم کرنا
۵) تربیت کے ذریعے پرآشوب علاقے کے نوجوانوں کی ایمانی اور جنگی صلاحیت کو بڑھانا اور اس کی اہمیت ذہن نشین کروا کر ایسے معاشرے کی تشکیل کرنا جو اپنے تمام افراد اور

جماعتوں سمیت قتال کر سکے۔ (۶) اہم فالاہم دینی اور دنیوی تعلیم کا اہتمام کرنا۔

12

۷) جاسوسی کا جال بچھانا اور چھوٹے پیمانے پر جاسوسی ادارہ قائم کرنا۔

۸) شرعی ضوابط یا کم از کم انتظامیہ کے اراکین کے درمیان طے شدہ قواعد کے مطابق دنیاداروں کی مال کے ذریعے تالیف قلوب کرنا۔

۹) دلائل وغیرہ کے ذریعے منافقین کو (ان کے منافقانہ سرگرمیوں سے) روکنا اور ان کو اس بات پر مجبور کرنا کہ وہ اپنا نفاق چھپائیں اور اپنے بزدلانہ خیالات ظاہر نہ کریں، اس طرح ان میں اطاعت اختیار کرنے والوں کی رعایت کرنا تا کہ ان کے شر سے محفوظ رہا جا سکے۔

۱۰) اتنی ترقی کرنا کہ زیر تسلط علاقوں میں توسیع اور دشمن کو پسپا کرنے کے لیے اس پر حملوں اور اس سے مالِ غنیمت حاصل کرنے کی صلاحیت حاصل ہو جائے اور دشمن کو دائمی خوف اور بھاگنے میں عافیت محسوس کرنے کا احساس دلایا جائے۔

۱۱) جو لوگ مکمل طور پر انتظامیہ کو وفاداری دینے پر آمادہ نہ ہوں ان میں سے جن کے ساتھ اتحاد کرنا جائز ہو ان کے ساتھ اتحاد کرنا۔

(۲۸) پر آشوب وحشت زدہ حالات کی انتظامیہ کی موجودہ اور گذشتہ تاریخی مثالیں:

۱) مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کے بعد ابتدائی سال

''پر آشوب حالات کی انتظامیہ'' ہمارے اسلامی تاریخ میں متعدد مرتبہ قائم ہوئی اور اس کی پہلی مثال مدینہ منورہ میں اسلامی ریاست کی ابتدائی صورتِ حال ہے، روم اور فارس کے بادشاہ [illegible] جزیرۃ العرب کے اطراف میں واقع چند چھوٹی بڑی ریاستوں کو مستثنیٰ کر کے، جزیرۃ العرب کا پرانا نظام ''پر آشوب حالات کی انتظامیہ'' کے نظام کے مشابہہ تھا۔ اور اس سلسلے میں مدنی دور (حکومت مستحکم ہونے اور ایک ایسی ریاست قائم ہونے سے قبل جس کے پاس زکاۃ و جزیہ آتا ہو اور جو گورنر وغیرہ کی نامزدگی کرتی ہو وغیرہ) کو پہلا مرحلہ قرار دیا جا سکتا ہے گویا کہ اس گذشتہ زمانے کو اس حوالے سے وہ زمانہ قرار دیا جا سکتا ہے جس میں مدینہ منورہ ''پر آشوب حالات کی انتظامیہ'' کے نظام تلے چلایا گیا۔

جی ہاں مدینہ منورہ رسول اللہ کی ہجرت سے قبل پر آشوب حالات کا شکار نہ تھا بلکہ اوس و خزرج جیسے قبائل کی جانب سے مدینہ منورہ کو ایسے نظام کے ذریعے چلایا جا رہا تھا جو ''پر آشوب حالات کی انتظامیہ'' کے نظام کے مشابہہ تھا۔

(۲۹) پھر جب رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی تو اس زمانے میں مسلمانوں کی جانب سے مدینہ منورہ کو اس نظام کے مشابہہ نظام کے تحت چلایا گیا، بلکہ ''پر آشوب حالات کی انتظامیہ'' کے اس مثالی نظام کے تحت جس کی خصوصیات ہم ذکر کر چکے ہیں، مدینہ منورہ چلایا گیا۔

۲) اور جہاں تک ہماری اسلامی تاریخ کا تعلق ہے تو ان متعدد خصوصی حالات جیسے ایک خلافت کے زوال اور دوسری کے قیام کا کٹھن مرحلہ یا جن دنوں ہمیں بیرونی حملوں ''جیسے تاتاری اور صلیبی حملے'' کا سامنا تھا تو ان جیسے کٹھن مراحل میں اس جیسی انتظامیہ جات قائم ہوئیں اور پھر بعد میں ترقی کر کے چھوٹی ریاستیں بنیں یا پھر اسلامی خلافت کے قیام کا باعث بنیں یا دوسری ریاستوں یا اسلامی خلافت کی بڑی ریاستیں بنیں اور اس کی سب سے واضح مثال صلیبی جنگوں کا زمانہ ہے جیسے کہ شیخ علامہ عمر محمود ابو عمر (اللہ تعالیٰ ان کو رہائی نصیب فرمائے) فرماتے ہیں:

''جن لوگوں نے اس زمانے (صلیبی جنگوں کا زمانہ) سے متعلق گفتگو کی ہے ان میں سے اکثریت نے (اپنی گفتگو اور تحریر قلم) کو اُن بعض ایسی شخصیات کی جہت سے لیا ہے جنہوں نے سابقہ متفرق کوششوں پر ایسا اثر ڈالا کہ انہیں یکجا کر دیا چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ کوئی انشاء پرداز اس کو صلاح الدین ایوبی یا نور الدین زنگی کے حوالے سے ذکر کرتا ہے

(۳۰) اور اس طرح قاری غیر دانستہ طور پر یہ خیال کرنے لگتا ہے کہ اسلامی تاریخ کے اس پہلو نے صلیبیوں کا مقابلہ کیا اور پھر اسی جہت سے عظیم اسلامی ریاست قائم ہوئی حالانکہ یہ ایک واضح غلطی ہے کیونکہ تاریخ کے اس زمانے کے حالات گہری نظر سے دیکھنے والا قاری یہ واضح طور پر جان سکتا ہے کہ مسلمانوں نے چھوٹے چھوٹے مجموعہ جات (گروپوں) اور منتشر اور منقسم تنظیموں کے ذریعے سے صلیبی لشکر کا مقابلہ کیا۔

ہمیں واضح طور پر تاریخ میں نظر آتا ہے کہ ایک قلعہ جس پر کسی خاندان کی حکومت ہے اس کے کچھ لوگ اس خاندان کے زیر امارت ہو کر لڑتے ہیں، کہیں پر کسی بستی والے اپنی کسی عالم راہنما کے گرد جمع ہو کر لڑتے ہیں اور کسی جگہ پر ہم دیکھتے ہیں کہ کسی عالم کے شاگرد اس کی امامت اور اقتدار پر راضی ہو کر جہاد کرتے ہیں اور اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہتا ہے اور شاید کہ ہمارے لیے اس صورتحال کی صحیح وضاحت امیر اسامہ منقذ کی کتاب ''الاعتبار'' پیش کر سکتی ہے۔

اسامہ بن منقذ کا تعلق قلعہ شیزر سے تھا اور اس کا خاندان آل منقذ اس قلعے کا حکمران تھا، صلیبی جنگوں میں ان کا عظیم کردار ہے، اسامہ خود صلیبیوں کے خلاف لڑی جانے والی جنگوں کا بھی شاہد ہے!

1

(۳۱) اس سے قبل کہ میں کسی اور نکتے کی طرف چلا جاؤں، یہ بات سمجھنا ضروری ہے کہ بڑے قائدین جیسے آل زنگی اور ایوبیین کا کردار ان چھوٹے مجموعہ جات اور تنظیموں کو ایک پلیٹ فارم تنظیم تلے جمع کرنا تھا لیکن اس کے باوجود حق پر قائم ان چھوٹے مجموعہ جات کا صلیبی جنگوں میں بڑا کردار رہا''

"مقالات بین منهجین" للشیخ عمر محمود أبو عمر فک الله أسره

اگر آپ تفصیلی طور پر ان چھوٹے چھوٹے مجموعہ جات (جنہوں نے کچھ قلعوں اور چھوٹی چھوٹی بستیوں پر کنٹرول حاصل کیا تھا اور تباہ کن کاروائیاں سرانجام دیتے تھے) کی کارکردگی معلوم کرنا چاہتے ہیں تو ان واقعات کا مطالعہ کریں جو صلیبی جنگوں سے متعلق لکھی گئی ہیں آپ کو اندازہ ہوگا کہ اہل علم وجہاد کے مجموعہ جات نے جو تباہ کن چھوٹی کاروائیاں کیں، درحقیقت وہی کاروائیاں بڑے معرکوں میں فتح کا ذریعہ بنیں، بڑے معرکے بذات خود فتح کا ذریعہ نہیں بنے بلکہ حطین جیسے بڑے معرکے درحقیقت ان چھوٹی چھوٹی کاروائیوں کا نتیجہ تھے جو تاریخ میں ذکر کرنے کے تو لائق نہیں ہیں لیکن بڑی اور آخری فتح کے لیے بنیادی حیثیت کے حامل ہیں۔

من مقالہ "تلک امة محمد ﷺ لن تموت" للشیخ عمر محمود ابو عمر فک الله اسره.

(۳۲) "پر آشوب حالات کی انتظامیہ" کی ایک حیرت انگیز مثال وہ ہے جسے شیخ عبداللہ عزام رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ اٹلی اور فرانس کے درمیان واقع ایک پہاڑی علاقے کا انتظام چلانے کے لیے سو آدمی کھڑے ہوئے اور انہوں نے اس علاقے کے قریب واقع علاقوں پر جزیہ کی طرح ٹیکس لگالیا اور ایک عرصے تک یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہا۔ اسی طرح وہ تحریکیں جنہوں نے [illegible] علاقوں میں انتظامیہ قائم کی اور ترقی کرتے ہوئے بہت سارے علاقوں کو اس کے گرد ایک عرصے تک ریاستی انداز میں جمع کیا ان میں ایک حضرت سید احمد شہید کی تحریک ہے۔ اس تحریک نے ہندوستان، کشمیر، پاکستان اور افغانستان کے ایک بڑے خطے میں توحید وجہاد کے دعوت کی تجدید کی۔

اس سے قطع نظر کہ ایک قوت کے طور پر اس تحریک کی عمر بہت کم تھی، یہ تحریک انیسویں صدی کی ابتداء سے نصف صدی سے کچھ زیادہ عرصے تک برقرار رہی مگر اس کا اثر آج تک برقرار ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں خصوصاً انگریزوں کے خلاف جتنی بھی کاروائیاں ہوئی ہیں یہ سب کشمیر، ہندوستان اور افغانستان میں اس تحریک کی تعلیمات کا اثر ہے بلکہ شاید پاکستان کا ہندوستان سے علیحدہ ہونا بھی اس تحریک کے بچے کچے اثرات کا نتیجہ ہے۔

(۳۳) اس انحراف سے قطع نظر جو بیسویں صدی کے نصف میں جہاد کا ثمرہ حاصل کرنے کے بعد پاکستانی حکومت نے کیا۔ افغان جہادی راہنما تو اب بھی سید احمد شہید کی سیرت سے روشنی حاصل کرتے ہیں اور کیوں ایسا نہیں ہوگا؟ حالانکہ سید شہید افغانستان کے پہاڑوں کو جانتے تھے اور یہ پہاڑ ان کو پہچانتے تھے!

یہ مثالیں تو مسلمانوں کے اعتبار سے تھیں "پر آشوب حالات کی انتظامیہ" کی ایسی سینکڑوں مثالیں اور بھی ہیں جس میں کفار نے اس قسم کی انتظامیہ کو یورپ افریقہ اور باقی براعظموں میں ماضی میں قائم کیا ہے۔

بہر حال موجودہ زمانے میں جب دوسری جنگ عظیم کے خاتمے کے بعد "سائیکس بیکو" معاہدہ ہوا اور یہ معاہدہ ترقی کرتا ہوا مستحکم ہوا اور اقوام متحدہ وجود میں آئی اور جاہلی نظام نے کرنسی، قومیت (نیشنلٹی) اور ممالک کے درمیان حد بندی کے مصنوعی باڑ لگا کر اقوام عالم پر (ان کو تقسیم کرنے میں کامیاب ہو کر) مضبوط کنٹرول حاصل کرلیا تو اب اس طرح کی انتظامیہ جات تشکیل دینا مشکل ہوگیا، لیکن پھر بھی کچھ جگہوں پر "پر آشوب حالات کی انتظامیہ" وجود میں آئی، خصوصاً ان علاقوں میں جو مرکز سے دور تھے اور ان کے جغرافیائی اور رہائشی حالات اس میں مددگار تھے۔

(۳۴) اسی طرح موجودہ زمانے میں اسلامی یا غیر اسلامی مجموعات کی بھی کئی مثالیں ہیں جیسے افغانستان میں جہاد کے ابتدائی مراحل کی جنگجو تنظیمیں، تحریک طالبان کے ابتدائی مراحل سے لے کر ریاست قائم کرنے تک کے مراحل (اللہ تعالیٰ دوبارہ عزت ورفعت کے ساتھ اس ریاست کو قائم فرمائے) اس سے قطع نظر کہ یہ انتظامیہ جات اسلام کی حقیقی مثالی تصویر کے کتنے قریب، دور یا پھر مخالف تھیں۔

اسی طرح ابوسیاف کی تحریک اور محاذ برائے آزادیٔ مورو فلپائن، اسی طرح (بعض تحریکوں کے منحرف ہونے سے قطع نظر کرتے ہوئے) نویں کی دہائی میں جہادی کاروائیوں کے زمانے میں الجزائر کی جہادی تحریکیں

اس طرح صومالیہ میں "سیاد بری" ریاست کے خاتمے کے بعد وجود میں آنے والے چند اسلامی اور غیر اسلامی تحریکیں

یہاں پر یہ تنبیہ کرنا ضروری ہے کہ حماس اور فلسطین میں موجود "جہاد اسلامی" اور نویں کی دہائی میں مصر کی اسلامی جماعتوں اور اس طرح لیبیا کی جنگجو تنظیم اور ان کے مشابہ دیگر تنظیموں کو "پر آشوب حالات کی انتظامیہ" تشکیل دینے والی جماعتوں میں شمار نہیں کیا گیا ہے کیونکہ یہ جماعتیں بلکہ ان میں سے بعض تو اب بھی "پر آشوب حالات کی انتظامیہ" سے پہلے والے مرحلے میں ہیں۔

(۱) جو (دشمن کو) "شکست دینے اور تباہ کرنے کی قوت" کا مرحلہ کہلاتا ہے، یہ مرحلہ عادةً اس مرحلے سے پہلے ہوتا ہے جس میں سنگین اور افراتفری کے حالات پیدا ہوتے ہیں جبکہ زیر کرنے والی قوت کو اس بات کا اندازہ ہو کہ افراتفری اور بدنظمی والے حالات پیدا ہوں گے چنانچہ ان سے نمٹنے کے لیے تیاری کی جاتی ہے ورنہ تو بعض وہ مجموعہ جات جو دشمن کو زیر کرنے اور اسے کمزور کرنے کیلئے کاروائیوں میں لگے رہتے ہیں ان کی پالیسیوں میں یہ بات (افراتفری کنٹرول کرنا) نہیں ہوتی بلکہ کبھی کبھار تو یہ مجموعہ جات ایسی دوسری ریاست یا قوت کی ریاست کو کمزور کرنے کے لیے تباہ کن کاروائیاں کرتی ہے تاکہ وہ دوسری ریاست یا قوت تباہ شدہ ملک اور "پر آشوب حالات کی انتظامیہ" کے مرحلے سے گزرے بغیر ریاست کا قیام عمل

میں لائے۔

عنقریب اگلی بحث میں "دشمن کو زیر کرنے اور تباہ کرنے والی قوت" کے مرحلے کی تعریف اور اہداف ذکر کیے جائیں گے واضح رہے کہ یہ وہ مرحلہ ہے کہ جس سے ہم فی الحال گزر رہے ہیں۔ہم واپس "پرآشوب حالات کی انتظامیہ" کے موجودہ مثالوں کی طرف لوٹتے ہیں اور اپنی توجہ غیر اسلامی تحریکوں پر مرکوز کرتے ہیں چنانچہ ان میں سے کچھ یہ ہیں:

(۳۶) ۱) جنوبی سوڈان میں جان جارج کی تحریک جس کا نام "عوامی محاذ برائے آزادی سوڈان" ہے۔

۲) وسطی اور جنوبی امریکہ میں بائیں بازو کی تحریکیں اور شاید کہ بائیں بازو کی ان تحریکوں نے بعض علاقوں میں "پرآشوب حالات کی انتظامیہ" کو بہت اچھے طریقے سے چلایا ہے اور بعض نے تو ریاستیں بھی قائم کی ہیں لیکن چونکہ یہ لوگ ان علاقوں کو اپنے اُن گندے اصولوں کے تحت چلاتے ہیں جن کو ارد گرد کے علاقے عادۃً قبول نہیں کرتے اس وجہ سے ان کی سلطنتیں وسعت اختیار نہیں کرتیں کیونکہ لوگ مرکزی حکومت سے کٹ کر "پرآشوب حالات کی انتظامیہ" سے ملنے یا مرکزی ریاست کے کھنڈرات پر نئی ریاست قائم کرنا قبول نہیں کرتے۔

ہمیں یہ بات جاننا چاہیے کہ سویت یونین کے ٹوٹنے اور جن معاشی ذرائع پر ان تحریکوں کا انحصار تھا، کے ختم ہونے کے بعد یہ تحریکیں اپنے معاشی ذرائع میں اپنے علاقوں میں حکومتی قوانین سے ہٹ کر غیر ملکیوں کے لیے پرامن پناہ گاہیں مہیا کرنے یا منشیات کے بڑے بڑے تاجروں کو تحفظ فراہم کرنے بلکہ خود منشیات کی کاشت اور اس کی تجارت کرنے پر انحصار کرتی ہیں ،اسی طرح ملکی باشندوں کو لوٹنا اور ان کو اغوا کر کے ان کے بدلے تاوان وصول کرنا یا ان کو یرغمال بنانا اور انسانی ڈھال کے طور پر استعمال کرنا بھی ان کا شیوہ ہے۔

(۳۷) پرآشوب معاشرہ جس کو یہ لوگ چلاتے ہیں اس میں اگر چہ عدالتی نظام موجود ہوتا ہے لیکن ان بے ہودہ اصولوں کے مطابق جن کا یہ لوگ اعتقاد رکھتے ہیں یہ نظام اخلاقی پستی سے لبریز ہوتا ہے، ان کے علاقوں کا دفاعی نظام بہت عمدہ ہوتا ہے یہاں تک کہ امریکہ اس بات پر پہنچ پا ہے کہ وہ ان کو تباہ کرنے یا ایسی ریاستوں کے نظام کے ساتھ ملانے پر قادر نہیں جن ریاستوں کا نظام امریکہ یا اس ادارے کے محور میں چلتا ہے جس کو "اقوامِ متحدہ" کا جھوٹا اور خود ساختہ نام دیا جاتا ہے البتہ ہم یہ بات ذکر کریں گے کہ ہمارا یہ عقیدہ اور ایمان ہے کہ (وسطی اور جنوبی امریکہ کے بائیں بازو کی تحریکوں اور امریکہ کی جنگ) ان دو نظاموں (سسٹموں) کی جنگ ہیں جن میں کفر اور ظلم جمع ہیں۔

(۳۸)

15

دوسری بحث: کنٹرول حاصل کرنے کا طریقہ

۱) بنیادی ریاستوں کے مراحل:

یہ تین ہیں: ۱۔تباہی و بربادی کی قوت کا مرحلہ۔ ۲۔پرآشوب حالات کی انتظامیہ کا مرحلہ۔ ۳۔پھر کنٹرول کی قوت (ریاست کے قیام کا مرحلہ)

باقی ریاستوں کے مراحل: یہ دو ہیں:

۱۔تباہی اور بربادی کی قوت کا مرحلہ۔ ۲۔پھر فتح یعنی کنٹرول حاصل کرنے کا مرحلہ اور کنٹرول کرنے کی قوت باہر (نامزد بنیادی ریاستوں) سے آئے گی۔

نوٹ: ممکن ہے کہ وقتی حالات کے پیشِ نظر بعض غیر بنیادی ریاستیں، بنیادی ریاستوں کے مراحل سے گزریں۔

وہ ریاستیں جو بنیادی ریاستوں کے طور پر نامزد کی گئی ہیں:

اس تجدیدی تحریک جس کا موجودہ جاری حالات سے تعلق ہے (توحید اور جہاد ویب سائٹ پر شیخ ابو مصعب سوری، (عمر عبدالحکیم) کے ابحاث ملاحظہ فرمائیں) کے قریبی مطالعے اور تحقیق نے کچھ ایسی ریاستوں (صحیح معنوں میں انہیں ریاست کے بجائے علاقے کہنا چاہیے) کی نشاندہی کی ہے جن پر مجاہدین کی طرف سے توجہ مرکوز کرنی چاہیے تاکہ مجاہدین کی عسکری قوت ایسی ریاستوں میں بکھرنے نہ پائے جن میں بنیادی توجہ دینے کے کام کے سوا کوئی چارہ نہیں۔

(۳۹) بلاشبہ یہ بنیادی نظریاتی نشاندہی ہر علاقے والوں کو (اپنے حالات) گہری نظر سے دیکھنے اور (موقع کے مناسب ان کے بارے میں) فیصلہ کرنے کا موقع فراہم کرے گی اور اس سے دیا تین ایسی ریاستوں پر جن کے لوگوں میں حرکت کی صلاحیت ہوگی، توجہ مرکوز کرنا ممکن ہوگا یہ بات "بنیادی توجہ" کے کام کو حوالے سے تھی اس لیے یہ تنبیہ ضروری ہے کہ (تجدیدی تحریک) تحقیقات ان تباہ کن کاروائیوں سے غافل نہیں جو دنیا میں باقی مسلم گروہوں کی طرف سے دشمن کی قوت کو بکھیرنے اور اس کی توجہ ہٹانے کے لیے اس اگلے جہاد کے مقدمات کے طور پر ہوتی ہیں جو سرحدات کے باہر ہوگا۔

ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس معاملے میں بدلتے حالات کے پیشِ نظر حکمتِ عملی میں تبدیلی واقع ہو سکتی ہے یہ تحقیقات نائن الیون کے واقعات سے تین سال قبل نشر کی گئیں تھیں، نائن الیون کے واقعات اور اس کے بعد کے حالات کے پیشِ نظر قیادت نے کچھ ترامیم کرتے ہوئے بعض علاقوں کو بنیادی علاقوں کی فہرست سے نکال دیا البتہ ان علاقوں کو منصوبے میں شامل رکھا گیا تاکہ یہ (علاقے) باقی (غیر بنیادی) ریاستوں کے نظام کے تحت چلتے رہیں مزید دو ریاستوں (یا علاقے کہہ لیں) یعنی بلادِ حرمین اور نائجیریا کو شامل کیا گیا، چنانچہ ابتدائی طور پر مندرجہ ذیل ریاستوں کے علاقوں کو بنیادی ریاستوں کی فہرست میں شامل کیا گیا:

(۴۰) اردن، بلادِ مغرب (الجزائر)، نائجیریا، پاکستان، بلادِ حرمین اور یمن

واضح رہے کہ یہ ابتدائی نامزدگی ہے دگرنہ توان علاقوں کے ان لوگوں کو جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور پھر اپنی ذات کیساتھ مخلص ہیں چاہیے کہ زیادہ باریک بینی کے ساتھ غور وفکر کرلیں کہ وہ کس حد تک ٹھوس شکل میں حرکت کرسکتے ہیں؟ یہ پہلی بات ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس نامزدگی کا مقصد یہ ہے کہ یہ علاقے سب سے زیادہ قریبی نامزد شدہ علاقے ہیں ورنہ تو اس میں کوئی حرج نہیں کہ دو یا تین ریاستوں پر بنیادی توجہ مرکوز رکھتے ہوئے ان پر اکتفا کیا جائے، باقی ریاستیں غیر بنیادی ریاستوں کے مراحل اور طریقۂ کار کے مطابق چلتی رہے بلکہ کبھی کبھار یہ صورت بہتر ہوتی ہے، ہم اللہ تعالیٰ سے دین میں ثابت قدمی اور ہدایت پر استقامت کا سوال کرتے ہیں۔

16

نہایت اہم تنبیہ: مثال کے طور پر جس وقت میں یمن کہتا ہوں اور اسے ریاست کے بجائے علاقہ کہتا ہوں تو اس سے میرا مقصود یہ ہوتا ہے کہ مجاہدین اقوامِ متحدہ کی سرحدات کا لحاظ کئے بغیر، یمن، حجاز اور عمان کی حدود میں آزادی کے ساتھ حرکت کریں، جب پرآشوب علاقے یا علاقہ کہتا ہوں۔

(۳) تو اس سے میری مراد پوری ریاست نہیں ہوتی بلکہ پرآشوب علاقہ عمومی طور پر کبھی ایک شہر، بستی، محلہ یا بڑے شہر کا ایک علاقہ ہوتا ہے۔

نامزدگی کے بنیادی اجزاء یا عناصر

ایسی ریاستیں جن میں پرآشوب علاقے بن سکتے ہیں ان کے باہمی تعلقات کو دیکھتے ہوئے اس بات کا لحاظ رکھا جائے کہ ان میں مندرجہ ذیل تمام یا بعض باعث تقویت امور پائے جائیں:

۱) جغرافیائی اعتبار سے ایسی گہرائیوں کا پایا جانا جو ہر ملک میں علیحدہ طور پر ایسے علاقے قائم کرنے کی اجازت دیں جن کو پرآشوب حالات کی انتظامیہ کے تحت چلایا جاسکے۔

۲) حکومتی نظام کا کمزور ہونا اور نواحی علاقوں بلکہ پرہجوم علاقوں میں اس کی گرفت کمزور ہونا۔

۳) ان علاقوں میں اسلامی جہادی کمک کا پایا جانا۔

۴) ان علاقوں کے لوگوں کا مزاج۔ اس حوالے سے اللہ تعالیٰ نے بعض علاقوں کو بعض پر فوقیت دی ہے۔

۵) ان علاقوں میں لوگوں کے ہاتھوں میں اسلحہ کا پھیلاؤ۔

ہماری خوش قسمتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے نامزد ریاستوں کی اکثریت آپس میں ایسی دور اور مسافت بعیدہ پر واقع ہیں کہ جو کسی بھی ریاست کی فوج کے لیے عالم اسلام کے وسیع وعریض علاقے میں پھیلاؤ کی مہم جوئی کو مشکل بنا دیتی ہے۔

(۳) عالم اسلام کے وہ دیگر علاقے جن میں اسلامی جہادی کمک تو موجود ہے لیکن جاسوس ہر لمحے ان کی ٹوہ میں رہتے ہیں (خصوصاً گیارہ ستمبر اور اسکے بعد کے واقعات کے بعد) اور جغرافیائی گہرائی والے علاقوں کی ناپیدگی کی وجہ سے ان علاقوں میں نامزد ریاستوں کی طرح نقل وحرکت بھی ممکن نہیں جس کی بناء پر ان علاقوں کے مجاہدین کو عمومی طور پر اپنے علاقوں کی حکومتوں سے اور خصوصی طور پر ان کی مرکزی قوت سے مشکلات کا سامنا ہے اور اس پر ان علاقوں کے کچھ عوام کا مزاج مستزاد ہے تو ایسے علاقوں والوں پر لازم ہے جیسے کہ ہم تفصیل بیان کریں گے کہ تباہی پھیلانے کا آغاز کریں بلکہ یہ کام ترکی اور تیونس میں شروع ہو چکا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ (تفصیل عنقریب آجائے گی) عالم اسلام کی بنیادی اور غیر بنیادی ریاستوں میں متفرق مجموعات کے ذریعے تباہی وبربادی کی قوت کا مرحلہ شروع کیا جائے تاکہ نامزد ریاستوں کے کچھ علاقوں میں تحقیقات کے مطابق متوقع پرآشوب حالات پیدا ہو جائیں اس دوران باقی ریاستوں کے علاقوں میں حکومتی نظام کی طاقت اور اس کی مرکزی قوت کی مضبوطی کی بجہ سے "پرآشوب حالات" پیدا نہیں ہونگے پھر پرآشوب حالات والے علاقے ترقی کرتے ہوئے پرآشوب حالات کی انتظامیہ کے مرحلے میں داخل ہو جائیں گے اور عالم اسلام کی ریاستوں کے باقی علاقے دو طرح سے ان کی امداد جاری رکھیں گے:

(۳) ۱) ہمارے ہاتھوں چلائے جانے والے پرآشوب علاقوں کو لاجسٹک سپورٹ (زمینی امداد) کی فراہمی۔

۲) اپنے علاقوں کے نظاموں کے خلاف (تباہی وبربادی کی قوت) کا استعمال کرنا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے فتح ونصرت آجائے۔

نوٹ: لاجسٹک سپورٹ سے میری مراد مال، افراد کی منتقلی کا مرکز، ٹھکانوں کی فراہمی، میڈیا....وغیرہ ہیں۔

تباہی وبربادی کی قوت کے مرحلے کے بنیادی اہداف

۱) نامزد اور غیر نامزد ریاستوں میں دشمن اور اس کے کٹ پتلی نظاموں کو کاروائیوں (اگرچہ جتنی چھوٹی ہی کیوں نہ ہوں حتی کہ کسی صلیبی کے سر پر لکڑی مارنا ہی کیوں نہ ہو لیکن بعد میں ان کاروائیوں کے پھیلاؤ اور بڑھنے کا ایک طویل زمانے تک اثر ہوگا) کے ذریعے تباہ کرنا اور ان کی کوششوں کو بکھیرنا اور دشمن کو ایسی پوزیشن پر لانا کہ وہ سانس بھی نہ لے سکے۔

۲) ٹائمنگ اور کاروائیوں کی صلاحیت کے لحاظ سے مناسب وقت میں ایسی خاص قسم کی کاروائیوں (جو لوگوں کی توجہ اپنی طرف مبذول کرے) کے ذریعے نوجوانوں کو جہادی صفوں کی طرف راغب کرنا۔

(۳۴) واضح رہے کہ خاص قسم کی کاروائیوں سے میرا مقصود بالی، بحیا اور تونس میں جربہ کی طرز پر درمیانی درجے کی کاروائیاں ہیں

17

نیز اسی طرح ترکی کی کاروائیاں اور عراق کی بڑی کاروائیوں کے طرز پر درمیانی درجے کی کاروائیاں بھی اس میں شامل ہیں، میرا مقصد گیارہ ستمبر کی طرز کی کاروائیاں نہیں کیونکہ ان (بڑی) کاروائیوں میں غور وفکر (اور ان کے لئے طویل منصوبہ بندی) کبھی کبھار چھوٹی چھوٹی کاروائیوں میں رکاوٹ بن جاتی ہے اور اگر نائن الیون کے طرز پر کاروائی کا امکان بھی ہو تب بھی اعلیٰ قیادت سے مشورہ کئے بغیر جلد بازی نہ کی جائے ویسے بھی عمومی طور پر اس جیسی کاروائیاں کمک اور سپورٹ وغیرہ کی محتاج ہوتی ہیں اور یہ چیزیں عام طور پر اعلیٰ قیادت کی جانب سے حاصل کی جاسکتی ہیں۔

جبکہ بالی اور محیا طرز کی کاروائیوں میں اعلیٰ قیادت کی مشاورت کے انتظار کی ضرورت نہیں کیونکہ ان جیسی کاروائیوں کی پہلے سے اجازت دی جاچکی ہے، ممکن ہے کہ اس جیسی درمیانی درجے کی کاروائیوں کا اوسط، پھیلاؤ کے اعتبار سے نیز چھوٹی کثیر کاروائیوں (جس کا ذکر ہم نے گذشتہ نقطہ میں کیا تھا) کی بنسبت سست ہو اس وجہ سے ایک مناسب عرصے (جس میں عام چھوٹی کاروائیاں کرنے والوں کو سپورٹ دینے اور انہیں بڑھانے پر کام کیا جائے) میں درمیانی درجے کی کاروائیوں کی رفتار کو بڑھا کر عام چھوٹی کاروائیوں کی رفتار سے قریب کیا جاسکتا ہے۔

(۳۵) نوٹ: یہ بات جاننا بہت ضروری ہے کہ ابتداءً عام چھوٹی کاروائیوں کی افادیت اور نتائج کا اچھی طرح اندازہ لگایا جائے کیونکہ کبھی کبھار عام چھوٹی کاروائیاں کئی مشکلات ومفاسد کا ذریعہ بنتی ہیں یا پھر کسی ایسے مجموعے کے ظاہر کرنے کا سبب بنتی ہیں جو درمیانی درجے کی کاروائی کے لیے تیار ہو اور جب چھوٹی کاروائیاں کرنے والے اپنے آپ کو ترقی دیتے ہوئے درمیانی درجے کی کاروائیوں کے لیے اہل سمجھے تو ان کو ضرور ایسا کرنا چاہیے اگر چہ ان کو اس کی وجہ سے چھوٹی کاروائیاں ختم ہی کیوں نہ کرنا پڑے البتہ نئے مجموعات کی ترقی کے لیے فی الجملہ عمدہ طریقہ یہ ہے کہ وہ اچھے انداز سے احتیاط کرتے ہوئے ابتداءً چھوٹی چھوٹی کاروائیاں کرے۔

۳) وہ منتخب علاقے جن میں بنیادی نقل وحرکت کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے، ان میں سے بعض یا تمام کو (باطل) نظاموں کے کنٹرول سے نکالنا اور پھر ان پرآشوب حالات کا انتظام چلانا جو تقریباً ان علاقوں میں پیدا ہونگے، اس بات کو ملحوظ رکھتے ہوئے کہ ہمارا ہدف درحقیقت ان علاقوں کو مرتد نظاموں کے کنٹرول سے نکالنا ہے، اسی ہدف کا ہم اعلان کرتے ہیں اور اس پر اپنی نیتیں قائم کرتے ہیں، محض شورش اور افراتفری کی صورت حال پیدا کرنا ہمارا مقصود نہیں۔

(۳۶) نوٹ: ہمیں کبھی کبھار غیر نامزد ریاستوں کی گہرائیوں یا نواح میں کچھ علاقوں کے غیر یقینی، پرآشوب حالات میں گر جانے کا اچانک سامنا کرنا پڑتا ہے اس وقت یہ معاملہ دو صورتوں سے خالی نہیں ہوگا یا تو ان علاقوں میں کچھ ایسی اسلامی تنظیمیں موجود ہونگی جو اس غیر یقینی صورت حال کے انتظام کو چلاسکیں یا نہیں؟ دوسری صورت میں یہ علاقے یا تو غیر اسلامی تنظیموں یا بچے کچھے حکومتی نظام یا منظم جماعتوں کے قبضے میں چلے جائیں گے۔

یہاں ایک اہم شبہ پر تنبیہ ضروری ہے۔

علامہ شیخ عمر محمود ابوعمر فرماتے ہیں: ''یہاں بعض بے ہودہ تحریکوں کے قائدین کی اس گمراہ کن دعوت پر تنبیہ ضروری ہے کہ قومی وحدت کا تحفظ ضروری ہے، اس سے صرف نظر کرتے ہوئے کہ اس میں کفر یہ قوم پرستی کا شبہ بھی ہے یہ بات اس امر کی واضح دلیل ہے کہ یہ لوگ ثقافتوں کے عروج وزوال کے واضح راستے سے ناواقف ہیں۔

۴) تباہی اور بربادی کی قوت کے اہداف میں سے چوتھا ہدف یہ ہے کہ تباہی پھیلانے والے مجموعہ جات کو عملی مشقوں کے ذریعے ترقی دی جائے تاکہ وہ نفسیاتی اور عملی طور پر ''پرآشوب حالات کی انتظامیہ'' کے مرحلے کیلئے تیار ہیں۔

(۳۷) ''پرآشوب حالات کی انتظامیہ'' کے اہم اہداف

ہم یہاں پر ان اہم نکات کو زیر بحث لائیں گے جو ہم نے ''پرآشوب حالات میں قابل تقلید انتظامیہ کے مقاصد'' کے عنوان کے تحت ذکر کئے ہیں:

۱) ہر ماتحت علاقے میں اندرونی امن وامان کی صورت حال برقرار رکھنا۔

۲) علاج وغذا کی فراہمی

۳) جنگی صلاحیت بڑھا کر اور دفاعی قلعہ بندیاں کر کے پرآشوب علاقے کو دشمن کے حملوں سے محفوظ رکھنا۔

۴) پرآشوب علاقوں کے لوگوں کے درمیان شرعی فیصلہ سازی کا نظام قائم کرنا۔

18

۵) پرآشوب علاقوں کے نوجوانوں کی تربیت کے دوران ان کی ایمانی اور جنگی صلاحیتوں کو بڑھانا اور دنیا اور آخرت کی اہمیت واضح کر کے ایک ایسے معاشرے کو تشکیل دینا جو اپنی تمام جماعتوں اور افراد سمیت لڑ سکے۔

۶) الاہم فالاھم دینی اور دنیاوی علوم کی فراہمی۔

۷) جاسوس پھیلانا اور جاسوسی کا ایک چھوٹا ادارہ قائم کرنا۔

۸) شرعی ضوابط کے مطابق یا کم از کم انتظامیہ کے اراکین کے درمیان اعلان کردہ قواعد کے مطابق دنیاداروں کا کچھ مال کے ذریعے تالیف قلوب کرنا۔

۹) دلائل وغیرہ کے ذریعے منافقین کو شکست دینا اور ان کو اس بات پر مجبور کرنا کہ وہ اپنا نفاق چھپائیں اور

(۴۸) اپنے بزدلانہ عزائم وافکار ظاہر نہ کر سکیں، اس طرح ان میں سے اطاعت اختیار کرنے والوں کا خیال رکھنا تاکہ ان کے شر سے محفوظ رہا جا سکے۔

۱۰) توسیع سلطنت کی قدرت اور دشمن کو پسپا کر کے اس کے مال کو غنیمت بنانے اور اس کو دائمی خوف اور بھاگنے میں عافیت محسوس کرنے پر مجبور کرنے کی صلاحیت حاصل کرنا۔

۱۱) جو لوگ مکمل طور پر انتظامیہ کو وفاداری دینے پر آمادہ نہ ہوں ان میں سے جس کے ساتھ معاہدہ کرنا جائز ہو اس کے ساتھ اتحاد و معاہدہ کرنا۔

۱۲) مذکورہ اہداف کے ساتھ ہم ایک اور ہدف کا اضافہ کرتے ہیں جس کا تعلق مستقبل سے ہے وہ یہ ہے کہ تمام انتظامی مجموعہ جات کو کنٹرول حاصل کرنے کی قوت، فتح کے ثمرات سمیٹنے اور ریاست قائم کرنے کے لیے تیار کرنا۔

اسی طرح اس مرحلے میں کچھ اور اہداف بھی ہیں جن کے لیے غیر نامزد ریاستوں اور ایسے علاقوں میں کام کیا جائے گا جو علاقے پر آشوب حالات میں نہ پھنسے ہوں۔ ان میں سے اہم اہداف یہ ہیں:

(۴۹) ۱) بقدر امکان تباہی و بربادی پھیلانے میں دوام اختیار کرنا۔

ہمارے ہاتھوں چلائے جانے والے دور یا نزدیک پر آشوب علاقوں کے لیے لاجسٹک سپورٹ کی فراہمی کا جال بچھانا اور اگر تباہی اور بربادی پھیلانے اور لاجسٹک سپورٹ کی فراہمی کے درمیان تعارض پیدا ہو جائے ان میں سے جو بات زیادہ مفید ہو اس کو اختیار کیا جائے۔

۲) کام کرنے اور حرکت کرنے کی پالیسی

امریکہ پر مسلسل حملوں کا سلسلہ ستمبر کے اس حملے پر ختم ہوتا ہے جس کا امریکہ شرعاً مستحق تھا اور یہ حملہ اللہ کے اذن سے عنقریب مزید کامیاب ثابت ہوگا۔ جب اس کے تمام اسباب مہیا ہو جائیں۔ الحمدللہ یہ ایک کامیاب حملہ تھا اور ان بڑھتے ہوئے حملوں کا حتمی نتیجہ عوام اور مرتد افواج کے دنیا پرستوں کے دلوں سے امریکی ہیبت کا زائل ہونا تھا اور جنگ کی آگ کے کسی علاقے کے قریب ہونے اور واقعات کے رونما ہونے کی بنا پر جہادی تحریک کو وہ افرادی قوت میسر آئی جو اس افرادی قوت سے زیادہ تھی جس کا نویں کی دہائی میں جہادی تحریک کو نقصان ہوا تھا یہ افرادی قوت عادتاً بڑی کاروائیوں کے بعد ان کے حجم (عسکری نتائج کی ضخامت) کے اعتبار سے سامنے آتی ہے۔

(۵۰) اس وجہ سے امریکہ انتقام لینے کی کوشش کرتا اور یہیں سے معرکہ مزید گرم ہو جاتا اب یا امریکہ ایک محدود جنگ چھیڑتا جس سے اس کی تسلی نہ ہوتی اور جس میں وہ اس بڑھتے ہوئے جہادی قوت کو کنٹرول نہ کر پاتا اور امریکہ افغانستان کی اس ریاست کو گرا دیتا جہاں سے اس کے خلاف یہ منصوبہ بنایا گیا تھا یا وہ خود ہی ستمبر کے واقعات کے رونما ہوئے بغیر زوال پذیر ہو جاتی (دیکھئے تمہیدی بحث)

یا امریکہ ایک ایسا مقابلہ شروع کرتا جو اس جہادی کمک کو ستمبر کے مجموعہ جات جیسی ہزاروں مجموعہ جات میں تبدیل کر دیتا اور یہ مجموعہ جات امریکہ پر ضربیں لگاتی اور امریکہ کبھی کسی ایسی ریاست کو نہ پاتا جس سے وہ بطور ذمہ دار اور باقی سے بطور ایجنٹ انتقام لیتا۔

اس طرح امریکہ پر واضح ہو جاتا کہ وہ نظام جن کو امریکہ امداد فراہم کرتا ہے اس کو حملوں سے محفوظ رکھ سکتے ہیں اور نہ ہی خطے میں اس کے یا اس کے لے پالک اسرائیل کے اسٹریٹیجک مفادات کا تحفظ کر سکتے ہیں اس لیے اس کے پاس دوسرے جال میں پھنسنے کے سوا کوئی چارہ کار نہ ہوگا۔ واضح رہے کہ پہلا جال ہم ذکر کر چکے ہیں جو کہ افغان جنگ ہے جس کے دوران اس ملک میں امریکا کا اپنے تمام فوجی اہداف حاصل نہ کرنا اور ایک

(۵۱)

دو یا اس سے زائد سالوں تک اس ملک کی مزاحمت کرنا، عوام اور مرتد افواج کے کچھ شرفاء کا نظریہ تبدیل کر دیگا (اور وہ یہ سمجھیں گے کہ)

(۵۱) امریکہ کا مقابلہ ممکن ہے۔ دوسرا جال یہ ہے کہ امریکہ اپنے ان فوجوں کو جو علاقہ قبضہ کر کے وہاں پر بغیر کسی مقابلے کے فوجی اڈے بناتی ہے علاقے کے عوام کے ساتھ حالت جنگ میں جھونک دے گا۔

اب تک مشاہدے میں آرہا ہے کہ امریکہ نے ایسی کاروائیاں کی ہے جنہوں نے جہادی کمک میں اضافہ کیا ہے اور نوجوانوں کے ایسے لشکر تیار کر لیے ہیں جو امریکہ کے مقابلے کے لیے منصوبہ بندیاں اور پالیسیاں بنا رہے ہیں جبکہ یہی امریکی فوج پہلے بھی ان کے پڑوس میں موجود تھی حالانکہ عوام سو رہے تھے اور کسی خطرے کا احساس نہیں کر رہے تھے، اس طرح امریکی انتظامیہ کے لیے امریکہ کا دیوالیہ پن اور یہ بات واضح ہونا شروع ہوگئی ہے کہ ایک ہی وقت میں ایک سے زائد جنگوں میں کودنا ایک ایسی خام خیالی ہے جو کاغذ پر لکھی ہوئی تحریری کے علاوہ (نفس الامر میں) کہیں اور نہیں پائی جا سکتی اور یہ کہ اطراف (محاذات جنگ) سے مرکز کا دور ہونا ایک ایسا انتہائی موثر امر ہے جو امریکہ کو جنگ کے خاتمے پر مجبور کرتا ہے یہ تمام نتائج دن بدن بڑھتے جا رہے ہیں والحمدللہ من قبل و من بعد۔

(۵۲) چنانچہ دنیا کے کونے کونے میں امریکہ اور اس کے اتحادیوں پر پے در پے ضربیں لگائی جا رہی ہیں یہ تو موجودہ لمحات تک کی صورت حال ہے تو وہ کونسی پالیسی ہے جس کی

روشنی میں ہم اپنی سرگرمیوں کو حرکت میں لائیں گے یہاں تک ہمارے وہ اہداف حاصل ہو جائیں جنہیں ہم نے بحکم خداوندی پورا پورا ذکر کر دیا ہے:

۱) عالم اسلام کے تمام علاقوں بلکہ عالم اسلام کے باہر بھی اگر ممکن ہو صلیبی اور صہیونی دشمن کے خلاف تباہ کن حملوں میں توسیع اور تنوع پیدا کرنا بایں طور کہ دشمن کے اتحادیوں کی کوششیں بکھر جائے اور پھر اس سے بڑے پیمانے پر اس کو دیوالیہ پن لاحق ہو جائے مثال کے طور پر: اگر انڈونیشیا میں ایسے سیاحتی ریسٹورنٹ کو نشانہ بنایا جائے جس کو صلیبی چلا رہے ہیں تو دنیا کے تمام ملکوں میں تمام سیاحتی ریسٹورینٹس کی انشورنس (حفاظتی اقدامات کا بندوبست) ہو جائے گی اور اس کے ساتھ ساتھ عام حالات کے برعکس فورسز کی اضافی نفری تعینات کی جائے گی اور بڑی لاگت خرچ کی جائے گی اور اگر ترکی میں صلیبیوں کے کسی سودی بینک کو نشانہ بنایا جائے تو (دنیا بھر میں) صلیبیوں کے ماتحت تمام بینکوں کی انشورنس ہو جائے گی اور اس سے دیوالیہ پن بڑھ جائے گا اور اگر عدن کے بندرگاہ کے قریب پیٹرول کے کسی ادارے کو نشانہ بنایا جائے تو بڑی

(۵۳) تعداد میں فورسز، پیٹرول کمپنیوں، انکی گاڑیوں اور پیٹرول پائپ لائنوں کی حفاظت کے لیے تعینات کر دی جائیں گی اور اس طرح دیوالیہ پن مزید بڑھے گا اور اگر دو ملکوں میں دیرپا اثر کاروائی کے ذریعے دو مرتد لکھاریوں (صحافیوں) کا صفایا کیا جائے تو اس سے عالم اسلام کی مختلف ریاستوں میں ہزاروں لکھاریوں کی انشورنس ہو جائے گی اسی طرح چھوٹے چھوٹے متفرق مجموعہ جات کے ذریعے تباہ کن حملوں اور اہداف کے دائرے میں توسیع و تنوع پیدا کیا جاتا رہے اور ایک قسم کے ہدف کو دو یا تین مرتبہ نشانہ بنایا جاتا رہے تاکہ یہ بات مضبوط ہو جائے کہ یہ قسم مستقل ہدف رہے گا۔

وہ اہداف جن پر ہمیں بنیادی توجہ مرکوز کرنے کی ضرورت ہے اور ان کی وجوہات

ہم نے یہ کہا ہے کہ ہمارے لیے شرعی طور پر جائز تمام اہداف کو نشانہ بنانا مناسب ہے البتہ ہمارے لیے لازم ہے کہ ہم معاشی اہداف اور خصوصاً پیٹرول کو نشانہ بنائیں، کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ اس سے ہمیں ایک ایسے میڈیائی حملے کا سامنا کرنا پڑے گا جو ایک ''ایجنٹ'' ہونے (کی تہمت) سے لے کر ریاستوں کو اقتصادی طور پر کمزور اور محتاج بنانے تک کی تہمتیں ہمارے سر باندھے گا اور اسی طرح دیگر اور تہمتیں بھی اس پر مستزاد ہیں

(۵۴) اور بعض لوگ ہمیں یہ یاددہانی کروائیں گے کہ جب مصر کی ایک اسلامی جماعت نے اس نعرے کے تحت ''کہ ہم ناجائز جگہوں کو تباہ اور مرتد نظام کو معاشی طور پر کمزور کر رہے ہیں'' سیاحتی مقامات کی طرف اپنے حملوں کا رخ پھیرا تو اپنے نظریے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس پر صحیح طور پر دوام اختیار کر سکی اور نہ ہی نظام کے میڈیائی حملوں کا صحیح انداز میں جواب دے سکی (لیکن ہم ان کی ان یاددہانیوں کی کوئی پرواہ نہیں کریں گے)، ہم اس نقطے کی طرف دوبارہ لوٹیں گے۔

بہر حال وہ اقتصادی اہداف جن سے دشمن فائدہ اٹھاتا ہے خصوصاً پیٹرول تو اس کے ہدف بنانے کا سبب یہ ہے کہ درحقیقت یہی چیز دشمن کا مقصود ہے یا کم از کم دشمن کے لیے محرک ہے دشمن کی قیادت نے اسی کی وجہ سے سمندروں کی مسافت طے کی ہے ان اہداف کو نشانہ بنانا دشمن کو اس بات کی طرف مجبور کرے گا کہ وہ باقی معاشی اور غیر معاشی اہداف کی حفاظت پر مامور زوال پذیر نظاموں کو پیٹرول وغیرہ کی حفاظت کے لیے مزید فوج جھونکنے پر مجبور کرے، اس سے دشمن کی افواج میں بے بسی شروع ہو جائے گی خصوصاً جبکہ اس کی افواج محدود ہیں۔

جیسے کہ مرتد نظاموں کا ایک ضابطہ کہتا ہے کہ ''یہ بات لازم ہے کہ بطور عام فوج اور پولیس کی فورسز اور بطور خاص دہشت گردانہ کارروائیوں کیخلاف بچاؤ اور مدافعت کی فورسز نقب زنی سے محفوظ ہونی چاہیے'' مثال کے طور پر مصر میں تفتیشی

20

ادارے کے لیے بہتر یہ ہے کہ وہ ایسے پانچ ہزار آفیسروں پر مشتمل ہو جن کی وفاداری مسلم ہو۔

(۵۵) بہ نسبت اس کے کہ وہ ایسے بیس ہزار افراد کے مجموعے پر مشتمل ہو جن میں ایک ایسا گروپ بھی ہو جس میں اداراتی اور انتظامی طور پر اسلامی جماعتوں کی جانب سے نقب زنی کی گئی ہو

لہٰذا دشمن کی فورسز محدود اور منتخب شدہ ہیں یہی وجہ ہے کہ آپ ان نظاموں کو پائیں گے کہ یہ اپنی درج ذیل ترجیحات مقرر کرتے ہیں۔

پہلے نمبر پر: ریاستی اداروں اور مالک (حکمران) خاندانوں کی ذاتی حفاظت

دوسرے نمبر پر: غیر ملکی

تیسرے نمبر پر: پیٹرول اور معیشت

چوتھے نمبر پر: تفریحی مقامات

ان اہداف پر توجہ مرکوز کرنے سے اطراف اور گنجان آباد عوامی علاقوں سے فوج ہٹ جائے گی اور ان علاقوں میں ناکافی، کمزور اور بے کار قیادت کے ماتحت کچھ فوج رہ جائے گی کیوں کہ دشمن وزراء، بادشاہوں اور اقتصادی اہداف کے بچاؤ کے لیے بہتر فوج تعینات کرے گا۔ اس لیے بعض اوقات (باقی رہ جانے والی) کثیر التعداد فوج کی بنیاد کمزور ہوتی ہے اور اس پر حملہ آ[illegible] ہے اور ان کے ہاتھوں میں اچھی

(۵۶) خاصی مقدار میں موجود اسلحے کا حاصل کرنا سہل ہوتا ہے اور عنقریب لوگ دیکھیں گے کہ یہ فوجی کس طرح دم دبا کر بھاگتے ہیں اور یہی سے پر آشوب اور غیر یقینی صورت حال شروع

ہوجائے گی اور یہ علاقے بدامنی کا شکار ہوں گے۔ یہ سب کچھ تنفیذی اداروں سے مقابلے اور باقی اہداف پر حملوں میں دیوالیہ پن اور تباہی کے علاوہ ہیں۔ لیکن میں نے یہاں پر جو کچھ کہا ہے اس سے قارئین کے لیے اعتراضات اور شبہات کے بغیر پیٹرول کے مسئلے کا سمجھنا کافی نہیں، اس لیے قارئین پر لازم ہے کہ آنے والی بحث کے مندرجہ ذیل عنوانات کو لازماً پڑھیں:

۱) مجرب فوجی قواعد وضوابط پر اعتماد کرنا۔

۲) مخالفین اور پڑوسیوں کے سیاسی کھیل کو سمجھنا اور ان کے ساتھ سیاستِ شرعیہ کے ذریعے برتاؤ کرنا۔

۳) جذب کرنے کی قوت خصوصاً وہ حصہ جو مال اور میڈیا کے ساتھ خاص ہے۔

اس طرح قارئین کو اس بحث کے ساتھ ملحقہ مندرجہ ذیل مقالات کی طرف بھی رجوع کرنا چاہیے:

۱) ''صبر کا معرکہ''

۲) ''اپنی طرف کھینچنے کی رسہ کشی اور مال''

۳) ''اپنے اور غیروں کے درمیان تکوینی قوانین''

ہر عنوان یا مضمون اپنے ایک حصے میں معیشت اور پیٹرول کے ساتھ خاص نکتے کو ذہنوں میں واضح کرتا ہے اور اس کے استیعاب کو آسان بناتا ہے اور بے گناہ خون اور اموال ضائع کیے بغیر ان علاقوں کو نشانہ بنانے کی کیفیت بیان کرتا ہے۔

(۵۷) بقیہ پالیسی کی طرف لوٹتے ہیں۔ پر آشوب حالات پیدا ہونے کی صورت میں اگر ہمارے مجموعہ جات پر آشوب علاقوں کے قریب ہوں یا ان (علاقوں) تک پہنچنے کا کوئی ذریعہ ہو اور وہاں ایسے افراد اور جاسوس ہوں جو پر آشوب علاقوں میں ہمارے وفادار ہوں تو ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم (وہاں کے) صورت حال کو (بنظر غائر) پڑھیں اور اس بات کا جائزہ لیں کہ اس پر آشوب صورت حال کو کنٹرول کرنے کے لیے ہم کس حد تک اتر سکتے ہیں، پس جب بعض تباہی پھیلانے والے مجموعہ جات ایک جگہ میں جمع ہوجائیں اور پر آشوب علاقوں کے انتظام چلانے کے لیے اتر آئیں تو ان پر لازم ہے کہ وہ پر آشوب علاقوں کے ساتھ ساتھ آس پاس کے علاقوں میں گروپوں کے پھیلانے میں ایسا توازن قائم کریں جو دشمن کو ایسی شکست و ہزیمت اور عدم اطمینانی کا احساس دلائے جو قیادت اور ماتحتوں سب کو شامل ہو، اس سے دشمن کی قیادت بھی خوف زدہ ہوجائے گی اور ماتحت بھی مجاہدین کے ساتھ ملنے کے متعلق غور وفکر شروع کردیں گے تاکہ ظالموں اور کافروں کے ساتھ مرنے کی بجائے شہادت کی موت مریں، اس صورت میں کبھی دشمن (قدرتی طور بغیر کسی اتفاق کے) صلح کی طرف مائل ہوجاتا ہے اور معیشت اور مال کے بچانے کے لیے پچھلے مورچوں پر قناعت اختیار کرلیتا ہے کہ معیشت اور مال ہی وہ غرض ہے جس کے لیے دشمن نے اپنی فوجوں کو جمع کیا ہے۔

21

(۵۸) دشمن کا پچھلے مورچوں کی طرف لوٹنے سے اس کی پسپائی شروع ہوجائے گی جس کے نتیجے میں بدامنی اور غیر یقینی صورتحال مزید بڑھے گی اور مجاہدین اگلے لمحات کے لیے مکمل تیاری اور مشقوں وغیرہ میں لگ جائیں گے اور مجاہدین کی شہرت وغیرہ بھی بڑھ جائے گی۔

دشمن جب بھی یہ صورت حال دیکھے گا تو اس کے سامنے یہ بات ہوگی کہ وہ یا تو مجاہدین کے ساتھ آملے یا مزید پسپا ہوجائے جس سے مزید ایسی پر آشوب صورت حال پیدا ہوجائے گی جس کے انتظام کے لیے علاقے کا جائزہ لینے اور اس میں موجود اپنے ہراول دستے سے رابطہ کرنے کے بعد ہمیں آگے بڑھنا ضروری ہوگا اور اسی طرح یہ سلسلہ چلتا رہے گا۔

مخصوص نکات میں گذشتہ منصوبے کا تجزیہ

۱) ایسی عسکری پالیسی تشکیل دینا جس سے دشمن کی فوجی اور معاشی صلاحیتوں کو دیوالیہ پن اور تباہی لاحق ہو اور اس کی فورسز اور کوششیں بکھر جائیں۔

۲) ایسی میڈیائی پالیسی تشکیل دینا جو دو گروہوں پر توجہ مرکوز رکھے:

(الف) عوام الناس۔ بایں طور کہ ان کی اکثریت کو جہاد میں شریک ہونا اور مثبت امداد دینا پڑے، اور جو لوگ مجاہدین کی صفوں میں شامل نہ ہوں عوام میں

(۵۹) ان کے خلاف منفی جذبات ابھر آئیں۔

(ب) دشمن کے تنخواہ دار دنیا پرست فوجیوں پر توجہ مرکوز کرنا تاکہ وہ مجاہدین کی صفوں کے ساتھ آملیں یا کم از کم دشمن کی خدمت سے راہ فرار اختیار کرلیں۔

مناسب عرصے کے بعد مندرجہ ذیل امور پر کام کریں گے:

۱) عسکری پالیسی کو بایں طور ترقی دینا کہ دشمن کی فورسز معاشی اہداف اور مواقع کی حفاظت تک محدود ہوکر رہ جائیں۔

۲) میڈیائی پالیسی کو بایں طور ترقی دینا کہ وہ باریک بینی کے ساتھ اپنی توجہ مرتد افواج کے درمیانے درجے کی قیادت کو مجاہدین کی صفوں کی طرف کھینچنے پر مرکوز رکھے

۳) سابقہ نکات (پر آشوب حالات کا پیدا ہونا) کے نتائج حاصل کرنے کے لیے مشقیں، صلاحیت اور پالیسی طے کرنا۔

۴) ایسی میڈیائی پالیسی تشکیل دینا جو خصوصی طور پر عوام کے سامنے ان تمام مراحل کی کاروائیوں کیلئے بہترین عقلی اور شرعی جواز و توجیہات پیش کرنے پر توجہ مرکوز کرے نیز دیگر اسلامی جماعتوں کے افراد پر توجہ مرکوز رکھنے کی بندش سے نکلنے پر بھی توجہ رکھیں کیونکہ اسلامی جماعتوں کے افراد سب کچھ سمجھتے ہیں۔

(۱۹) جبکہ عوام (کے ذہنوں کو مجاہدین کے بارے میں صاف کرنا اور انہیں مرتد حکومت کی پشت پناہی سے ہاتھ کھینچنے پر آمادہ کرنا) ہی وہ مشکل مرحلہ ہے جو (حل ہونے کی صورت میں) مستقبل میں ہمارا معاون ہوگا۔

واضح رہے کہ یہ پالیسی اتنی شفاف ہونی چاہیے بلکہ کبھی کبھار اس میں اپنی غلطی کا بھی اعتراف ہونا چاہیے تاکہ اس کے ذریعے دشمن کے جھوٹ اور حیلوں کا پردہ چاک ہوتا ہے اور عوام کے ذہنوں میں ہمارے سچائی کا تاثر راسخ ہوتا ہے۔

د) یہ میڈیائی پالیسی جب ''پرآشوب صورتحال کی انتظامیہ'' کے مرحلے میں پہنچے تو خصوصی طور پر اس کا ہدف (جس کے لیے میڈیائی کمیٹیوں کو ابھی سے اپنے ایسے افراد کو مختص کرنا چاہیے جوان کے لیے منصوبہ بندی کریں) یہ ہونا چاہیے کہ تمام لوگوں خصوصاً نوجوانوں تک جب ہمارے علاقوں کی خبریں مکمل سچائی اور شفافیت کے ساتھ پہنچیں تو وہ مالی اور جانی نقصان دیکھنے کے باوجود ہمارے علاقوں کا رخ کریں۔

نوٹ: جب ہم یہ کہتے ہیں کہ عوام ایک مشکل مسئلہ ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم ان پر اپنی تحریک کا دارومدار رکھیں (یعنی جب وہ ساتھ دیں گے اور ان کی پوری اصلاح ہوگی تو ہم تحریک چلائیں گے ورنہ نہیں)، طواغیت نے ان میں (عرصہ دراز سے جو) بنیادی کام کیا ہے (اوران کے ذہنوں کو کافی حد تک بدلا ہے) اس کے سبب سے فی الجملہ ان پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔

(۲۰) عام لوگوں کی اصلاح تو فتح کے بعد ہی ہوسکتی ہیں عوام میں جو لوگ ہماری بات قبول نہیں کریں گے (اور توقع یہ ہے کہ ایسے لوگوں کی تعداد زیادہ ہوگی) تو ان کے حق میں میڈیائی سیاست کا کردار ان کے (گمراہ کن) جذبات کا رخ اپنی طرف موڑنا یا کم از کم انہیں غیر جانبدار بنانا ہے البتہ ہم اللہ کے حکم اور اس کی قدرت سے اس بات کی صلاحیت رکھتے ہیں کہ ہمارے لیے عوام میں متحرک اور فعال افراد پیدا ہوں بشرطیکہ ہم عوام کے درمیان پائے جانے والے امت کے بہترین لوگوں (ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ ہماری خطائیں معاف فرمائے تاکہ ہم ان میں سے ہوجائیں) کو اپنی طرف کھینچنے کے (مناسب) طریقے اپنائیں۔

فرض کریں کہ اگر ہمیں ایسے طویل معرکے کی ضرورت پڑ جائے جیسے کہ ہم اللہ کے اذن سے چاہتے ہیں اور اس میں بالفرض ہمارے نصف ملین مجاہد شہید ہوجائیں تو ہمارے لیے اس تعداد کو کروڑوں کی امت سے پورا کرنا آسان ہوگا بنسبت اس کے کہ ہم اس تعداد کو اسلامی تحریکوں کے ان نوجوانوں سے پورا کریں جو علمائے سوء (دنیا پرست اور مفاد پرست علماء) کے شبہات سے متاثر ہیں۔ امت کے نوجوان گناہوں میں ملوث ہونے کے باوجود فطرت کے قریب ہوتے ہیں جیسا کہ گذشتہ دہائیوں کے تجربات نے ہمارے سامنے یہ ثابت کی ہے۔

(۲۱) آخری واقعات نے تو سب کے سامنے یہ ثابت کردیا ہے کہ عام آدمی کی سادہ فطرت کے سبب اس کے ساتھ کام کرنا، اسلامی جماعتوں کے اُن متخلفین (جہاد سے بیٹھے ہوئے لوگ) کے ساتھ کام کرنے سے بدرجہا افضل ہے جنہوں نے اپنا دین پیروں اور علمائے سوء کے ہاتھوں بیچ دیا ہے۔

22

ہم یہاں یہ بات واضح کرنا چاہتے ہیں کہ کبھی کبھار میڈیائی سٹیٹمنٹ (بیان) کا سانچہ تیار کرنے والے کے ذہن پر یہ بات سوار ہوجاتی ہے کہ وہ اپنے بیان میں زیادہ تر علمائے سوء کے شبہات پر رد کریں حتیٰ کہ پھر بھی بیان عوام کے لیے جاری کیا جائے بلاشبہ یہ امر مقصود ہے لیکن مناسب یہ ہے کہ زیادہ تر توجہ عوامی سوچ کا رخ صحیح کرنے اور ان کو مجاہدین کی صفوں میں ملنے سے روکنے والے اسباب پر مرکوز کی جائے، خصوصاً جبکہ عوام کے جذبات اور غور وفکر کا طریقہ مسلکیین (علماءِ سوء کے پیچھے چلنے والوں) کی سوچ سے مختلف ہوتا ہے۔

23

(۲۲)

تیسری بحث

وہ اہم قواعد اور طریقے جن کو اختیار کرنے سے اللہ کے اذن سے کام کرنے کی منصوبہ سازی آسان ہوجائے گی اور عمومی طور پر

''[illegible] ہی و بربادی کی قوت'' کے مرحلے جبکہ خصوصی طور پر پرآشوب حالات کی انتظامیہ کے مرحلے کے اہداف حاصل ہوجائیں گے

پہلی بحث: انتظامی شعبے کو مضبوط کرنا

اللہ تعالیٰ کے فضل سے اسلامائزیشن کا منظم کام عالم اسلام اور خصوصاً جہادی تنظیموں میں اعلیٰ انتظامی صلاحیت کے ساتھ چلایا جارہا ہے البتہ یہ کام مزید پختگی، مشقوں کی تعمیم (اس کی تربیت کو عام کرنا) اور ترقی کا محتاج ہے تاکہ یہ بڑے پیمانے پر اسلامی تحریک کے شعبوں کو شامل ہوجائے، خصوصاً جب کہ ہم اللہ کے اذن سے ایک ایسے مرحلے کا سامنا کرنے والے ہیں جس کو ہم نے ''پرآشوب حالات کی انتظامیہ'' کا نام دیا ہے اس مرحلے میں ہماری انتظامی ضروریات میں وسعت پیدا ہوجائے گی کیونکہ ہم ہزاروں لاکھوں لوگوں کے ساتھ گھل مل ہوجائیں گے اور ہمیں ان علاقوں کو چھوٹی حکومتوں کی طرح چلانا ہوگا اور جب ہم ان حالات سے نمٹنے کے لیے تیار نہیں ہونگے تو ہمیں انتہائی خطرناک مسائل کا سامنا کرنا ہوگا۔

صفحہ نمبر ۶۴

یہ اس اندھا دھنی اور مروجہ انتظامی نظام کے نقصانات پر مستزاد ہوگا جو اپنے جمود اور ترقی سے توقف (رکنے) کی وجہ سے کاموں کو معطل کرکے رکھ دیتے ہیں لہٰذا اُن چھوٹی اور درمیانی درجے کی جہادی مجموعہ جات پر جو پُر مصائب حالات سے گزر چکی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے عالم اسلام کے تمام علاقوں میں موجود ہیں، لازم ہے کہ اپنے آپ سے بے سوچے سمجھے اقدامات کرنے کا طریقہ کار اور مروجہ انتظامی سسٹم کو دور پھینکے۔

انتظامی شعبے کی پختگی کے سلسلے میں جس اہم بات کا ہمارے لیے سمجھنا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ ہم کمیٹیوں کے بنانے، سپیشلائزیشن (تخصصات) کروانے اور کاموں کو اپنے انداز سے تقسیم کرنا سیکھیں کہ تمام کاموں کا بوجھ کسی ایک شخص یا کچھ افراد کے کندھوں پر نہ آئے اس کے ساتھ تمام افراد کو ایسی مشق کروانا اور تجربات کا تبادلہ بھی ضروری ہے کہ بالفرض اگر منتظم نہ ہو تو دوسرا فرد اس کی جگہ لے سکیں (اور ذمہ داری نبھاسکیں)، یہ بات بھی لازم ہے کہ ہر فرد کو تمام یا اکثر شاخوں، شعبوں کی تربیت دی جائے تا کہ بوقت ضرورت صلاحیتوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جاسکے اور یہ سب کچھ ایسے طبعی انداز میں ہوں کہ کام کرنے والے افراد اُن شعبوں کے رازوں سے واقف نہ ہوسکیں جن میں وہ کام نہیں کرتے (یعنی کسی کو غیر متعلقہ شعبے کے راز معلوم نہ ہوں) میرا مقصود یہ ہے کہ صرف تربیت اور تجربات جیسے مہارتوں اور ٹیکنالوجی کا آپس میں تبادلہ ہو جائے نہ یہ کہ مزید کسی انتظامی امر کا۔

صفحہ نمبر ۶۵

انتظامی پختگی بہت سارے وقت کو بچالیتی ہے اور کوششوں میں برکت کا باعث بنتی ہے خصوصاً جب کہ ہم ایک تیز رفتار زمانے میں جی رہے ہیں اور کسی بھی کوشش سے اچھے نتائج حاصل کرنے کے محتاج ہیں، ممکن ہے کہ ہر مجموعے میں کچھ ایسے افراد موجود ہوں جو فطری طور پر انتظامی شعبے میں پختگی رکھتے ہوں (ایسے مباحث موجود ہیں جن میں فطری قائد، فطری منتظم، اس کے سامنے آنے کی کیفیت اور اس کی صلاحیتوں کے ظاہر کرنے کے متعلق بحث ہوتی ہے) البتہ پڑھائی اور عملی مشقوں کے ذریعے ان کی صلاحیتوں کو جلا بخشنے کی ضرورت باقی رہتی ہے طبعی طور پر ابتداءً سابقہ مہارتوں کے حامل لوگوں کو آگے کیا جائے گا، اُن پر لازم ہے کہ دوسری نسل تیار کریں اور دوسری نسل میں نامزدگی کے لیے سب سے زیادہ مناسب بظاہر ایسے ذہین اور متقی طالب علم ہیں جو بہادری، وقار اور گہری فکر کے ساتھ مصائب اور تکلیف کا سامنا کرسکیں یہ آخری صفحات زیادہ تر ایسے لوگوں کے ساتھ خاص ہیں جو اپنے انتظامی کام کے ساتھ ساتھ عنقریب تحریک میں قائدانہ کردار ادا کریں گے، ہمارے اوپر لازم ہے کہ انتظام کے حوالے سے لکھی گئی کتابیں، خصوصاً اُن آخری سامنے آنے والے مباحث اور انتظامی نظریات جو موجودہ معاشروں کے مزاج کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں کا مطالعہ کریں۔

صفحہ نمبر ۶۶ انٹرنیٹ پر کئی ایسی ویب سائٹیں ہیں جن سے انتظامی کتابیں حاصل کی جاسکتی ہیں

24

میرا خیال یہ ہے کہ وہ "مختصرات"، جن کو "مفکرۃ الاسلام" ویب سائٹ پر ڈالا جاتا ہے، بہت عمدہ ہیں بالخصوص وہ جدید عالمی مباحث کے خلاصوں اور اُن پر کام کرنے والوں کے عمدہ تبصروں پر مشتمل ہوتے ہیں اور تبصروں میں شرعی غلطیوں سے عمدہ انداز میں ڈرانے کے ساتھ ساتھ یہ بھی بیان ہوتا ہے کہ اسلاف کی سیرت اور سلف قائدین کی زندگی میں جدید اسالیب کے اصول موجود ہیں اسی طرح کتب خانوں اور نیٹ پر موجود دوسری ویب سائٹوں کے انتظامی مصادر کی طرف بھی رجوع کیا جاسکتا ہے واضح رہے کہ ہم جو بھی تحقیق کرے اس کو عملی طور پر نافذ کرنا چاہیے تاکہ ہمیں کام پر انتظامی اسالیب کے اثرات کا اندازہ ہوسکے پھر یہی سے ہم اپنے کاموں کے مزاج کے ساتھ زیادہ مناسب اور بہتر اسالیب اپنے علاقوں میں عام کریں گے۔

25

دوسری فصل

قیادت کون کرے گا؟ انتظام کون چلائے گا؟ اور بنیادی انتظامی فیصلے کون کرے گا؟

تحریک یا مجموعے کے اندر منتظم کوئی بھی ایسا فرد ہوسکتا ہے جو انتظامی شعبے کے فن کو اچھی طرح جانتا ہو، اس کو بقدر امکان جہادی امور کے لیے مضر راز جانے بغیر مالیات یا غذائیات وغیرہ کے شعبے میں لگایا جاسکتا ہے البتہ قائد (بننے) کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ تحریک کے اندر مکمل معتمد آدمی ہو اور تحریک اور اس کے رازوں کا امین ہو، بے شک قائدین ایک حد تک جہادی معاملات کے کافی راز جانتے ہیں، بعض قائدین بنیادی اور غیر بنیادی انتظامی فیصلے کرتے ہیں جبکہ بعض ایسے فیصلے کرتے ہیں جن میں شرعی پہلو ہوتے ہیں۔

اس لیے ہم انتظامی امور کے دروازے کو ایسے شخص کے لیے چوپٹ کھول رہے ہیں جو اس کو اچھی طرح پختہ کرے، البتہ قیادت کا دروازہ صرف ان اشخاص کیلئے کھلا ہے، جو ہر اعتبار سے قابل اعتماد ہوں، نیز ایسا ادارہ بھی پایا جانا چاہیے جو (دشمن کی طرف سے) نقب زنی (دخل اندازی) سے بچاؤ کے لیے منتظمین اور قائدین کے کاموں کا جائزہ لیتا رہے۔

انتظامی فیصلوں اور اعلیٰ سیاست کا ایک اہم پہلو

گذشتہ مضمون کی روشنی میں ہمارے سامنے ایک اہم نقطہ ظاہر ہوتا ہے اور وہ یہ ہے:

کہ وہ کون سی اہم صفات ہیں جو (شرعی اور زمینی صورت حال کے پیش نظر) ایسے قائدین میں پایا جانا مناسب ہے جو بڑے انتظامی فیصلے کرتے ہیں مثلاً بعض لوگوں کو نشانہ بنانا اور بعض سے چشم پوشی کرنا؟

صفحہ نمبر ۶۸

انتظام اور اعلیٰ سیاست کے متعلق فیصلے اگر چہ فی الجملہ اعلیٰ قیادت اور میدانی قیادت اور وہ لوگ کرتے ہیں جو عادۃً سیاسی مہارت میں ممتاز ہوتے ہیں لیکن اس بات کی طرف تنبیہ ضروری ہے کہ طبعی طور پر وہ انتظامی فیصلے "جو بعض گروہوں کو نشانہ بنانے اور بعض سے ہاتھ روکنے کے متعلق ہوں"، بنیادی طور پر ایک دقیق یا مخفی شرعی حکم کے محتاج ہوتے ہیں اس وجہ سے یہ بات ضروری ہے کہ اس طرح کے فیصلے کرنے سے پہلے مرکزی جہادی تحریک کے راسخ العلم حضرات کی طرف مراجعت ہونی چاہیے۔

چھوٹا

سلہ حذف

اگر ہماری مرکزی جہادی تحریک کے علماء کی طرف مراجعت ممکن نہ ہو تو شرعی معاییر (وہ قواعد جن کی بنیاد پر فتویٰ دیا جاسکتا ہے اور مسئلے کا حل نکالا جاتا ہے) کے موافق کسی بھی ایسے راسخ العلم عالم کی طرف رجوع کیا جائے جس کا رسوخ فی العلم مسلّم ہے۔ یقیناً سلفی جہادی تحریکوں میں راسخ علماء کے ایسے گروہ موجود ہیں جو کسی ہدف کو نشانہ بنانے کے جواز اور وجوب کے حوالے سے مرکز نگاہ ہیں، میرا خیال یہ ہے کہ ہمارے لیے اس موجودہ مرحلے کے لیے یہی کافی ہے، جو بھی معاملہ ہو اس سے متعلق اس مرحلے میں فیصلہ اعلیٰ قیادت اور سیاسی قیادت کے سامنے پیش ہونا چاہیے تاکہ جس کو فوری نشانہ بنایا جاسکے میں مصلحت ہو اس کو فوری نشانہ بنایا جاسکے اور جس کو موخر کرنے میں مصلحت ہو اس کو ڈھیل دی جائے

صفحہ نمبر ۶۹

اس کے ساتھ یہ بھی مناسب ہے کہ یہ سب کچھ کم از کم متوسط علمی حلقوں کی مشاورت سے ہو لیکن یہاں پر ہماری گفتگو اور خبر دار کرنا اگلے مراحل اور مستقبل میں پائے جانے والے گروہوں کے متعلق ہے، ان کو نشانہ بنائے جانے یا ان سے ہاتھ روکنے کا فیصلہ صرف علمی حلقوں کے سامنے پیش نہیں ہونا چاہیے بلکہ یہ معاملہ شروع سے راسخین فی العلم کے سامنے پیش ہونا ضروری ہے جیسے کہ ہم نے ذکر کیا۔

26

اس مسئلہ کی اہمیت کے پیش نظر کچھ سابقہ مثالیں ذکر کرتے ہیں جو کسی گروہ کو نشانہ بنانے یا اس سے ہاتھ روکنے کے متعلق ہیں:

پہلی مثال: مصر میں ایک چھوٹا جہادی مجموعہ تھا جو تنظیمی طور پر مصر کے جہادی جماعت کے تابع نہیں تھا ایک نوجوان نے اس کی بنیاد رکھی تھی اس نے کچھ علم حاصل کیا تھا، اور العُمدۃ فی اعداد العُدّۃ، نامی کتاب پڑھی تھی لیکن افسوس ناک بات یہ تھی کہ وہ راسخ علماء کی طرف مراجعت کئے بغیر فقہ الجہاد کی کتابوں سے ماخوذ علمی قواعد کو مختلف گروہوں پر منطبق کرتا تھا، نویں کی دہائی کے معرکوں میں اس کا گروہ ختم ہو گیا اور وہ نوجوان شہید ہو گیا (اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے اور شہداء میں اس کو قبول فرمائے)

صفحہ نمبر ۷۰

مجھے علم نہیں کہ اگر وہ زندہ رہتا تو اپنی اس غلطی کی تلافی کرتا یا مصر کی جہادی تحریکوں پر ایک ایسا دروازہ کھولتا جس سے ایسا میڈیائی طوفان آتا جس کا سامنا کرنا مشکل ہو جاتا کیونکہ یہ طوفان بعض حقائق یعنی'' بے گناہ لوگوں کو قتل کرنے کا'' مسئلہ اٹھائے ہوئے ہوتا۔

صحیح قواعد جس پر اس بھائی نے غلط تطبیق کی بنیاد رکھی اور مجھے اس کے بعض ساتھیوں نے بتایا کہ قریب تھا کہ وہ اس کو عملی طور پر بالفعل کئی بار یا کم از کم ایک مرتبہ نافذ کرتا، ان میں سے ایک قاعدہ یہ تھا کہ ''دارالحرب میں مصلحت کے پیش نظر مجہول الحال شخص کا قتل جائز ہے'' یہ صحیح قاعدہ ہے بشرطیکہ اسے ایسے دارالحرب پر منطبق کیا جائے جس کے اکثر رہنے والے کافر ہوں۔

ایسے دارالحرب جہاں کی اکثریت مسلمان ہوں، پر یہ قاعدہ منطبق نہیں کیا جائے گا، عملی نفاذ کے سلسلے میں، بہت سارے ایسے قواعد ہیں جن سے فقہ الجہاد کی کتابیں بھری پڑی ہیں ان کا راسخ العلم عالم کے سامنے پیش ہونا ضروری ہے اگر وہ اس کو توثیق کرے تب میدانی (محاذِ جنگ) قیادتیں اس کو نافذ کریں البتہ یہ بات ضروری نہیں کہ ایسے معاملات میں ہر بار راسخین فی العلم کی طرف رجوع کیا جائے بالخصوص جبکہ ان کی طرف رجوع کرنا دشوار ہو۔

صفحہ نمبر ۷۱

تو ایسی صورت میں ہدف بنائے جانے والے گروہ یا کام کو شروع کرنے یا اسے بار بار کرنے سے پہلے کم از کم پہلی بار راسخ العلم علماء کے سامنے لایا جانا ضروری ہے۔

دوسری مثال: سابق مثال میں ہم نے جان لیا کہ کیسے ''مجہول الحال'' شخص کا مسئلہ صحیح نہ سمجھنا سانحات کو جنم دے سکتا ہے۔ اگلی مثال میں غلطی نہ سمجھنے یا کسی دوسرے مسئلہ سے تجاہل برتنے کی بنا پر ہوئی اور دوسرا مسئلہ مسلمان مستور الحال کا مسئلہ ہے یہ پہلے سے بھی زیادہ مشکل ہے اور اس کو ہم آج تک بھگت رہے ہیں یہ اس وقت ہوا جب الجزائر میں ایک مسلح اسلامی جماعت کی عمدہ قیادت پے در پے شہید ہوئی اور ان کے بعد کچھ جہلاء نے قیادت سنبھالی تو نئی قیادت نے ایک ایسے جائز قاعدے کو نافذ کیا جس میں انہوں نے کچھ متشابہ دلائل کا بھی سہارا لیا وہ قاعدہ یہ تھا کہ ''جو ہمارے ساتھ نہیں ہے وہ ہمارا مخالف ہے''

چنانچہ انہوں نے ان مخالفین کو باغیوں اور بدعتیوں (جمہوریت پسندوں) میں تقسیم کیا اور مخالفین کے زمرے میں ہر اس جہادی تحریک کو بھی شامل کیا گیا جو ان کے جھنڈے تلے نہیں تھی (اگرچہ انتخابات کے لیے لڑنے والوں کو بدعتی قرار دینے میں وہ حق بجانب تھے)

صفحہ نمبر ۷۲

مسلمان عوام کو انہوں نے کفار اور طواغیت سے برأت ظاہر نہ کرنے کی بناء پر کفار اور اولیائے طاغوت میں شمار کیا، ممکن ہے کہ ان کا قاعدہ صحیح ہوتا بشرطیکہ ان کا مقصد یہ ہوتا کہ ''جو بھی ان کے ساتھ نہیں اور کسی بھی طرح سے دشمن کی مدد کر رہا ہے تو وہ ان کا مخالف ہے''۔

لیکن انہوں نے جس طرح اس کو منطبق کیا تو یہ عقلاً اور شرعاً کسی جاہل ہی کا کام ہو سکتا ہے بلکہ اس قاعدے کو صحیح طور پر منطبق کرنے کی صورت میں بھی اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں نکلتا کہ ہم دشمن کی معاون تمام جماعتوں کو فوراً قتل کر دیں (اور بیک وقت ان سب سے جنگ مول لیں) بلکہ ہم بسا اوقات دشمن کے معاون بعض گروہوں کو حالات کے پیش نظر ڈھیل دیں گے جیسے کہ علمائے سوء۔

نوٹ: مسلمان مستورالحال سے ایسا شخص مراد ہے جس میں اسلام کی کوئی علامت ظاہر ہو جبکہ نواقض اسلام میں سے کوئی امر اس میں ظاہر نہ ہو۔

27

گذشتہ مثالیں تو مخصوص گروہوں کو نشانہ بنانے سے متعلق تھیں، جہاں تک بعض گروہوں سے ہاتھ روکنے کی مثالیں ہیں تو یہ تو ہوتا رہا ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں۔

صفحہ نمبر ۷۳

ایسی اسلامی تحریکیں جنہوں نے ایک دن بھی یہود ونصاریٰ یا مرتدین کے خلاف قتال کیا ہو ان کی تاریخ ایسی بے ہودہ باتوں سے بھری پڑی ہے جس میں طواغیت کے گروہوں اور ان کی افواج اور ان کے مددگاروں کو نشانہ بنانے والوں کو اسلام سے خارج قرار دیا گیا، حسن البناء (اللہ تعالیٰ ہم کو اور ان کو بھی معاف فرمائے) کی وہ عبارت ہمارے سامنے ہے جو غاصبین کے ایجنٹوں، طواغیت کے مددگاروں، اور فلسطین کو یہود کے سپرد کرنے والوں کو نشانہ بنانے والوں سے متعلق ہے کہ انہوں نے اس امر (طاغوت اور اس کے ایجنٹوں کو نشانہ بنانے) پر نکیر کی تھی اور ان مجاہدین کے بارے میں اپنے ایک بیان میں کہا کہ "یہ لوگ نہ اخوان ہیں اور نہ ہی مسلمان ہیں"۔

وہ تحریکیں جو پھل دینے کے قریب تھیں ان کی تباہی اس جیسی آراء کی وجہ سے ہوئی جو شرعی علم کی کمزوری یا زمینی صورت حال سے ناواقف ہونے کا نتیجہ تھا۔

اس پہلو کی ایک مثال گذشتہ نویں کی دہائی میں بھی سامنے آئی جب مصر کی اسلامی جماعت کے بعض نیم ملاؤں پر مشتمل قیادت نے (جماعت کے موقف اور صفوں میں سے فتنہ اٹھنے سے پہلے) شرعی احکام کو بنیاد بناتے ہوئے کچھ ایسے گروہوں کو نشانہ بنانے کی حرمت کا فتویٰ دیا جن کو مجاہدین نے کچھ تکنیکی اور سیاسی بنیادوں پر نشانہ بنانے سے پہلوتہی اختیار کی تھی۔

صفحہ نمبر ۷۴

حالانکہ سابقہ فیصلوں اور جماعت کے امیر شیخ عمر بن عبدالرحمٰن (اللہ تعالیٰ ان کو رہائی نصیب فرمائے) کا شرعی فتویٰ ایسے گروہوں کو نشانہ بنانے کے جواز پر مشتمل تھا، یہیں سے جوان مجاہدین کے صفوں میں غم وغصے کی لہر دوڑ گئی پھر جب فتنہ شروع ہوا تو اس قیادت نے مزید وسعت اختیار کرتے ہوئے ایسے گروہوں کو نشانہ بنانے کو حرام اور جرم قرار دیا جن کو اس سے پہلے مجاہدین ان کو دن اور صحیح دلائل کی روشنی میں نشانہ بنایا کرتے تھے جو اس طرح کے گروہوں کو نشانہ بنانے کو جائز اور واجب قرار دیتے تھے اس طرح اس جماعت نے اپنے شہداء کا خون بیچ دیا اور مجاہدین کی صفوں میں زوال اور دوسرے عوامل کا وجود شروع ہوا۔

اے میرے مجاہد بھائی! اس لیے جس طرح ہم نے آپ کو نیم ملاؤں کے فتوں کے بنا پر کچھ گروہوں کو نشانہ بنانے سے ڈرایا اسی طرح ہم آپ کو نیم ملاؤں کے فتووں اور جہلاء کی باتوں کی بنا پر کچھ ایسے گروہوں سے ہاتھ روکنے سے بھی ڈراتے ہیں (یعنی ان کی بیخ کنی کا مشورہ اور فتوی دیتے ہیں) جن کی بیخ کنی کرنا مومنوں پر شفقت اور دین کی سربلندی کے لیے ضروری ہے۔

صفحہ نمبر ۷۵

البتہ اعلیٰ قیادت یا علاقوں میں موجود میدانی قیادت کی رائے کے پیش نظر ایسے گروہوں میں سے کچھ کو ڈھیل دینا جہادی کام کی مصلحت کے پیش نظر اعلیٰ قیادت یا میدانی قیادت کی صلاحیتوں کے زمرے میں آتا ہے لیکن اس بات سے مکمل طور پر خبردار رہنے کی ضرورت ہے کہ (اگر) کوئی چالاک بننے کی کوشش کرنے والا یہ کہے کہ ان گروہوں کو مہلت دینا در حقیقت اس وجہ سے ہے کہ ان کو نشانہ بنانا جائز نہیں (تو ہم ہرگز اس کے پھندے میں نہ آئیں اور مصلحت کا وقت گذرنے پر ان جماعتوں پر کاری ضرب لگائیں)

صفحہ نمبر ۷۶

28

تیسری فصل: مجرب عسکری قواعد کو بروئے کار لانا

حکمت (وقت، ماحول اور شرعی حکم سامنے رکھتے ہوئے قدم اٹھانا) مومن کا گمشدہ متاع ہے ہم اگر چہ اپنے عسکری نقل وحرکت میں فی الجملہ جناب رسول اللہ ﷺ کے نقش قدم پر چلتے ہیں بلکہ ہم کسی بھی جہادی معاملے میں سیاست شرعیہ ہی پر یقین رکھتے ہیں البتہ شریعت نے ہمارے لیے غیر مسلموں کے عسکری قواعد اور پالیسیوں سے فائدہ اٹھانے کو مباح قرار دیا ہے جب تک وہ کسی گناہ پر مشتمل نہ ہو، افسوس کے ساتھ سابقہ جہادی مراحل میں بعض چھوٹے مجموعہ جات نے اس عسکری قاعدے سے تجاہل برتا اور یہ تجاہل برتنا مخالفت شرع کے خوف سے نہیں تھا بلکہ بے سوچے سمجھے قدم اٹھانے میں آسانی محسوس کرنے اور بعض نوجوان مجاہدین کی جلد از جلد شہادت پانے کے محمود جذبے کے تحت تھا، اس جذبہ کو جہادی عمل کی مصلحت کی خاطر علمی قواعد کی اتباع کی طرف پھیرنا چاہیے اس کے ذریعے کوئی بھی چھوٹا یا بڑا عسکری کام اہداف کے حصول کے حوالے سے ایک بڑا منصوبہ بن جائے گا (اور توقع سے زیادہ بارآور ہوگا)

عسکری قواعد کی پیروی کرنا ہمارے لیے کئی برسوں کی مسافت کو کم کردے گا ہوسکتا ہے کہ ہم ان برسوں میں بے سوچے سمجھے قدم اٹھانے کی وجہ سے کئی مفاسد کا سامنا کرتے، اس انداز کو ترک کرنے اور متداول علمی اسالیب (طریقے) اپنانے اور مجرب عسکری قواعد اختیار کرنے اور انہیں زمینی حالات پر منطبق کرنے کی وجہ سے ہم بغیر کسی مشکل کے اپنے اہداف حاصل کرلیں گے۔

صفحہ نمبر ۷۷

اور اللہ کے اذن سے اس کی وجہ سے ہم کام کرنے میں عمدگی اور ترقی حاصل کریں گے، ان قواعد کا سیکھنا افراد کے سامنے نت نئے کاموں کے وسیع تر میدان کھولے گا اور ممکن ہے کہ ان کو اپنانے کے نتیجے میں (جہادی میدان میں) کئی ایسے بے مثال قائدین پیدا ہوں جن کے نظریات موجودہ تاریخ میں قلمبند کیے جائیں بالخصوص ہمارے زمانے میں اس فن کی کتابیں اس بات سے تجاہل برتتی ہیں کہ ان کے اصول وضوابط ہمارے اجداد کے طریقہ کار سے ماخوذ ہیں۔

میں یہاں پر ہمارے عسکری کاموں میں آسانی پیدا کرنے کے حوالے سے ان عسکری قواعد کی اہمیت کو واضح کرنے اور ذہن کو تیز کرنے کے لیے بعض قواعد کے لئے مخصوص مثالیں ذکر کروں گا:

۱) ایک اہم قاعدے کے مطابق "عسکری فوجیں جب یکجا ہو جائیں تو کنٹرول کھو دیتی ہیں اور جب پھیل جائیں تو فعالیت کھو دیتی ہیں"

اس قاعدہ کا پہلا حصہ ہمیں اس بات کی طرف متوجہ کرتا ہے کہ ہم دشمن کی افواج کی یکجائیت اور پھیلاؤ کے درمیان توازن میں خلل پیدا کرنے پر توجہ مرکوز کر دیں۔ اس قاعدہ کے پہلے حصے سے مقصود یہ ہے کہ جب ہم

صفحہ نمبر ۷۸

کسی جگہ یا ہدف کو نشانہ بنائیں جہاں پر دشمن کے لیے بڑی تعداد میں افواج رکھنا ناممکن ہو (وگرنہ تو پہلی گولی کے ساتھ اس کا کنٹرول ختم ہو جائے اور اس کی افواج آپس میں ایک دوسرے کے خلاف برسرِ پیکار ہو جائیں، اس لیے دشمن اتنی تعداد میں وہاں افواج رکھے گا جو علاقے کے حجم اور مزاج کے مناسب ہو) تو ایسی صورت میں ہمارے لیے ضروری ہے کہ ایسی جگہوں کے مزاج اور نوعیب کو جان لیں جہاں پر دشمن کی قوت کے مقدار سے ہمارے لیے نمٹنا ممکن ہو، کیونکہ ظاہر ہے کہ دشمن ایسی جگہوں میں زیادہ قوت نہیں رکھ سکتا۔

اس طرح قاعدۂ مذکورہ کے پہلے حصے سے دشمن کے خلاف نبرد آزما ہونے کا موقع جاننے کی اہمیت بھی معلوم ہوتی ہے کہ دشمن کے خلاف کس لمحے اور کس صورت حال میں ہمیں اقدام کرنا چاہیے؟

قاعدۂ مذکورہ کا دوسرا حصہ بہت اہم ہے اور اس کا پہلے حصے پر اثر ہوتا ہے، دوسرا حصہ یہ ہے کہ دشمن کی افواج جتنا زمین کے بڑے حصے پر پھیلتی جاتی ہیں تو اتنا اپنی فعالیت کھوتی جاتی ہیں اور ان سے مقابلہ کرنا آسان ہوتا جاتا ہے۔ ہمارے زمانے میں بیدار مغز جہادی نوجوان شاید تمام قواعد میں سے سب سے زیادہ مذکورہ قاعدے کے اس دوسرے حصے پر عمل کرتے ہیں اور جو لوگ اس سے غفلت برتتے ہیں ان میں سے اکثریت کو ناکامی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

جیسے کہ (یہ صورتِ حال) مصر کی اسلامی جماعت کے ساتھ اس وقت پیش آئی (جیسا کہ ہم پچھلے موضوع میں ذکر کر چکے ہیں) جس وقت ان کے لیے دشمن کی افواج اور اس کی کوششوں کو پوری سرزمین مصر پر بکھیرنا ممکن تھا، لیکن قیادت کے کچھ حصے نے مختلف دواعی (اسباب) کے تحت اس پر عمل نہیں کیا جس کی وجہ سے دشمن نے محدود جگہوں میں اپنی افواج کو جمع کیا اور اس طرح صورت حال کو کنٹرول کر لیا۔

۲) کارروائیوں کے رفتار کے قواعد

کارروائیوں کی رفتار یا تو بڑھتی ہوئی ہوگی یا عام رفتار ہوگی یا امواج (لہروں) کی شکل میں ہوگی۔ بسا اوقات ہمارے مراحل میں یہ مذکور تمام اقسام کی کارروائیاں شامل ہونگی۔

مزید وضاحت: کارروائیوں کی رفتار کا بڑھتا ہوا ہونا دشمن، عوام اور فوج کے چھوٹے درجے کے فوجیوں کو پیغام دے گا کہ

صفحہ نمبر ۸۰

مجاہدین کی قوت بڑھ رہی ہے، یہ تمام لوگ یہ قواعد نہیں سمجھتے، جو کچھ تاثر ان کے ذہنوں میں قائم ہوتا ہے وہ کارروائیوں کی تعداد، نوعیت، پھیلاؤ یا ان تمام امور کی وجہ سے ہوتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ان کے ذہنوں میں یہ تاثر قائم اور راسخ ہوگا کہ مجاہدین مسلسل آگے بڑھ رہے ہیں اور دشمن برابر پیچھے ہٹ رہا ہے اور دشمن کا انجام شکست ہے، اس وجہ سے عوام کے اندر جرأت اور امید پیدا ہوگی، جس کی وجہ سے تحریک کو دائمی کمک اور خود بخود ترقی میسر ہوگی۔

اس وجہ سے ہمارے لیے مناسب ہے کہ ہم اپنی کارروائیوں کے لیے اس طور پر منصوبہ بندی کریں کہ ابتداء میں چھوٹی چھوٹی کارروائیاں شروع کریں اور پھر بعد میں بڑی کارروائیاں کریں اور اس طرح یہ سلسلہ چلتا رہے اگرچہ ہمارے لیے ابتدا ہی میں بڑی کارروائی کرنا ممکن کیوں نہ ہو جیسے کہ القاعدہ نے جنگ کو بھڑکانے کے لیے (گیارہ ستمبر جیسی) کارروائیاں کی۔ اگرچہ اس میں بھی کام کے بڑھانے کے حوالے سے کچھ فوائد ہوتے ہیں جیسے نوجوانوں میں ترقی اور مقابلے کی عادت ڈالنا وغیرہ۔

نوٹ: یہاں پر یہ تنبیہ ضروری ہے کہ گذشتہ قاعدے میں (ذکر کردہ) پھیلاؤ کے ساتھ خاص

صفحہ نمبر ۸۱

حصہ، کارروائیوں کے (آہستہ آہستہ) بڑھانے کے قاعدے کے ساتھ معارض نہیں ہیں، کیونکہ ہمارے لیے ممکن ہے کہ ہم ابتداً دور دراز علاقوں میں زمین کے بڑے حصے پر چھوٹی چھوٹی کارروائیاں شروع کر دیں پھر ایک عرصے کے بعد ہم کچھ بڑی نوعیت کی کارروائیاں کریں گے اور اس کے بعد ہم دور دراز علاقوں کی مسافتوں کو کم کریں گے۔ کبھی کسی خاص مرحلے میں

(خاص مصلحت کے پیشِ نظر) کاروائیوں کو بڑھانا ہوتا ہے پھر حالات کے پیشِ نظر یہ پیش قدمی، عام رفتار یا لہروں کی شکل اختیار کر لیتی ہے، جہاں تک امواج (مسلسل شکل میں) کی صورت میں کاروائیوں کا تعلق ہے تو یہ ان مجموعہ جات کے لیے مناسب ہے جن کے عسکری مراکز اور دفاعی مقامات محفوظ اور کاروائیوں کے علاقوں سے دور ہوں۔

اسی طرح اُن مجموعہ جات کے لیے بھی یہ مناسب ہے جو دشمن کو یہ پیغام دینا چاہتے ہوں کہ اس کو اپنے اعمال کی قیمت مسلسل چکانی ہو گی اور رعب کی لہریں ختم نہیں ہونگی اور یہ کہ کچھ عرصے کے لیے کاروائیوں کا رکنا دشمن کو یہ چھوٹ دینے کے لیے نہیں ہے کہ وہ مسلمان عوام کے ساتھ جو چاہے کرلیں، جو بھی معاملہ ہو گا ہم دشمن کے خلاف ایسی کاروئیوں کی لہر پیدا کریں گے جس سے دشمن کا دل ایسے دہل جائے گا جس کی کوئی انتہا نہ ہو گی، لہٰذا دشمن کے حق میں بہتر یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کے خلاف اپنے شر کو ختم یا کم کردے لیقضی اللّٰہ امرا کان مفعولا

صفحہ نمبر ۸۲

میرا خیال یہ ہے کہ لہروں کی صورت میں کاروائیاں زیادہ تر ان مجموعہ جات کے لیے مناسب ہیں جن کا تعلق غیر بنیادی ریاستوں سے ہیں (جیسے کہ ہم نے سابقہ بحث میں ذکر کیا تھا)

۳) ایک اہم قاعدہ جو عام پالیسی کی حیثیت بھی اختیار کر سکتا ہے جب کہ چھوٹی کاروائیوں کے لیے (اس کی روشنی میں) منصوبہ بندی بھی ہو سکتی ہے یہ ہے کہ:

''اپنی زیادہ سے زیادہ طاقت کے ساتھ دشمن کی کمزور ترین پوزیشن پر اپنی قوت ضاربہ کے ذریعے سے وار کرو' یہاں پر اس بات کی طرف اشارہ مناسب ہے کہ کیسے اعلیٰ قیادت جزیرۃ العرب کے نوجوان کو ہی اپنی قوت ضاربہ مانتی تھی البتہ کچھ عوامل (جن کو گذشتہ تحقیقات کے ذیل میں گیارہ ستمبر کے واقعات کے حوالے سے ذکر کیا گیا ہے) کی وجہ سے جزیرۃ العرب کو نامزد ریاستوں کی فہرست میں شامل نہیں کیا گیا، تاہم گیارہ ستمبر کے بعد ان عوامل میں انقلاب آیا جس کی وجہ سے جزیرۃ العرب بھی نامزد ریاستوں کی فہرست میں شامل ہو گیا، بلکہ ہم دیکھتے ہیں کہ قیادت نے اُس کو سرفہرست رکھا ہے کیونکہ اس میں دشمن یعنی آل سعود کا نظام، مجاہدین کے دشمن تمام نظاموں میں سب سے زیادہ کمزور ہے تو گویا کہ جزیرۃ العرب اس قاعدے (کی تطبیق اور اس کو عملی جامہ پہنانے) کے لیے مثالی نمونہ ہے۔

صفحہ نمبر ۸۳

جہاں تک اس قاعدے کا چھوٹی کاروائیوں کے منصوبوں پر منطبق کرنے کا تعلق ہے تو مثال کے طور پر اگر دس افراد کا ایک مجموعہ کوئی نہایت ہی آسان کاروائی کرنا چاہتا ہے (یقیناً ایسی کاروائی فدائی نہیں ہو گی) اور اس کاروائی میں صرف ایک یا دو بندوں کی ضرورت ہے بلکہ یہ مجموعہ کبھی کبھار اس سے بڑی کاروائی کے لیے ایک دو مجاہد بھیجتا ہو، لیکن مجموعے نے دشمن کو ڈرانے کے لیے اس کاروائی میں اپنے تمام افراد کو بھیج دیا تو لوگ اور اخبارات اس کاروائی کا تذکرہ کریں گے اور لوگوں کا خیال ہو گا کہ اگلی کاروائی اس سے بڑی افرادی قوت کے ساتھ ہو گی۔ چنانچہ اس وجہ سے میڈیا میں مجاہدین کا رائے عامہ کے اعتبار سے گراف بڑھ جائے گا اور دشمن کے دل مجاہدین کا مقابلہ کرنے سے دہل جائیں گے، البتہ اس طرح کی کاروائی اس کے مصالح اور مفاسد کو خوب اچھی طرح دیکھ کر ہی کرنی چاہیے۔ فی الجملہ محدود تعداد پر اکتفا کرنا ہی زیادہ بہتر ہے۔

اسی طرح دیگر حالات اور اس کے تقاضوں کے اعتبار سے اس قاعدے (کو بروئے کار لانے) کے دیگر میدان بھی ہیں (جیسے کہ اکثر قواعد کا یہ حال ہے) ان میں سے ایک یہ ہے کہ مثال کے طور پر ایک ہدف ہے جس تک پہنچنا آسان ہے مثلاً دشمن کی ایک عمارت ہے جس میں اجتماعات وغیرہ منعقد ہوتے ہیں اس عمارت کو تھوڑے سے بارود کے ساتھ منہدم کیا جا سکتا ہے لیکن ہمارے ساتھ بارود کا وافر مقدار میں اسٹاک موجود ہے اور ہمیں حرکت کے دوران، **استعمال کئے بغیر اس اسٹاک سے چھٹکارا پانا ہے**۔

صفحہ نمبر ۸۴

تو اس صورت میں بڑی مقدار میں بارود کا استعمال کرنا چاہیے، صرف عمارت کو زمین بوس کرنے کے لیے نہیں بلکہ اس لیے کہ زمین اس عمارت کو مکمل طور پر نگل لے۔ اس سے دشمن پر بہت زیادہ رعب پڑتا ہے۔

اور میڈیائی اہداف بھی عمدہ طور پر حاصل ہو جاتے ہیں، ان میں سے سب سے بڑا ہدف یہ حاصل ہوتا ہے کہ دشمن اپنے نقصانات نہیں چھپا سکتا اس طرح کی کاروائیاں بار بار کی جائیں اس سے متعدد نتائج حاصل ہونگے۔

۴) ایک اہم قاعدہ جو ماضی اور حال میں جنگوں کی ریڑھ کی ہڈی رہا ہے اور اسٹریٹیجک ماہرین اور مورخین ہمیشہ یہ بات ذکر کرتے ہیں کہ اگر جہادی جماعتیں اس قاعدے پر توجہ مرکوز کریں تو تمام دشمنوں کی تباہی بہت جلد ہو جائے گی وہ قاعدہ یہ ہے کہ ''عسکری طور پر طاقتور دشمن کی شکست کا سب سے بہتر ذریعہ اس کو عسکری اور اقتصادی طور پر دیوالیہ بنانا ہے'' (طبعی طور پر اقتصادی تباہی، بنیادی طور پر عسکری کاروائیوں سمیت دوسرے طریقے اختیار کرنے سے ہو گی)، چنانچہ رمزفیلڈ نے صحافیوں سے گفتگو میں اپنی ہزیمتوں کا دفاع کرتے ہوئے کہا کہ ''اس سے

صفحہ نمبر ۸۵

زیادہ ہم مزید کیا کر سکتے ہیں؟ یہ مت بھولو کہ ہم ایسے دشمن کے مقابلے میں کروڑوں خرچ کر رہے ہیں جو لاکھوں خرچ کرتا ہے'' رمزفیلڈ نے جھوٹا ہونے کے باوجود ایک حد تک سچ کہا چنانچہ ایک غیر ملکی محقق (تجزیہ نگار) کہتا ہے ''سابق سوویت یونین کو چھوٹی چھوٹی جنگوں خصوصاً افغانستان کی جنگ اور اس کے نتائج میں ہونے والے عسکری اور اقتصادی صلاحیتوں کے

دیوالیہ پن نے تباہ کیا اور امریکہ بھی موجودہ جنگوں میں تقریباً روس کے انجام کی طرف گامزن ہے"۔

تجزیہ نگار اپنی تحقیق کے آخر میں مزاق کرتے ہوئے کہتا ہے کہ "امریکہ کے دشمنوں کو امریکہ کی جلد تباہی کے لیے اس کے دیوالیہ کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ بُش یہ کام اچھی طرح کر رہا ہے"۔

اس بحث کے بعض آنے والے نکات میں عنقریب شرعی، میڈیائی اور منصوبہ سازی کے پہلوؤں کا لحاظ رکھتے ہوئے اقتصادی دیوالیہ پن کے کچھ طریقوں کا فرضی بیان آجائے گا، جو کچھ میں نے عرض کیا یہ تو کچھ مثالیں ہیں اور یہ تمام کی تمام مثالیں قواعد اور عام منصوبوں کے ضمن میں ہیں البتہ مشاہدہ کرنے والے پر یہ بات مخفی نہیں کہ عسکری کاروائیوں میں سب سے چھوٹا کام اگرچہ کیفیت کے اعتبار سے کیوں نہ ہو

صفحہ نمبر ۸۶

اسلحے کو تیار رکھنا، اس کو ایک جگہ ذخیرہ کرنا اور صاف کر کے رکھنا ہے اور یہ سب کچھ ایسے قواعد وضوابط کے تحت ہوتا ہے جن کا ہر رکن کے لیے اپنے تخصص (خصوصی تربیت جو جہاد کے کسی ایک شعبے سے متعلق ہو) میں کم از کم اپنی ذمہ داری کی حد تک سیکھنا ضروری ہے۔

میں اس مثال کی مناسبت سے یہ قصہ ذکر کرنا چاہوں گا کہ مصر کے طواغیت میں سے خبیث شخص یعنی وزیر اطلاعات صفوت شریف کے ٹارگٹ کلنگ کی کاروائی صرف اس وجہ سے ناکام ہوئی کہ جس ساتھی کے ذمہ اس کو قتل کرنا تھا اس نے کاروائی والی رات اسلحہ ایسی جگہ میں اسٹاک کیا تھا جہاں پر رطوبت تھی، چنانچہ جب اس کے ساتھی نے پہلے اپنی کار کو چوکیدار (باڈی گارڈ) کے سامنے لا کر اسے قتل کیا اور وزیر کو مارنے کے لیے اس کی باری آئی تو گولیاں پھنس گئیں اور وزیر بچ گیا۔

وہ اہم مصادر جن کی ہم فنونِ حرب، عسکری نظریات اور قواعد کے حوالے سے نشاندہی کرتے ہیں:

۱) جہاد کی مختلف انسائیکلوپیڈیاز (دائرۃ المعارف) جو مجاہدین نے افغانستان میں تیار کئے ہیں۔

۲) مجلہ "بتار" جو جزیرۃ العرب کے جہادی معسکرات سے جاری ہوتا ہے۔

۳) مجلۃ الانصار میں ابو عبید قرشی حفظہ اللہ کی تحریرات، اسی طرح ان کے اور دیگر حضرات کی اسوہ حسنہ کے موافق قدیم تحریرات

۴) فنِ حرب خصوصاً گوریلا جنگ سے متعلق عام کتابیں، بشرطیکہ پڑھنے والا ان میں موجود شرعی غلطیوں کی اصلاح کر سکتا ہو۔

صفحہ نمبر ۸۷

31

چوتھی فصل

شدت اختیار کرنا

جو لوگ صرف کتابی جہاد سیکھتے ہیں وہ اس نقطے کو کبھی بھی عمدہ طور پر نہیں سمجھیں گے، افسوس کی بات یہ ہے کہ ہماری امت کا نوجوان جب سے اسلحے سے نہتا ہو گیا ہے، جنگوں کے مزاج کو سمجھنا بھول گیا ہے، اس سے پہلے جو لوگ جہاد کرتے تھے، وہ جانتے تھے کہ جہاد تو صرف شدت، سختی، دہشت انگیزی، جلاوطنی اور خون ریزی ہی کا نام ہے (میں نفسِ جہاد اور قتال کی بات کر رہا ہوں نہ کہ اسلام کی، لہٰذا بات خلط ملط مت کیجیے) اور یہ ممکن ہی نہیں کہ ابتدائی مرحلے میں دشمن کی خون ریزی اور جلاوطنی کے بغیر جہاد دوام پکڑے اور ایک مرحلے سے دوسرے مرحلے تک منتقل ہو، بلکہ بسا اوقات دیگر مراحل میں بھی یہی سختی درکار ہوتی ہے، نرمی کے سائے میں جہاد دوام نہیں پکڑ سکتا چاہے جہاد کی طرف دعوت میں نرمی ہو یا موقف قائم کرنے میں یا کاروائیوں کے طریقہ کار میں۔

نرمی کا عنصر کسی بھی جہادی کاروائی کی ناکامی کا عنصر ہے جو لوگ کوئی بھی جہادی کام شروع کرنا چاہتے ہوں ان کے اندر نرمی ہو تو ان کے لیے گھروں میں بیٹھ جانا ہی بہتر ہے ورنہ تو اس کا انجام ناکامی و نامرادی ہوگی اور یہ لوگ بعد میں بڑے مصائب کا سامنا کریں گے۔

جو لوگ میری اس بات کو سمجھنا اور اپنی تشفی کرنا چاہتے ہوں ان کو چاہیے کہ سیر اور تاریخ کی کتابوں کی طرف

صفحہ نمبر ۸۸

رجوع کر لیں اور موجودہ جہادی تحریک پر جو کچھ گزرا اس میں غور کر لیں۔

چاہے ہم سختی کریں یا نرمی جب ہم اپنے دشمنوں کے ہاتھ آئیں گے تو وہ ہمارے اوپر ہرگز رحم نہیں کھائیں گے تو ہمارے لیے زیادہ مناسب یہ ہے کہ ہم دشمن کو اس بات پر مجبور کر دیں کہ وہ ہم سے نبرد آزما ہونے سے پہلے ہزار بار سوچے، بہت سارے ایسے لوگ جو کبھی اپنی زندگی میں جنگوں میں نہیں اترے وہ جنگی اور میڈیائی معرکوں میں کفار کے خلاف شدت اور سختی کی بات کو نہیں سمجھیں گے کیونکہ مسلمانوں پر جو تاریک دور گزر رہا ہے اس نے بہت بڑا اثر چھوڑا ہے، ضرورت اس امر کی ہے کہ نوجوانوں میں شدت اور سختی کی اہمیت کو خوب واضح کیا جائے کیونکہ (عسکری اعتبار سے) موجودہ نوجوان بعثت کے وقت کے عربوں سے مختلف ہیں کیونکہ عرب جنگجو تھے اور جنگوں کے مزاج کو سمجھتے تھے۔

اگر ہم اپنے جہاد میں شدت پسند نہ ہوں گے اور نرمی کریں گے تو یہ اس جنگی عنصر کے فقدان (کھو جانے) کا بنیادی سبب ہوگا جو امتِ رسالت کے بنیادی ستونوں میں سے ہے کیوں کہ جنگی امت وہ امت کہلاتی ہے جو اپنے مفادات کا تحفظ کر سکے اور بڑے بڑے مصائب میں پہاڑوں جیسی ثابت قدمی دکھائے یہ صفات ہم موجود زمانے میں کھو چکے ہیں۔ تاریخ کی کتابیں ہمیں صلحاء کی بعض جہادی اصلاحی

صفحہ نمبر ۸۹

تحریکوں جیسے نفس زکیہ وغیرہ کی تحریک اور عباسیوں کی تحریک کے درمیان فرق بتاتی ہے کہ عباسیوں کی فتح اور دیگر کی شکست کے فی الجملہ اسباب میں سے ایک یہ بھی ہے کہ عباسیوں میں شدت (سختی) تھی جب کہ ان کے مدمقابل حضرات (نفس زکیہ وغیرہ) میں نرمی اور خون ریزی سے پہلو تہی تھا چنانچہ نفسِ زکیہ نے اپنے فوج کے سپہ سالار (جب کہ ایک موقع پر اس کے لیے فتح حاصل کرنا ممکن تھی) کہا کہ وہ ممکن حد تک خون ریزی سے بچے، نفس زکیہ کی فوج کے کمانڈرز کو تعجب ہوتا تھا کہ یہ کیسا شخص ہے کہ بادشاہت بھی طلب کرتا ہے جب کہ انداز اس کا یہ ہے؟

واضح رہے کہ نفسِ زکیہ وغیرہ مصلحین اپنی اس پالیسی میں ایک حد تک صحیح تھے کہ ان کا قتال مسلمانوں سے تھا اور باغیوں سے قتال کے احکام مختلف ہوتے ہیں جب کہ ہم تو الحمدللہ صلیبیوں اور ان کے مرتد مددگاروں اور مرتد افواج کے خلاف صف آرا ہیں تو ہمارے لیے خون ریزی سے کوئی (شرعی) رکاوٹ نہیں بلکہ ہم تو اس کو اس وقت تک تمام واجبات سے بڑھ کر (ضروری) سمجھتے ہیں جب تک یہ (مخالفین) توبہ تائب ہوں، نماز قائم کریں اور زکوۃ دیں اور دین (نظام) سارا کا سارا (بلاشرکت غیرے) اللہ کا ہو جائے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جو انبیاء کرام کے بعد سب سے زیادہ (سنن) قوانین کو سمجھنے والے لوگ تھے شدت کے معاملے کو سمجھتے تھے چنانچہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کچھ لوگوں کو آگ سے بھی جلایا، حالانکہ آگ سے جلانا (بنص حدیث) ناپسندیدہ امر ہے، اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ بعض اوقات ضرورت کے تحت سختی کے (مفید) اثرات کو سمجھتے تھے۔

صفحہ نمبر ۹۰

ان حضرات نے ایسی معاملے کا حکم اور ان کی افواج نے (معاذ اللہ) اس پر عمل اس وجہ سے نہیں کیا کہ یہ کوئی سخت گیر لوگ تھے اور خون ریزی ان کی خواہش تھی ہرگز نہیں اللہ کی قسم ان کے دل بہت نرم تھے اور یہ لوگ انبیائے کرام کے بعد خلقِ خدا پر سب سے زیادہ شفیق تھے لیکن اصل وجہ یہ تھی کہ یہ حضرات اہل کفر کیساتھ سختی اور نرمی کے مواقع کو سمجھتے تھے، یہی وجہ ہے کہ اہل علم ارتداد کے زمانے کے بارے میں لکھتے ہیں کہ لوگ جاہلیت کی طرف لوٹ گئے بعض نے تمام فرائض کا انکار کیا بعض نے زکوۃ کا انکار کیا اور یہ خیال کیا کہ زکوۃ صرف رسول اللہ ﷺ کو دینا لازم تھی ابوبکر کا اس میں کوئی حق نہیں

32

بعض نے یہ اعلان کیا کہ اپنی صوابدید پر زکوۃ دیں گے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہرگز زکوۃ نہیں دیں گے، کمزور ایمان والوں کا خیال تھا کہ آپ ﷺ کی وفات کے ساتھ ہی اسلام کی تلوار کند ہوگئی لہٰذا اس دین سے نکلنے کے لیے اس موقع کو غنیمت سمجھنا چاہیے۔

اسی طرح جزیرۃ العرب پر ارتداد کا غلبہ ہوا اور اسلام صرف مکہ، طائف، مدینہ اور بحرین کی بستی جواثی میں محدود ہو کر رہ گیا، ارتداد و قبائل عرب، بستیوں اور گروہوں پر حاوی ہو گیا رسول اللہ ﷺ کے ساتھی ان کا قلع قمع کرنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے اور اس فتنہ کے خلاف جہاد کا پرچم بلند کیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ایسی سختی دیکھی گئی

صفحہ نمبر ۹۱

جو اس سے قبل نہ تھی یہاں تک کہ قاصد ان کے پاس ایسی بری خبریں لے کر آتے جس سے لوگ خوف زدہ ہو جاتے لیکن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مزید آگ بھڑکانے اور جنگ لڑنے کا حکم فرماتے یہاں تک کہ حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ "میں نے آپ ﷺ کے بعد کسی کو انتہائی پھیلی ہوئی جنگ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ ثابت قدم نہیں پایا جب ہم انہیں بڑھتی ہوئی ارتداد کے متعلق بری خبریں دیتے تو (ان کے حوصلے کا عالم) ایسا ہوتا کہ گویا ہم نے انہیں ایسی بات سنا رہے ہیں جو ان کے حق میں ہو نہ کہ ان کے خلاف، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لشکر کو تمام تر وصیتیں یہی ہوتی تھیں کہ بغیر کسی توقف اور سستی کے گردنیں کاٹیں، یہاں تک کہ فجائت کے لقب سے ملقب ایاس بن عبد اللہ بن عبد یالیل نامی شخص جس نے مرتدین کے خلاف جہاد کے (نام پر) مال لیا اور پھر خود مرتدین کے ساتھ جا ملا صحیح روایت کے مطابق اس مال سمیت ڈاکو بن گیا، تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے زندہ جلا دیا، جنگ کی چکی پورے جزیرۃ العرب میں چلتی رہی لیکن صحابہ کرام میں سے کوئی بھی خوف زدہ نہیں ہوا بلکہ صحابہ کرام خود جنگ کے مرد میدان تھے یہاں تک کہ پورا جزیرۃ العرب اسلام کی حاکمیت اور قوت کی طرف لوٹ آیا۔

ہم موجودہ دور میں رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد پیدا ہونے والی ارتداد جیسی صورتحال یا جہاد کے ابتدائی دور میں اہل ایمان کو درپیش حالات جیسی صورت حال سے دوچار ہیں۔

صفحہ نمبر ۹۲

لہٰذا ہمیں خون ریزی اور بنی قریظہ کے خلاف اٹھائے گئے اقدامات جیسے کاموں کی ضرورت ہے، البتہ جب ہمیں اللہ تعالیٰ قدرت دے اور ہم کنٹرول اور انصاف کے پھیلانے کے قریب ہو جائیں تو پھر اس وقت اہل ایمان سے زیادہ نرم دل کوئی نہیں، پھر ایسی صورت میں اہل ایمان لوگوں سے کہتے ہیں "اذھبوا فانتم الطلقاء" یعنی جاؤ تم آزاد ہو۔

نوٹ: اس بات کو ملحوظ رکھا جائے کہ شدت اور سختی ایسی ہونی چاہیے کہ اس سے شرعی حدود پامال نہ ہوں اور اس میں ان مصالح اور مفاسد کا خیال رکھنا چاہیے جنہیں شریعت نے جہاد کے

احکام میں مخلوق کی رہنمائی کے جملہ اہم ابواب میں سے ایک اہم باب کے طور پر شمار کیا ہے۔

اسی سلسلے میں جب بھی دشمن کی صفوں میں ایسے لوگ ہوں جو حق کا اعتراف کرتے ہوں (اعتراف حق کے سلسلے میں تمام عقلیں مشترک ہیں) تو ویسی ہی ہم اپنی روندنے کی پالیسی میں نرمی کریں گے، البتہ متکبر دشمن، اسکی افواج اور اس کے مددگاروں کا معاملہ اور ہے۔

قیمت چکانے کی پالیسی، سختی سے متعلق ایک امر

ہمارے یا امت کے خلاف (دشمن) کی کوئی بھی ایذاء رسانی قیمت چکائے بغیر نہیں ہونی چاہیے ''تباہی اور بربادی پھیلانے کی قوت'' کے مرحلے میں ''قیمت چکانے'' کی پالیسی کی پیروی کرنا دشمن کے اندر مایوسی

صفحہ نمبر ۹۳

پھیلا دے گا، تباہی پھیلانے والے مجموعہ جات کے خلاف (دشمن) کی کسی بھی قسم کی پسپا کن کاروائی کا ایسا موثر جواب دینا چاہیے جو دشمن کو اس کے جرم کی پوری پوری قیمت چکانے پر مجبور کرے تاکہ دشمن دوبارہ اس طرح کی کاروائیاں کرنے سے باز رہے، اور ہمارے خلاف حملہ آور ہونے سے پہلے ہزار بار سوچے بایں طور کہ ''حملہ کرنے میں پہل کرنے سے رک کر صرف اپنا دفاع کرنے تک محدود ہو جائے''

''قیمت چکانا'' لازمی طور پر ہونا چاہیے اگر چہ ایک طویل مدت اور کئی سالوں کے بعد ہی کیوں نہ ہو اور مناسب ہے کہ اس حوالے سے جاری کئے جانے والے بیان میں دشمن کو ''قیمت چکانے'' کی یاد دہانی کروائی جائے۔ یہ بات دشمن کی قیادت کے نفسیات پر اثر انداز ہوگی (اور وہ سمجھے گا) کہ وہ اسلام، اہل اسلام یا مجاہدین کے خلاف جو بھی جارحیت کرے گا تو جارحیت کرنے والے خود یا ان کے مددگار یا دشمن کے قیمتی اموال ان کی قیمت جلد یا بدیر ادا کریں گے۔ اس سے دشمن کے اندر نا امیدی کے احساسات سرایت کریں گے اور وہ نا امیدی اور ذاتی حرص کی وجہ سے مجاہدین کی ایسی نسل کا سامنا کرتے ہوئے میدان چھوڑنے کی فکر کرے گا جو جنگوں پر مصر ہو اور حوادث انہیں اپنے عزائم سے ہٹانا تو کیا انہیں جواب دینے پر ابھارتے ہوں

صفحہ نمبر ۹۴

''پر آشوب صورت حال کا انتظام چلانے'' کے مرحلے میں ہمیں صلیبی اور مرتد دشمن کی طرف سے تربیتی مراکز اور ہمارے زیر انتظام چلائے جانے والے رہائشی علاقوں کی سطح پر فضائی حملوں کے مسئلے کا سامنا ہو سکتا ہے۔ اس مسئلے سے نمٹنے کے لیے دفاعی قلعہ بندیاں اور خندقیں کھودنے کے ساتھ ساتھ ہمیں چاہیے کہ دشمن کی جارحیت کے مقابلے میں ''قیمت چکانے'' کی پالیسی جاری رکھیں۔ اس صورت حال میں قیمت چکانے کی پالیسی جاری رکھنا دشمن کو پسپا کرنے اور ''پر آشوب حالات کی انتظامیہ'' کے تحت چلائے جانے والے علاقوں پر حملہ آور ہونے سے پہلے ہزار بار سوچنے پر مجبور کر دے گی کیونکہ دشمن کو پتہ ہوگا کہ جلد یا بدیر وہ اس کی قیمت چکائے گا، اس لیے دشمن پر آشوب حالات والے علاقوں سے پسپائی کی طرف مائل ہوگا جس سے یہ علاقے اپنی سانسیں بحال کرتے ہوئے ترقی کی جانب بڑھیں گے۔

واضح رہے کہ دشمن کی اس پسپائی سے بغیر کسی معاہدے کے وقتی طور پر جنگ رک جائے گی، ہم مرتد دشمن کے ساتھ صلح نہیں کریں گے اگر چہ اصلی کافر کے ساتھ صلح ہو سکتی ہے۔ یہاں پر ایک اہم نکتہ کی وضاحت ضروری ہے کہ وہ یہ ہے کہ بہتر یہ ہے کہ ''قیمت چکانے'' کی کاروائیاں دیگر ایسے علاقوں کی مجموعہ جات کرے جہاں پر جارحیت واقع نہ ہوئی ہو۔ اس میں کئی فوائد ہیں جن پر ہم ''دبدبہ قائم کرنے'' کی فصل میں تفصیلی گفتگو کریں گے۔

صفحہ نمبر ۹۵

ان میں سے ایک اہم فائدہ یہ ہے کہ دشمن کو یہ احساس ہوگا کہ وہ محاصرے میں ہے اور اس کے مفادات واضح ہو چکے ہیں پس اگر دشمن جزیرۃ العرب یا عراق کے کسی علاقے میں جارحیت کرے ہم اس کو مغرب، نائجیر یا یا انڈونیشیا میں جواب دیا جائے تو اس سے دشمن پھنس جائے گا خصوصاً جبکہ وہ علاقہ جہاں پر ''قیمت چکانے'' کی کاروائی کی گئی ہو کفریہ یا مرتد نظاموں کے زیر انتظام ہو تو اس صورت میں تو دشمن جوابی کاروائی کے لیے ہرگز کوئی اچھا میدان نہیں پائے گا اسی طرح یہ کاروائی ان لوگوں کے حوصلے بھی بڑھائے گی جن پر جارحیت کی گئی تھی اور اس سے ہر علاقے کے مسلمانوں کو یہ پیغام جائے گا کہ ہم امت واحدہ ہے اور (مصنوعی) سرحدات کی وجہ سے نصرت کا فریضہ منقطع نہیں ہو سکتا۔ سابقہ صورتیں ''قیمت چکانے'' کی پالیسی صرف صلیبی دشمن پر منحصر نہیں، مثال کے طور پر اگر مصری مرتد نظام کوئی ایسی کاروائی کرے جس میں مجاہدین کے کسی مجموعے کو شہید یا گرفتار کر لے تو اس صورت میں جزیرۃ العرب یا مغرب میں مجاہدین کی طرف سے مصری سفارت خانے کو نشانہ بنا کر ایک بہترین بیان جاری کرنا چاہیے یا مصری سفارت کاروں کو اغوا کر کے اس وقت تک یرغمال بنانا چاہیے جب تک مثلاً مجاہدین کا مجموعہ وغیرہ رہا نہیں ہو جاتا، اس کے ساتھ شدت کی پالیسی پر بھی عمل پیرا ہونا چاہیے بایں طور کہ اگر مطالبات پورے نہ ہوں تو یرغمالیوں کا ایسے خوفناک انداز میں صفایا کیا جائے کہ دشمن اور اس کے مددگاروں کے دلوں میں خوف پڑ جائے

صفحہ نمبر ۹۶

جزء دُوم نامہ اسامہ بن لادن

پانچویں فصل (دبدبہ قائم کرنا)۔

دبدبہ ایمانی موالات (دوستی) سے قائم ہوتا ہے، جب کسی مجموعے یا پرآشوب علاقوں کے کسی فرد کی (خواہ وہ کتنی ہی چھوٹے مرتبے والا کیوں نہ ہو) باقی افراد کے ساتھ وفاداری کا رشتہ قائم ہوجائے پھر یہ فرد اور باقی افراد اہل کردیگر افراد کے ساتھ بایں طور وفاداری ظاہر کرے کہ یہ سب ایک دوسرے پر قربان ہونے کے لیے تیار ہوں تو اس سے دشمن کے مقابلے میں اس مجموعے کا دبدبہ قائم ہوجائے گا، جب دشمن کو علم ہو کہ اگر اس نے مجموعے کے کسی حصے کو توڑ دیا تو باقی مجموعہ خود بخود سرنڈر کردے گا تو اس صورت میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس مجموعے نے اپنا دبدبہ قائم نہیں کیا ہے البتہ جب دشمن جانتا ہو کہ اگر اس نے مجموعے کے کسی حصے کے خلاف کارروائی کرکے اس کو شہید کیا تو مجموعے کے ختم ہونے تک باقی افراد میں اپنے ساتھیوں کے خون کا بدلہ لینے کا جذبہ باقی رہے گا تو اس مجموعے نے اپنا ایسا دبدبہ قائم کیا ہے جس سے دشمن خوف زدہ ہوجائے گا خصوصاً جبکہ مجموعے کی ہیئت ایسی ہو کہ وہ ایک حملے میں ختم نہ ہوسکتا ہو۔

بڑا دبدبہ جس کے لیے دشمن ہزاروں پالیسیاں بناتا ہے وہ کسی مجموعہ جات کے دبدبوں کا یکجا ہونا ہے خواہ وہ تباہی اور بربادی پھیلانے کے مجموعہ جات ہوں یا پرآشوب علاقے کے انتظامیہ کے مجموعہ جات، ان تمام مجموعہ جات ایمانی دوستی کا ایسے معاہدے کی صورت میں ظاہر ہونا جو خون کے ساتھ لکھا گیا ہو اور جس کی اہم شق ''خون کے بدلے خون'' اور ''انہدام کے بدلے انہدام ہو''۔

صفحہ ۹۷

ایسا دبدبہ قائم کردے گا جس کا سامنا کرنے سے دشمن عاجز ہوگا اس ضمن میں گذشتہ فصل میں قیمت چکانے کی پالیسی کے حوالے سے بھی یہ گفتگو کرچکا ہوں کہ بہتر طریقہ یہ ہے کہ قیمت چکانے کی کارروائی ایسا مجموعہ کرے، جس کے خلاف جارحیت نہ ہوئی ہو بایں طور کہ ہم دشمن کو مشغول کردیں اور اس کو پھنسا دیں اور اس کی کوششوں اور سوچوں کو بکھیر دیں تا آنکہ وہ علاقے یا مجموعہ جات جن کے خلاف جارحیت ہوئی تھی اپنی قوئی کو پھر سے بحال اور اپنے اوراق کو ترتیب نہ دیں۔

اس سے امت کے ذہن میں، ایک ایسا دبدبہ قائم کرنے کے حوالے سے جس کے سامنے شر کی طاقتیں نہ ٹھہر سکیں، ایمانی دوستی کی قدر و قیمت کا استحضار ہوگا، اس ضمن میں میں اس بات کی خبرداری دینا چاہتا ہوں کہ اس مرحلے میں ہم اپنے جہاد کو امت کا جہاد سمجھیں گے اس لیے جو بھی فرد، مجموعہ یا جماعت جو مسلمان ہو اور جہاد میں داخل ہو اور خون کے بدلے خون اور انہدام کے بدلے انہدام کی بنیاد پر ہمارے ساتھ وفاداری کا تبادلہ کرے تو وہ جہادی تحریک کا حصہ ہوگا اگرچہ وہ علمی یا عملی امور میں تاویل کی بنیاد پر نہ کہ قصداً صحیح منہج کی مخالفت بھی کرے البتہ جس بات کی وہ جہراً مخالفت کرتے ہوں اس کی تائید نہ کی جائے اس ضمن میں تاریخ کے حوالے سے ہمارے سامنے کئی مثالیں موجود ہیں، مثال کے طور پر

صفحہ نمبر ۹۸

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اپنی کتابوں میں اشاعرہ پر بھرپور حملے کرتے ہیں اور ان کے منہج کا فساد بیان کرتے ہیں لیکن یہ بات ان کے بدعتی اقوال اور افعال کے حوالے سے گفتگو کے مواقع پر ہیں دوسرے مقام (وفاداری، پناہ دینا، نصرت کرنے کا مقام) پر جب یہی قوم ایسی صورت حال کا سامنا کر رہی تھی جس میں یہ لوگ بدعات میں ملوث نہ تھے بلکہ اسلام اور اہل اسلام کی نصرت کر رہے تھے۔

(آپ پر مخفی نہیں ہوگا کہ مصر اور شام کے حکام، علماء اشاعرہ کی طرف مائل تھے) اور تاتاریوں کے خلاف اسلام اور جہاد کی نصرت کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے تھے تو شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ان کے متعلق فرمایا کہ ''یہ شام اور مصر میں طائفہ منصورہ ہیں'' علاوہ ازیں افواج اپنے ان قائدین کے عقیدے کی حامل نہ تھی جو اشاعرہ کی طرف مائل تھے۔ اس طرح امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے صلیبیوں کے خلاف اسلام اور فرقہ باطنیہ کے خلاف سنت کی نصرت کرنے پر سلطان صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ کی تعریف کی باوجود اس کے کہ سلطان کی ریاست کا مذہب اشعری مذہب تھا، اس کے متعلق شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں: اسی طرح جب اہل بصرہ میں ''قدر'' زیادہ ہوگیا تو اگر ان سے حدیث کی روایت ترک کردی جائے تو علم، سنن اور محفوظ آثار مٹ جائیں گے، پس اگر علم، جہاد وغیرہ واجبات صرف ایسے لوگوں کے ذریعے قائم ہوسکتے ہوں جن میں یہ بدعات ہوں لیکن بدعات کا ضرر اس واجب کے ترک کرنے کے ضرر سے کم ہو تو اس صورت میں واجب امر کی مصلحت، کمزور مفسدہ کے باوجود حاصل کرنا دوسری برعکس صورت اختیار کرنے سے بہتر ہے، اس لیے اس

صفحہ نمبر ۹۹

اس مسئلے سے متعلق گفتگو میں تفصیل ہے۔۔۔۔!

اس لیے ہمیں ان گروہوں یا عامۃ الناس میں سے ان لوگوں کا خیال رکھنا چاہیے جو ہمارے ساتھ وفاداری کا اظہار کریں، پس ہم ان کی وفاداری قبول کرکے ان کے ساتھ موالات و نصرت کا رشتہ قبول کریں گے البتہ ان کی کسی غلطی کی تائید نہیں کریں گے اور حالات اور بقدر ضرورت اور امکان اصلاح کی ایسی کوشش کریں گے جو ایسے فتنوں اور مفاسد کا سبب نہ بنیں جو کبھی کبھار جہاد کے زوال کا باعث بنتے ہیں خصوصاً اس صورت میں جب جہاد کے مصالح بڑے ہوں۔

اگر (غلطیوں پر) نکیر، بڑے مفاسد اور فتنوں کا باعث ہوں تو اس صورت میں نکیر ترک کردی جائے گی البتہ صراحتاً، اشارۃً یا اقرار وغیرہ کسی بھی صورت میں جیسا کہ بعض اسلامی

تحریکیں کرتی ہیں، غلطیوں کی اجازت نہیں دی جائے گی، اس کے متعلق شیخ الاسلام فرماتے ہیں: ''جب نکیر کرنے میں فساد کا قوی اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں عالم یا امیر کا بعض لوگوں کو کسی کام سے روکنے یا اس کے کرنے کی اجازت دینے میں فرق ہے اور یہ معاملہ احوال کے اختلاف سے مختلف ہوتا ہے'' اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ کی اذن سے مجموعہ جات کے درمیان نصرت اور موالات (دوستی) کا رشتہ قائم ہے خصوصاً ان مجموعہ جات کے درمیان جو اعلیٰ قیادت کی پیروکار ہے لیکن افسوس ناک امر یہ ہے کہ امت کے درمیان واقع افتراق پھیلی ہوئی جہالت اور میدان جنگ میں موجود اختلافات کی وجہ سے۔

صفحہ نمبر ۱۰۰

ہمیں توقع یہ ہے کہ جب دشمن کے خلاف قتال اور کاروائیوں کا دائرہ بڑھے گا اور دشمن امت کے ایسے گروہوں اور اسلامی تحریکوں کے ساتھ نبرد آزما ہوگا جو اس سے قبل مقاتل گروہوں کی صف میں نہیں تھے تو عوام اور تحریکوں میں سے ایسے گروہ سامنے آئیں گے جو جہادی تحریک کے ساتھ وفاداری تو نہیں کریں گے بلکہ وہ صرف اپنے مفادات کے حصول یا زیادہ سے زیادہ دشمن کو اپنے آپ سے باز رکھنے وغیرہ مقاصد کے لیے لڑیں گے، خصوصاً وہ لوگ اعلیٰ قیادت سے وفاداری کا اعلان نہیں کریں گے تاکہ دشمن ان پر اپنی کاروائیاں اور دباؤ مرکوز نہ کرے۔

جب ہم اس مرحلے کا سامنا کریں تو چونکہ ہم درحقیقت پوری امت کو ایک جھنڈے تلے متحد کرنا چاہتے ہیں اس لئے ہمارا کردار یہ ہوگا کہ ہم امت کے گروہوں کے درمیان اہداف اور ان کے حصول کے طریقوں کی وحدت (ہم آہنگی) اور باہمی وفاداری کی اہمیت اجاگر کریں گے کہ یہی دشمن کو ہیبت زدہ کرنے کا واحد راستہ ہے اسی کے نتیجے میں دشمن ہم میں سے کسی ایک سے علیحدہ طور پر نہیں نمٹ سکے گا اسی سے ہم اپنے اہداف کے حصول پر قادر ہونگے اور اسی سے جب ہمارے اہداف متحد ہو جائیں گے تو ہمارے مجموعہ جات یکجا ہو جائیں گے۔ جس کے ذریعے بحکم خداوندی ہمارا دبدبہ حالات کو بہتری کی طرف لے جانے میں زیادہ موثر اور زیادہ پائیدار ہوگا خصوصاً جب کہ یہ دشمن کے ایسے گروہوں کے مقابلے میں ہو جن کے اہداف باہم مختلف ہوں۔

صفحہ نمبر ۱۰۱

مناسب یہ ہے کہ طوالت اور پیچیدگی سے ہٹ کر ضروری تفصیل اور وضاحت کیساتھ تمام لوگوں تک وہ ہدف (مقصد) پہنچ جائے جس کی خاطر ہماری پیدائش ہوئی ہے۔ جس کیلئے ہم سب پر کوشش لازم ہے۔ جس میں دنیا و آخرت کی بھلائی ہے اور یہ کہ ایسی تمام کوششوں اور قربانیوں کی کوئی قیمت نہیں جو ہم صلیبی اور صہیونی یا مرتد دشمن کے خلاف مقابلے میں پیش کریں گے اور ان کے پیچھے ایک کمزور مقصد کارفرما ہو، اور ان سے وقتی اور محدود مفاد حاصل ہوں یا بدقسمتی سے ہم اپنے آپ کو فرد یا جماعت کی صورت میں کسی نئے طاغوت کے سپرد کر دیں یا الٰہی دستور سے ہٹ کر (جو تمام بشریت کو انسانوں کی عبادت سے نجات دلا کر انسانوں کو ان کے اس خالق کی عبادت میں لانے کا ضامن ہے جو اکیلے بندوں کی عاجزی، بندگی اور قربانیوں کا مستحق ہے) کسی نئے دستور کے لیے اپنے آپ اور اپنی قوم اور اپنی تمام تر صلاحیتوں کو بروئے کار لائیں (اور دوسروں کا الۂ کار بن کر استعمال ہوں)

اکیلے یہی ہدف ہی امت کے درمیان اچھی بنیادوں پر اتحاد اور موالات پیدا کر سکتا ہے ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ ہم موثر دعوتی میڈیائی اور تبلیغاتی ذرائع کانت نئے انداز سے استعمال کریں تاکہ یہ پیغام ایک ایسے ہیبت ناک جنگ کے سائے میں تمام امت تک پہنچے جس کے مقدمات شروع ہو چکے ہیں۔ ایک ہم نقطہ ''دبدبہ قائم کرنے'' خصوصاً دبدبے کی قوت کی کیفیت کا اندازہ کرنے کے متعلق رہ گیا اسی سے ہم اپنی نقل وحرکت اور پالیسیوں کو صحیح طریقوں کے ذریعے عملی جامہ پہنائیں گے اس نقطے میں ہم جس بات کی تاکید کرنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہمیں چاہیے کہ اپنی نقل وحرکت کی بنیاد ایسے لوگوں کی نقل وحرکت پر نہ رکھیں جن کی دوستی اور ان کی اصلاح ہماری قدرت سے باہر ہے۔

صفحہ نمبر ۱۰۲

البتہ صرف تنگ (ایمرجنسی) اور تکمیلی امور میں ایسا کیا جا سکتا ہے کیونکہ اصول یہ ہے کہ نقل وحرکت کی پالیسی اس حقیقی دبدبے کی بنیاد پر ہونی چاہیے جو ہمارے پاس ہمارے زیر انتظام مجموعے، دیگر مجموعہ جات اور ان علاقوں کی صورت میں موجود ہے جنہوں نے ہمارے ساتھ وفاداری اور مددگاری کا تبادلہ کیا ہے گزشتہ صدی کی نویں دہائی میں مصر کے ایک جہادی مجموعے نے نقل وحرکت کا ایک بہتر منصوبہ بنایا لیکن اس مجموعے نے اپنی پالیسی کی بنیاد ''جماعتِ اسلامی اور جماعتِ جہاد'' کی ایسی معین نقل وحرکت پر رکھی جس سے اس چھوٹے مجموعے کی منصوبہ بندی کی خدمت ہوتی، اور مجموعے کے قائد کو یہ گمان تھا کہ حوادث دونوں جماعتوں کو اس طرح کی نقل وحرکت کی طرف دھکیل دیں گے جیسے کہ وہ چاہتے ہیں لیکن افسوس کہ اس کا اندازہ باریک بینی پر مبنی نہیں تھا تو بشمول دیگر عوامل کے بالخصوص اس امر کی وجہ سے مذکورہ مجموعے کو بہت زیادہ جانی نقصان کا سامنا کرنا پڑا۔

36

اس واقعہ سے وہی بات نکلتی ہے جو ہم نے پہلے کہی کہ ہمیں اپنی نقل وحرکت کی بنیاد ایسے لوگوں کی نقل وحرکت پر نہیں رکھنی چاہیے جن پر ہمارا کنٹرول نہ ہو یا کم از کم ان کی وفاداری ہمیں حاصل نہ ہو۔ یہاں پر وفاداری اور دوستی سے میرا مقصود وہ خاص وفاداری ہے جو (جنگجوؤں کو) پناہ دینے اور (ان کی) نصرت کرنے کی صورتوں میں ظاہر ہو میری مراد، وہ عام وفاداری نہیں

صفحہ نمبر ۱۰۳

جو روئے زمین پر موجود کسی بھی خطے کے مسلمان کی دوسرے مسلمان کے ساتھ ہوتی ہے، جب امت ترقی کر کے اچھے حالات میں چلی جائے گی تو پھر پوری امت میں بالعموم پائی جانے والی عام وفاداری بعینہ خاص وفاداری کی شکل اختیار کر لے گی (جو پناہ دینے اور مدد کرنے کی شکل میں ہوتی ہے) (ان شاء اللہ تعالیٰ)

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوا وَنَصَرُوا أُولَٰئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يُهَاجِرُوا

مَا لَكُمْ مِنْ وَلَايَتِهِمْ مِنْ شَيْءٍ حَتَّى يُهَاجِرُوا وَإِنِ اسْتَنْصَرُوكُمْ فِي الدِّينِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ إِلَّا عَلَى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ (72) وَالَّذِينَ كَفَرُوا بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ إِلَّا تَفْعَلُوهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيرٌ

ترجمہ: وہ لوگ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنی مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کیا اور جنہوں نے پناہ دی اور نصرت کی وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت نہیں کی تو تمہارے لیے ان کی دوستی میں کچھ بھی نہیں یہاں تک کہ وہ ہجرت کرے اگر وہ آپ سے دین میں مدد طلب کریں تو تمہارے اوپر ان کی مدد کرنا لازم ہے مگر اس قوم کے خلاف جن کا تمہارے ساتھ معاہدہ ہو اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو دیکھنے والا ہے۔ جو لوگ کافر ہیں وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں اگر تم ایسا نہیں کروگے تو زمین پر فتنہ اور فساد واقع ہوگا (القرآن)

صفحہ نمبر ۱۰۴

چھٹی فصل

مخالفین اور معاصرین کے سیاسی کھیل کو اچھی طرح سمجھنا پھر اس کا مقابلہ کرنے کے لیے نقل وحرکت کرنا اور شرعی سیاست کی بنیاد پر ان کیساتھ طرز عمل اپنانا

ہم (امت سے اجتماعی طور پر) اس بات کا پرزور مطالبہ کرتے ہیں کہ اسلامی تحریکوں کے اکثر قائدین یا تو عسکری قیادت کی صلاحیت کے حامل ہوں یا کم از کم لڑائی کی صف میں قتال کرنے پر قادر ہوں نیز ہم اس بات پر بھی زور دیں گے کہ یہ قیادتیں عسکری فنون میں پختگی کے ساتھ ساتھ اتنا ہی سیاسی علم میں بھی پختگی کی حامل ہونی چاہیے، خون وکشت اور فتح وشکست کے درمیان (زیرگردش) ہمارے اس طویل مشن کے دوران کئی تحریکیں ختم ہوگئیں اور کئی اب تک باقی ہیں جب ہم اب تک باقی رہ جانے والے تحریکوں کے مشترکہ عوامل میں غور کرتے ہیں تو ہمیں ان میں عسکری عمل کے پہلو بہ پہلو سیاسی عمل کی فعالیت بھی نظر آتی ہے، ان تحریکوں میں سے بعض تو اپنے بعض موقف کے حوالے سے غیر شرعی انداز میں سیاست کرتی ہیں اس سیاست کے نتیجے میں اگر چہ انہیں بقا حاصل ہے لیکن اس بقا سے برکت ختم کردی گئی ہے (یعنی ان کے عسکری ثمرات حاصل نہیں ہو پارہے)

اسلامی تحریکوں کے کچھ لوگوں نے دشمن اور معاصرین کی سیاست کو سمجھ کر ان کے ساتھ شرعی سیاست کے ذریعے برتاؤ کیا ہے جس کے نتیجے میں ایک ایسی قوت وجود میں آئی ہے جو دین کی نصرت اور شریعت کی مخالفت نہ کرنے کی برکت سے صفائی، استقامت اور مرحلہ وار ترقی کے اعتبار سے روزافزوں ترقی کر رہی ہیں۔ الحمد للہ۔

صفحہ نمبر ۱۰۵

جہاں تک ایسی تحریکوں کے انجام کا تعلق ہے جو صرف جہاد، قتال اور عسکری سرگرمیوں تک محدود ہیں اور سیاست سے تجاہل (پہلوتہی) برتتی ہیں اور اسے شیطانی کام اور نجاست خیال کرتی ہیں یا وہ تحریکیں جو (غیر شرعی سیاسی طریقے اپنانے کی وجہ سے) اسلامی تشخص کھو بیٹھی ہیں بلکہ کفری سیاست میں داخل گئی ہیں تو ان کا افسوسناک انجام یہ ہے کہ یہ تحریکیں کفریہ اور مرتد قوتوں کے لیے سواری (کرائے کے ٹٹو) بن چکے ہیں اور انجام کار جہاد کے ثمرات وہ (کفریہ اور مرتد قوتیں) لے جاتی ہیں۔

سیاسی عمل بہت زیادہ اہم ہے چنانچہ کسی نے کہا ہے کہ "ایک سیاسی غلطی کا انجام سو عسکری غلطیوں سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے"

یہ بات اگر چہ حد سے زیادہ مبالغہ پر مبنی ہے لیکن سیاسی غلطی کی اہمیت بیان کرنے کی حد تک صحیح ہے ہم میں بعض لوگ جو سیاسی لوگوں کے بدبودار سیاسی کردار، سیاست دانوں کا اخلاق اور انسانیت سے عاری ہونا اور ان کے دھوکا دہی اور دروغ گوئی، سازش اور بددیانتی پر مبنی طور طریقوں کو دیکھتے ہیں تو وہ سیاست کے دلدل میں کودنے سے اپنے آپ کو بچانے کو ترجیح دیتے ہیں لیکن (معتدل بات یہ ہے کہ اس سب کچھ کے باوجود) ہمارے لیے سیاست کو ترک کردینا مناسب نہیں، اس طرح بعض لوگ عسکری کام کے ساتھ ساتھ اپنے علم کی حد تک منضبط سیاسی عمل میں بھی اترتے ہیں لیکن افسوس کہ وہ اب تک دشمنوں اور معاصرین کے سیاسی کھیل کی حقیقت کو نہیں سمجھ پائے ہیں۔

صفحہ نمبر ۱۰۶

دشمنوں اور معاصرین کے سیاسی کھیل کے قواعد اور سیاسی صورت حال کو سمجھنا اور پھر اس کے مقابلے کے لیے شرعی سیاست کے موافق سیاسی عمل کو پختہ کرنا، عسکری کام سے کم اہم نہیں خصوصاً جب کہ ہم سمجھتے ہیں کہ ثمرہ حاصل کرنے کا لمحہ (جو درحقیقت طویل دھائیوں میں مجاہدین کی طرف سے ہونے والی قربانیوں کا ثمرہ اور نتیجہ ہوتا ہے) سیاسی وار اور فیصلہ کن سیاسی قرارداد کا نتیجہ ہوتا ہے۔

جی ہاں! اسی سیاسی فیصلے اور سیاسی ضرب سے پہلے عسکری ضربیں لگانا لازمی ہوتا ہے لیکن آخری لمحہ اور انجام پختہ سیاسی انتظامیہ پر موقوف ہوتا ہے بلکہ بہترین نتائج کے حصول کے لیے پورے کا پورا جنگی مشن عمدہ سیاسی انتظامیہ کا محتاج اور مرہون منت ہوتا ہے۔

اہم تنبیہ: اس مضمون میں جہاں بھی سیاسی انتظامیہ کی طرف اشارہ ہوا ہے اس سے مقصود یہ ہے کہ سیاسی فیصلہ عسکری قائد کرے گا، بلکہ مناسب یہ ہے کہ پوری کی پوری سیاسی انتظامیہ یا اس کا اکثر حصہ عسکری قائدین اور ان کے سپاہیوں اور معاونین پر مشتمل ہو۔ بس یہ تمام لوگ جن کا میں نے سیاسی پہلو کا غور وخوض کیساتھ مطالعہ کرنے اور (اس کی روشنی میں) اس کا انتظام سنبھالنے کے حوالے سے ذکر کیا ہے (اگر وہ باریک بینی سے کام لیں تو)

کوئی بھی معرکہ کسی اور کا معرکہ بننے سے پہلے ان کا معرکہ ہوگا (یعنی انہیں ہی اس معرکے میں کامیابی حاصل ہوگی)۔ لہٰذا مناسب یہ ہے کہ جو لوگ کسی بھی وجہ سے عسکری معرکوں میں نہیں اترے (یعنی میدان کے لوگ نہیں) ان کے بارے میں اس بات کی یقین دہانی کرائی جائے کہ سیاسی فیصلے ان کے ہاتھوں میں چھوڑنا سنگین اور خطرناک ہے۔

صفحہ نمبر ۱۰۷

دشمن اور معاصرین کے سیاسی کھیل کے طریقوں کا کچھ حصہ عنقریب آجائے گا اس سے ہمارا مقصود (العیاذ باللہ) یہ نہیں کہ ہم ان سے استفادہ کریں یا ان کو عملی جامہ پہنانے میں ایک دوسرے سے لڑیں کہ بہت ساری بدعتی تحریکیں (جمہوری جماعتیں) کرتی ہیں بلکہ ان قواعد کے ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہم ان لوگوں طریقہ کار کو جان لیں اور پھر شرعی سیاست کی روشنی میں ان کے ساتھ طرزِ عمل اختیار کریں، اس کے بعد ہم اہمیت کے پیشِ نظر بعض اہم نکات پیش کریں گے اگرچہ فی نفسہ تو اہم نکات بہت سارے ہیں ہمارے لیے اس مختصر رسالے میں یہی کافی ہے کہ ہم اپنے نوجوان مجاہدین کو غور وخوض اور عملی مشق کے ابتدائی راستے پر لگائیں دشمن کو متحرک کرنے والا امر مادیت ہے، کفار اور مرتدین کے نزدیک لڑائی بنیادی اعتبار سے مادیت کی جنگ ہے اگر ان کے دنیاوی محرکات ہوں تو یہ لوگ انہیں دینی یا مزعومہ جھوٹے ثقافتی محرکات کے ساتھ ڈھانپتے ہیں (یعنی دنیا کو یہ تاثر دیتے ہیں کہ ہماری جنگ دنیاوی مفادی کی بنیاد پر نہیں بلکہ مذہبی بنیاد پر ہے)۔ ان کے نزدیک آبائی عقائد کا عامل جنگ میں یکتا عامل نہیں ہوتا بلکہ یہ تو جنگ کی طرف دھکیلنے والے جملہ عوامل میں سے ایک عامل ہوتا ہے جو جاہل پیروکاروں کو جنگ میں کھینچ لانے کا ذریعہ محرک سمجھا جاتا ہے البتہ ان کے نقل وحرکت کا ایندھن صرف بقاء کی خواہش اور دنیاوی مفادات ہوتے ہیں، یہ لوگ اسی کے لیے لڑتے ہیں واضح رہے کہ ان کا مقصد صرف بقا نہیں ہوتا بلکہ ایسی بقا ان کا مقصود ہوتی ہے۔ جس

صفحہ نمبر ۱۰۸

میں ان کے اور ان کے اتحادیوں اور معاونین کے لیے بلا روک ٹوک عیش پرستی اور پُر کیف زندگی کی ضمانت ہوتا کہ ان معاونین اور اتحادیوں کے ساتھ اس وقت تک اتحاد برقرار رہے جب تک اتحاد سے یہ مفاد حاصل ہوتا ہو۔

ہمارے لیے لازم ہے کہ ہم اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی سیاست کا ایک اہم اصول ''مفادات کا اصول'' ہے یہ اصول ان کے نزدیک کسی بھی قسم کے اخلاقی اقدار کا پابند نہیں ہوتا بلکہ دیگر اصول اس کے تابع ہوتے ہیں۔ دوستی دشمنی، جنگ یا صلح، سب کی تعیین اس اصول کی روشنی میں کی جاتی ہے، مغربی سیاست دانوں نے ایک نعرے کی صورت میں اس کا خلاصہ ذکر کیا ہے وہ نعرہ یہ ہے کہ ''سیاست میں ہمیشہ کی دشمنی ہوتی ہے اور نہ ہی ہمیشہ کی دوستی بلکہ سیاست میں صرف مفادات دائمی ہوتے ہیں''

یہی وجہ ہے کہ مفادات کا اختلاف ان کے درمیان خونریز جنگوں کا محرک ہے، لیکن ہمیں یہ حقیقت بھی نہیں بھولنی چاہیے کہ اسلام کی دشمنی کا مشترک عنصر ان سب کفری اور مرتد ملتوں کو یکجا کرنے کے لیے ان کو ایک مشترکہ پلیٹ فارم فراہم کرتا ہے۔ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اسلام کے خلاف ان کا نظریاتی اتحاد ایک کمزور اتحاد ہے جو ان میں سے ہر فریق کے مادی مفادات (حاصل ہونے) کی حد تک محدود ہے۔

اس لیے ہمارے لیے یہ مناسب ہے کہ ہم مفادات اور مصلحت کی اس چھپت کو جو ہمارے ہر دشمن کی تحریک کا احاطہ اور حد بندی کرتی ہے

صفحہ نمبر ۱۰۹

سمجھ کر اپنی عسکری اور سیاسی پالیسیوں کی بنیاد رکھیں اور دشمن گروہوں کے مفادات کے درمیان پائے جانے والے رخنے کو مزید چوڑا کرنے اور وسعت دینے پر کام کریں لہٰذا یہ بات ضروری ہے کہ ہماری جہادی قیادت کے ذہن میں مفادات اور مصالح کا نقشہ واضح ہو کیونکہ یہ نقشہ عسکری نقشوں کے برابر اہمیت کا حامل ہے، ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ معاہدہ اور ساز باز دشمن کی سیاست کا مزاج ہے کیونکہ ان کے نزدیک کامیاب معاہدے (اگرچہ اس سے صرف ان کے جزوی مقاصد حاصل ہوتے ہوں) کا متبادل دائمی جنگ ہے، جو کبھی کبھار تمام مفادات کو ملیامیٹ و نابود کر کے رکھ دیتی ہے، اسی لیے یہ سیاست کو امکانیات کے فن کا نام دیتے ہیں۔

جہاں تک ان کا جنگوں پر اصرار کرنے کا تعلق ہے تو یہ صرف وہاں ہوتا ہے جہاں ان کا گمان ہوتا ہے کہ مدمقابل کمزور ہے اور اس کو شکست دینا ممکن ہے یہی وجہ ہے کہ جب ان کو کسی شدید مزاحمت کا سامنا کرنا پڑے جس میں بڑے لاگت کی بے فائدہ جنگ ہو تو اس صورت میں ان کے اتحادی یکے بعد دیگرے سلامتی یا جنگ کو (مناسب حالات تک) مؤخر کرنے کو ترجیح دیتے ہوئے کھسکنا شروع ہو جاتے ہیں۔ دشمن کے معاہدات کے مزاج میں پائیداری نہیں ہوتی کیونکہ یہ تو ایک خاص وقت میں قوت کے پیمانوں کا محض منعکس ہونا ہے اور یہ پیمانے تو ہمیشہ تبدیل ہوتے رہتے ہیں بالالفاظ دیگر سیاسی معاہدے منظم اور طبعاً غیر اخلاقی انداز میں ختم ہو سکتے ہیں۔

صفحہ نمبر ۱۱۰

بلکہ اگر معاہدے کو توڑنے کے نتائج معاہدے پر عمل کرنے کی بنسبت زیادہ اچھے ہوں تو اس صورت میں ایسے معاہدوں کا احترام بہت جلد ختم ہو جاتا ہے اسی طرح مختلف باہمی متصادم مفادات والے گروہوں کے ساتھ ایک ہی وقت میں متضاد معاہدے اور جوڑ توڑ کرنا تو سیاسی جنگل میں ایک روٹین کا کام ہے۔

کبھی ایک گروہ اپنے سیاسی فیصلے، اپنی قوت اور اپنی امت کے تمام مفادات کو مختلف اسباب کی بنا پر بیچ دیتا ہے ان میں سے ایک سبب یہ ہے کہ یہ گروہ قوت کی کمزوری کی بنا پر سیاسی معرکوں میں شریک ہونے کے قابل نہیں ہوتا، (اسکی عمدہ مثال یہ بے ہودہ اسلامی تحریکیں ہیں) یا کبھی اس کے سامنے امت اور عوامی مفادات کی بجائے صرف اپنی ذات اور اپنے مخصوص مفادات ہوتے ہیں (اسکی عمدہ مثال عرب خطے کے تمام حکمران ہیں) یہ دشمن کے سیاسی موقف کا مزاج اور کچھ علامات ہیں ان کا براہ راست اثر اسلام اور اس کے دشمنوں کے درمیان جاری جنگ پر پڑتا ہے۔

جہاں تک دیگر اسلامی تحریکوں کے معاصرین کا تعلق ہے تو ان کی سیاست، شرعی سیاست اور دشمن کی سیاست خصوصاً مفادات کے اصول سے تیار کردہ ایک ملغوبے پر قائم ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ لوگ نصوص میں تحریف کر کے لوگوں کو اس وہم میں مبتلا کرتے ہیں کہ ان کا یہ ملغوبہ درحقیقت جائز شرعی سیاست ہے۔

صفحہ نمبر ۱۱۱

بے شک ان میں سے بعض کے اندر سیاسی محاذ آرائی اور ''جوڑ توڑ'' کی حیران کن صلاحیت ہوتی ہے باوجود اس کے کہ ان کے پاس عسکری قوت نہیں ہوتی لیکن غور کرنے پر یہ معلوم ہوگا کہ درحقیقت ان کی یہ محاذ آرائی ان کے پاس موجود نوجوانوں کی غیر معمولی تعداد کی مرہونِ منت ہے، جو ایک صورت میں خطرے کا باعث بن سکتی ہے، اور وہ یہ ہے کہ اگر ان کی قیادت میدان سے ہٹ جائے کیونکہ درحقیقت ان کی کوئی قیمت نہیں اور ان نوجوانوں کا ہار ٹوٹ جائے تو دشمن کو یہ خوف لاحق ہوتا ہے کہ کہیں یہ نوجوان مجاہدین سے نہ آملیں، لیکن جو بات ہم یہاں بیان کرنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ وہ اہم اصول جس کی وجہ سے یہ معاصرین محاذ آرائی کرتے ہیں اور بڑے سے بڑے مفادات حتیٰ کہ شرعی مفادات تک بیچ ڈالتے ہیں وہ بقاء، بقاء اور صرف بقاء ہے۔

جو کچھ اس مضمون میں گزرا وہ صرف اشارات ہیں، قیادت اور ارکان کو چاہیے کہ اس میں بقدر امکان وسعت پیدا کرے تا کہ فریقین کی سیاست کو گہری نظر سے سمجھا جا سکے یہ بھی ضروری ہے کہ سیاسی مطالعہ اس مروجہ سوچ سے دور ہو کہ دشمن صرف دینی محرکات کی بناء پر نقل و حرکت کرتا ہے بالخصوص جبکہ دشمن کے بہت سارے اتحادیوں کے نزدیک دینی محرک ایک کمزور اور ثانوی امر ہے۔

اس طرح یہ بات بھی ضروری ہے کہ عسکری کام کے ساتھ ساتھ سیاسی کمیٹیوں میں کام کرنے کی اہلیت پانے والا مطالعہ نگار علم نفسیات اور تاریخ کا اچھی طرح مطالعہ رکھتا ہو۔

صفحہ نمبر ۱۱۲

اور اس کے ساتھ ساتھ چھان پھٹک پر بھی قادر ہو اسی طرح اس کے لیے مناسب ہے کہ معاشرتی علوم کا بھی مطالعہ کرے اور معاشرتی علوم میں عالم عرب اور عالم اسلام میں قبائل کے کردار اور محمود اور مذموم عصبیت (قوم پرستی) پر اپنی توجہ مرکوز رکھے نیز موجودہ جاہلی نظام نے قبائل کی بنیادوں پر جو اثر ڈالا ہے اور انہیں جس طرح موجودہ شہری تنظیموں میں تقسیم کر کے ٹکڑے ٹکڑے کیا ہے یا جاہلی قوم پرستی کی طرف پلٹا دیا ہے اس پر بھی غور کرنا چاہیے۔

ہم دوبارہ اس بات کو لوٹاتے ہیں اور اس کی تاکید کرتے ہیں کہ ہمارے اوپر لازم ہے کہ دشمن اور معاصرین کی سیاست کا شرعی سیاست سے تقابل کریں لیکن ہمیں اس میں ایک اہم بات ملحوظ رکھنی چاہیے۔ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''جنگ سے متعلق امور اور اسلام اور اہل اسلام کے مفادات اور شرعی سیاست کے امور رسول اللہ ﷺ کی سیرت اور آپ کے مغازی سے لینا زیادہ اولیٰ ہے بہ نسبت لوگوں کی آراء سے لینے کے۔ پس یہ بھی ایک رنگ ہے اور وہ بھی ایک رنگ ہے وباللہ التوفیق (زاد المعاد)

امام ابن قیم کی اس عبارت میں ہے کہ شرعی سیاست کے امور رسول اللہ ﷺ کی سنت سے اخذ کرنا زیادہ اولیٰ ہے، امام ابن قیم نے ''اولیٰ'' کا لفظ استعمال کیا ہے یہ نہیں فرمایا کہ واجب ہے، بعض لوگ اس نقطے کو نہیں سمجھیں گے اس لیے ہم امام ابن قیم کی ایک اور عبارت نقل کرتے ہیں جس میں

صفحہ نمبر ۱۱۳

نسبتاً زیادہ وضاحت ہے، امام ابن قیم فرماتے ہیں: ''بقول ابن عقیل سیاست ہر وہ کام ہے جس کے ساتھ لوگ صلاح (خیر) کے قریب اور فساد سے دور ہوتے ہوں اگرچہ رسول ﷺ نے اس کام کو وضع نہ کیا ہو اور نہ ہی اس کے متعلق وحی نازل ہوئی ہو''۔

پس اگر آپ کی مراد اپنے اس قول ''مگر جو شریعت کے موافق ہو'' سے یہ ہو کہ وہ کام شریعت کے تصریحات کے خلاف نہ ہو تو یہ بات صحیح ہے اور اگر آپ کی مراد یہ ہو کہ سیاست صرف وہی ہے جس کی شریعت نے تصریح کی ہو تو آپ کی بات غلط ہے اور صحابہ کرام کو غلط گردانا ہے۔ (الطریق الحکمیة لا بن القیم رحمه الله)

اس سے ہمیں یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ امیر شرعی سیاست کے امور کے متعلق دین دار، اور دنیاوی امور کے ماہرین اہل حل وعقد کے مشورے سے جو فیصلے کرتا ہے ان پر اس سے نص شرعی کا مطالبہ کرنا غلط ہے۔

یہاں کچھ اہم نکات ہیں جن پر میں عنقریب متنبہ کروں گا، پھر ایک ایسے اہم جزء کی تطبیقی مثال ذکر کر کے یہ بحث ختم کروں گا جو معرکے کے سیاسی پہلوؤں کو سمجھنے اور ان کے مطالعے سے حاصل ہونے والے اہم امور میں سے ہے۔ واضح رہے کہ یہ تطبیقی مثال جس کو میں ذکر کروں گا صرف مثال ہی ہے، اس لیے اس کی عملی تطبیق کے وقت اس میں رد و بدل کرنا

صفحہ نمبر ۱۱۴

یا اس کے عناصر کو بالکل بدل دینا میدانی قیادتوں کا کام ہے چاہے اعلیٰ قیادت ہو یا علاقائی اور ذیلی قیادت۔

۱) صرف یہ بات کافی نہیں ہے کہ مسلمہ سیاسی قیادت ایسی اعلیٰ صلاحیت کی حامل ہو جس سے وہ اعلیٰ سطح کے سیاسی امور سرانجام دے سکتی ہو بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ سیاسی قیادت اسلامی قواعد کے جاننے کے حوالے سے بھی اعلیٰ صلاحیت کی حامل ہو۔

اسی طرح اہم سیاسی فیصلوں میں شرکت کے لیے بھی یہی بات ضروری ہے خصوصاً جب کہ وہ فیصلے انجام کے اعتبار سے اہمیت کے حامل ہوں یا برے نقصانات پر منتج ہوں۔

عمومی طور پر فیصلہ کن سیاسی فیصلوں کے قبول کرنے کے حوالے سے قیادت پر اعتماد ہی فیصلہ کن اور بنیادی امر ہوتا ہے، صلح حدیبیہ کی صورت میں ہمارے پاس اس کی واضح مثال ہے۔

طبیعتِ حال کے موافق ہمارے زمانے میں مناسب ہے کہ اعتماد کا دارومدار اُن نتائج کی بنا پر ہو جو ایک سچی اور مختلف عملی میدانوں میں آزمائی ہوئی قیادت کے کاموں (سرگرمیوں) سے حاصل ہوں۔

یہ اُن بے رائے قیادتوں کے اعتماد کی طرح نہیں جن کا میدان میں امتحان نہ ہوا ہو اور ان کے مقلدین ان پر اندھا اعتماد کرتے ہوں لیکن (قیادت کی حقیقی صفات سے محرومی کے باوجود)

صفحہ نمبر ۱۱۵

وہ دکھاوے میں ماہر ہوں اور دوسروں کو چند ایسی پر اثر (چکنی چپڑی) باتوں سے مرعوب اور تابع کر سکتی ہوں جو جھوٹ اور فریب پر مشتمل ہوتی ہیں،

اسی طرح کارکنوں کو باایں طور ترقی یافتہ بنانے کا کام کرنا کہ وہ سیاسی بیداری کے حوالے سے اچھی صلاحیت کے حامل ہو جائیں یہ (بات) اُن کے لیے قیادت کی جانب سے کئے گئے بنیادی سیاسی فیصلو[illegible] دوران کو قبول کرنے کا عمل آسان بنادے گی۔

۲) معاصرین جیسے ''اخوان المسلمین'' کی تحریک اور میدان میں موجود ان کے وہ مقلدین جو اپنے آپ کو ''سلفی اصلاحی تحریک'' کہتے ہیں اپنی سیاست میں ایک دوسرے کے ساتھ بہت سارے نکات میں متفق ہیں لیکن چند نکات میں ان کا آپس میں اختلاف ہے اور ان میں بعض وہ ہیں جن کا اچھی طرح سمجھنا ان کے ساتھ برتاؤ کرنے کے وقت مناسب ہے۔

بسا اوقات یہ فروق ان میں سے ہر ایک کے موقف کے تجزیے اور ان کی طرف سے آئندہ اٹھائے جانے والے اقدامات کے لیے چابی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اسی طرح ان کی کچھ مثالیں شرعی سیاست میں ماقبل میں گذر چکی ہیں۔

۳) سیاسی مطالعے کا ایک اُہم فائدہ کسی بھی ایسے اقدام کے ردعمل کی تعیین کرنا ہے، جس کے کرنے کی ہم منصوبہ بندی کر رہے ہوں اور پھر یہیں سے اس اقدام کو

صفحہ نمبر ۱۱۶

مناسب حالات تک موخر کرنے یا اس کے لیے مناسب صورت حال پیدا کرنے کا فیصلہ کرنا ہے۔

اس ضمن میں اس بات کی تعیین بھی ضروری ہے کہ (میدان میں پائے جانے والے دشمن کے مختلف گروہوں میں) دشمن کی کونسی جماعت سے (کاروائیاں) شروع کی جائیں، اس لیے ہر مجموعے کے لیے یہ مناسب ہے کہ اپنے دائرہ کار میں داخل دشمن کے تمام اہداف کی فہرست، دشمن کے ہر شخص کی اہمیت اور جنگ میں اس کے کردار کی نوعیت محفوظ کر کے رکھے اور ساتھ میں ان میں سے کسی بھی گروہ کے خلاف کاروائیاں شروع کرنے کے متوقع ردعمل کا بھی جائزہ لے اور اس بات پر غور کرے کہ جس گروہ کو ہم نشانہ بنا رہے ہیں ہم اس کو اس کے جرم کا اظہار کرنے پر کیسے مجبور کر سکتے ہیں؟ اس سے (عوام کی) اکثریت کے سامنے اس کو نشانہ بنایا جانا جائز قرار پائے گا۔

۴) میں اس فصل میں دشمنوں اور معاصرین کے سیاسی کھیل کے سمجھنے کی اہمیت اور سیاست کے فن کو پختہ کر کے شرعی اصولوں کے مطابق اس کے ساتھ مناسب طرزِ عمل اپنانے سے متعلق متنبہ کر چکا ہوں البتہ مجاہدین اور دشمن کے وہ افراد جو دعوت قبول کر کے مجاہدین کی صف میں شامل ہو جائیں ان کے ساتھ رویہ اپنانے میں شرعی سیاست کے سمجھنے اور اس کا مطالعہ کرنے سے غفلت برتنا بھی مناسب نہیں بلکہ دشمن کے وہ افراد جو مجاہدین کی دعوت قبول کرتے ہیں کبھی کبھار اچانک مجاہدین کی صفوں میں براہ راست شامل ہو جاتے ہیں اس لیے ہمیں یہ بات سیکھنی چاہیے کہ اگر ہماری صفوں میں خوارج، باغی، مرتد یا وہ لوگ ظاہر ہو جائیں جو ذات انواط (ایک درخت جس کی عبادت کی جاتی تھی)

صفحہ ۱۱۷

کا مطالبہ کرتے ہوں یا کام کو منظم کرنے کے لیے ایسی قانون سازی کا مطالبہ کریں جو شرعی نصوص کے مخالف ہو یا اقوام متحدہ کے ساتھ الحاق کا مطالبہ کریں تو ہمیں سیکھنا چاہیے کہ ہم ان جیسے لوگوں کیساتھ کیسا رویہ اختیار کریں گے؟

اسی طرح اگر ہماری صفوں میں ایسے لوگ ظاہر ہو جائیں جو شراب پیتے ہوں یا موجب حد (شرعی سزا کے قابل) کاموں کے مرتکب ہوں یہ تمام صورتیں متوقع ہیں بالخصوص جبکہ ہمارا کام اس بات پر مبنی ہے کہ ہمارا جہاد امت کا جہاد ہے نہ کہ تحریک کا، اس طرح کے لوگوں کا معرکے کے دوران ظاہر ہونا انتہائی حساس اور کٹھن حالات پیدا کر دے گا ان حالات کی صورت میں

طرز عمل اُن شرعی دلائل کی روشنی میں نہیں ہوگا جو ایک مستحکم ریاست کے ساتھ خاص ہیں (یعنی شرعی سزائیں جاری کرنا) بلکہ ان کے ساتھ برتاؤ اس باریک شرعی سیاست کی بنیاد پر ہوگا جو رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام سے ماخوذ ہیں (کقوله عليه السلام: لاتقطع الأيدي في الغزو) جنگ کے دوران ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا (اس لئے کہ وہ کہیں دشمن کیساتھ مل کر ہمارے خلاف محارب نہ بن جائے)

یہاں پر تنبیہ ضروری ہے کہ ہم ان مسائل کی فقہ کو دینی احکام کی تخریج کرنے والے حضرات کے طرز پر نہیں چلائیں گے بلکہ ان مسائل سے متعلق شرعی احکام کی تخریج کے بعد یہ دائمی تنبیہ کریں گے کہ یہ بعض اوقات کے استثنائی احکام ہیں جو کہ مخصوص واقعات کے ساتھ خاص ہیں۔

۵) جنگی اعتبار سے دشمن کی افرادی قوت کی بنیاد کمزور ہے، دشمن اس کمزوری کو جنگی آلات کے ذریعے پوری کرتا ہے لیکن ان (جنگی آلات) پر دائمی طور پر اعتماد ممکن نہیں، اسی طرح دشمن اس کمزوری کو جھوٹے میڈیائی خول (حصار) اور اپنی نقل وحرکت کے دوران یا مجاہدین کی طرف سے نقل وحرکت کے دوران میڈیائی فریب کے استعمال کے ذریعے پورا کرتا ہے۔ اس لیے عسکری اور سیاسی معرکے میں جیتنے کے لیے دشمن کے میڈیائی سیاست کو سمجھنا اور اس کے ساتھ مناسب طرز عمل اختیار کرنا نہایت اہم ہے۔

وہ اہم بات جو ہمارے میڈیائی سیاست کی کامیابی کے لیے معاون ہے، یہ ہے کہ ہمارے میڈیائی بیانات اپنے اہداف (جن تک بیان پہنچانا مقصود ہو) تک پہنچنے چاہئیں۔ گذشتہ مراحل میں (مجاہدین کی) بعض میڈیائی کمیٹیوں کی جانب سے دیکھنے میں آیا ہے کہ انکے میڈیائی بیانات ان لوگوں تک نہ پہنچ سکیں جن تک پہنچنا مقصود تھا خصوصاً وہ بیانات جو عوام کے لیے تھے، جو عوام تک بیانات پہنچتے تھے ان کی اکثریت صرف منتخب لوگوں کی تھی یہ سب کچھ ایسے وقت میں ہوا کہ جب بہت ساری غیر اسلامی تحریکوں کے بیانات اور میڈیائی مواد ہر گھر اور ہر عمر کے طبقے تک پہنچتے رہے، اس لیے یہ مناسب نہیں کہ اس اہم نکتے سے غفلت برتی جائے، خصوصاً جبکہ ہم چاہتے ہیں کہ ہمارا سیاسی، شرعی اور عسکری موقف مکمل وضاحت اور عمدہ شرعی اور عقلی دلائل کے ساتھ لوگوں تک پہنچے اور یہ بات امت کے بھی مفاد میں ہے اس لیے مناسب ہے کہ ایک ایسا مجموعہ بنایا جائے جس کا مقصد لوگوں تک وہ باتیں پہنچانا یقینی بنانا ہو جو ہم ان تک پہنچانا چاہتے ہیں

صفحہ نمبر ۱۱۹

اگر چہ اس (ترسیلاتی مہم) میں جنگی کاروائیوں کی طرح خطرات کیوں نہ مول لینے پڑیں جیسے کہ کچھ افراد کا (مواد) تقسیم کرنا اور دیگر کا دور سے مسلح پہرہ دینا یا اگر چہ اس مہم کے لیے عسکری کاروائی کیوں نہ کرنی پڑے مثلاً ہم کسی کو یرغمال بنالیں پھر اس کے متعلق خوب شور بھرپا ہونے کے بعد میڈیائی چینلو کے مراسلہ نگاروں سے یرغمالی کو رہا کرنے کے بدلے ہمارا مکمل پیغام لوگوں کے سامنے نشر کرنے کا مطالبہ کریں۔ (جملہ سابقہ ایک فرضی مثال ہے) اس طریقے کو اپنانے سے ہمارے لئے کوئی تخویفی بیان یا کسی اہم کاروائی کے لیے سند جواز فراہم کرنے کو نشر کرنا باآسانی ممکن ہوگا

۶) اس نکتے میں سیاسی اور عسکری اقدام کے حوالے سے ایک اہم عملی مثال بیان ہوگی جو کہ ہماری سابقہ بیان کردہ دشمن کے کچھ اصول خصوصاً دشمن کو سیاسی اور عسکری طور پر متحرک کرنے والے اصول (مادیت اور مفادات) سے ماخوذ ہے اور جیسے کہ میں نے ذکر کیا کہ یہ صرف ایک مثال ہی ہے۔

"تباہی اور بربادی پھیلانے" کے مرحلے میں ہماری عسکری نقل وحرکت کے اہداف کے موافق خصوصاً دشمن کا عوامی مقامات سے پسپائی اختیار کر کے اپنی اور اپنے مرتد معاونین کی فورسز معین اہداف کے گرد بایں طور جمع کرنے کے ہدف کے موافق کہ ہم "پرآشوب انتظامیہ" کا مرحلہ شروع کر سکے اور مفادات کے اس اصول کے مطابق جس کا دشمن پیروکار ہے (جس کی تفصیل اور وضاحت ہم پیچھے کر چکے ہیں) ہمارے

صفحہ نمبر ۱۲۰

اوپر لازم ہے کہ ہم دشمن کے موثر اقتصادی اہداف کو نشانہ بنائیں اور بالخصوص پیٹرول والے علاقوں کو نشانہ بنائیں کیونکہ پیٹرول ہی مغرب کی شہ رگ ہے، امریکہ پیٹرول کو شروع سے ہی بنیادی متاع، جنگ مین سٹرٹیجکلی تازگی، صلح میں لازمی اور ملکوں میں اثر ورسوخ کے لیے ضروری قرار دیتا ہے۔

دشمن کی معیشت کو نشانہ بنانے کی پالیسی ایک ایسی کامیاب عسکری پالیسی ہے، جس کی کامیابی تاریخی طور پر ثابت ہو چکی ہے خصوصاً جبکہ اس پالیسی پر عمل پیرا ہونے والی جماعت دین کی بجائے اور مقصد کو معیشت اور مادی مفادات پر ترجیح دینے والی ہو یا اس کے تمام مادی مفادات برباد ہو چکے ہوں اور اس کے پاس مزید گنوانے کے لیے زیادہ کچھ نہ ہو۔ یہ ہماری جنگوں میں ایک جائز پالیسی ہے، جس کے اصول نبوی شرعی سیاست میں موجود ہیں۔

جو تطبیقی مثال عنقریب ہم یہاں پیش کریں گے اس میں ہم یہ بتائیں گے کہ ہم کیسے بے گناہ جانیں اور اموال ضائع کیے بغیر پیٹرول اور معاشی اہداف کو نشانہ بنا سکتے ہیں؟ اور ہم دشمن کے میڈیائی طوفان کو کیسے تھامیں گے کیونکہ اس صورت میں دشمن بھرپور میڈیائی طوفان اٹھائے گا جو ہم پر بیرونی ایجنٹ ہونے اور ملکوں کا اقتصاد کمزور کرنے کی طرح دیگر بے شمار الزامات لگائے گا اور طبعی طور پر اس میں دشمن کے ساتھ علماء، مشائخ اور اسلامی تحریکوں کی نابغہ روزگار قیادت بھی شریک ہوگی خصوصاً جب کہ ہمارے پاس اس کی مثالیں بھی موجود ہیں جب ایک اسلامی جماعت نے مصر میں دو سیاحتی مقامات اور بینکوں

کونشانہ بنایا یہ اور بات ہے کہ ناقص عسکری منصوبہ بندی کی وجہ سے وہ ان مقامات کو اچھی طرح سے نشانہ نہ بنا سکی لیکن اس وقت واضح طور پر یہ بات سامنے آئی کہ وہ جماعت میڈیائی طوفان کے سامنے کھڑے ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ اس سے قطع نظر کہ اس نے ایسی دو جگہوں کو نشانہ بنایا تھا جو ناروا کاموں کی آماجگاہیں تھیں تو جب ناروا کاموں کے مقامات کونشانہ بنانے کی یہ صورت حال ہے تو پیٹرول جیسے معاشی ہدف کونشانہ بنانے کی صورت میں میڈیائی طوفان کا کیا عالم ہوگا؟ حالانکہ پیٹرول فی الجملہ مباح چیز ہے، اور لوگوں کے ذہنوں میں یہ بات مرکوز ہے کہ پیٹرول عالم اسلام اور عالم عرب میں کروڑوں مسلمانوں کے رزق کا ذریعہ ہے۔

جب ہم گذشتہ پیراگراف میں آنے والے مشکل اور پیچیدہ سوالات کے جوابات دے دیں گے تو ہمارے لیے پیٹرول سے بڑے معاشی اہداف کا نشانہ بنانا بھی جائز ہو جائے گا چہ جائے کہ پیٹرول

گذشتہ سوالات کے جوابات کے حل پر مشتمل تجاویز یہ ہیں:

ہم نے دیکھا کہ اسلامی جماعت کا سیاحتی مقامات اور بینکوں کونشانہ بنانے کے بعد اپنے خلاف اٹھنے والے میڈیائی طوفان کا سامنا کرنے میں ناکام ہونا اس بناء پر تھا کہ جب انہوں نے یہ کارروائی کی تو اس کے لیے دو باتوں کو سند جواز بنایا:

۱) انہوں نے بہت سارے شرعی محرمات پر مشتمل ناروا کام کونشانہ بنایا ہے۔

۲) انہوں نے دشمن کے معاشی اہداف کونشانہ بنانے کی کامیاب پالیسی پر عمل کیا ہے۔

اور یہ دونوں باتیں ایک حد تک ان کی کارروائی کو سند جواز فراہم کرنے کیلئے کافی تھیں لیکن مشکل یہ پیش آئی کہ عوام تک پوری وضاحت کیساتھ ان کی بات نہ پہنچ سکی، تاہم زبانی طور پر لوگوں میں یہ بات پھیل گئی کہ انہوں نے ایک ناروا کام کونشانہ بنایا ہیں لیکن دوسری توجیہ (وجہ جواز) تو چند گنے چنے لوگوں تک ہی پہنچی جس کی وجہ سے عام لوگ یہ سمجھ نہ پائے کہ ان لوگوں کا ایسی کارروائیوں سے مقصد کیا ہے؟ کیا وہ بعض بنیادی امور پر درجہ دوم کے امور مقدم کرنا چاہتے ہیں یا اس سے ان کا کوئی اور مقصد ہے اس لئے ہماری منصوبہ بندی کا پہلا قدم یہ ہونا چاہئے کہ ہم اپنی کارروائی کے لیے (خواص کی نظر میں) شرعی اور (عوام کی نظر میں) عقلی طور پر سندِ جواز فراہم کرنے پر نظر مرکوز کریں اور اس بات کو واضح کیا جائے کہ اس کام میں ہماری دنیا اور آخرت کا فائدہ ہے۔ اور دوسرا کام یہ ہونا چاہیے کہ عوام کے ہر ہر فرد تک ہماری کارروائی کا یہ سند جواز ایسے واضح طور پر پہنچے کہ میڈیا کے ذریعے ہماری کارروائی کو مسخ شدہ شکل میں قوم کے سامنے پیش نہ کیا جا سکے۔ پس اس کارروائی میں نشریاتی جانب ہمارے لئے مضبوط پشت پناہی کا کام دے گا۔

پہلا اقدام: کوئی ایسا میڈیائی مجموعہ جس کے کسی رکن نے سیاسی اقتصادی مطالعہ میں تخصص کیا ہو، ایک ایسا نقشہ تیار کرے جس میں پیٹرول کی اصلی قیمت ثابت کی جائے اور یہ بتایا جائے کہ سرگرم تلاش اور سرتوڑ کوششوں کے باوجود اب تک پیٹرول کا کوئی متبادل پیدا نہیں ہوا لیکن اس کے باوجود پیٹرول ہی وہ واحد چیز ہے جس کی قیمت دیگر اشیاء کے مقابلے میں کم ہے، یہاں تک کہ کہا جاتا ہے کہ اسٹیج پر کسی اداکار کی ایک ادا کی قیمت ہزار بر میل (لیٹر) پیٹرول سے زیادہ ہے۔

یہ تحقیق صحیح اقتصادی معیار کے مطابق ایک بر میل (لیٹر) پیٹرول کی تقریبی یا حقیقی قیمت کی تعیین پر مشتمل ہونی چاہیے اور اس میں پیٹرول کی سیاسی اہمیت بھی بیان کی جائے اور یہ بھی بتایا جائے کہ کتنے عرصے سے امت کو پیٹرول کی قیمتوں کی صورت میں نقصانات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ اس کے بعد یہ تحقیق کمیٹی کے ایک ایسے رکن کے سپرد کر دی جائے جو دلائل پر مشتمل بیانات کا عمدہ انداز میں سانچہ تیار کرنے کا ماہر ہو، اس کے بعد وہ رکن اس طور پر بیان تیار کرے جو اس دلیل سے خالی ہو کہ "ہم پیٹرول والے علاقوں کو اس لیے نشانہ بنا رہے ہیں کہ پیٹرول کفار کو فروخت کی جاتی ہے" کیونکہ یہ ایک اجتہادی مسئلہ ہے جو ہمارے لیے میڈیائی کشمکش کا ایسا دروازہ کھول سکتا ہے جو ہمارے کام کو اپنے اصل رخ سے پھیر دے گا، مناسب یہ ہے کہ بیان مندرجہ ذیل امور پر مشتمل ہو:

۱) چند سطروں میں اس تحقیق کا خلاصہ پیش کیا جائے جس کو اقتصادی ماہر نے تیار کیا ہے اور اس میں اس بات پر زیادہ توجہ مرکوز کی جائے کہ پیٹرول کی قیمتوں میں کمی کی شکل میں امت کو کتنا خسارہ ہوا ہے اور ساتھ میں یہ بھی بتایا جائے کہ کس طرح پیٹرول کی قیمتوں میں کمی کے باوجود پیٹرول سے حاصل ہونے والے اموال امت کی ترقی اور تعمیر میں خرچ نہیں ہوئے بلکہ ان کا زیادہ تر حصہ دشمن کے ایجنٹوں پر مشتمل جاسوس ٹولے اور مختلف نام نہاد اسلامی اور عرب حکومتوں کے مغربی

ایجنٹوں پر خرچ ہوا جبکہ امت اور عوام کے لیے صرف بچے کچے ٹکڑے ہی رہ گئے جو کہ آنکھوں میں دھول جھونکنے کے مترادف ہے اور اس کے ساتھ ایک لیٹر پیٹرول کی موجودہ قیمت بھی بیان کی جائے اور یہ بھی واضح کیا جائے کہ یہ سب کچھ اس باریک بینی پر مشتمل اقتصادی تحقیق کا نتیجہ ہے جسے سیاسی اور اقتصادی ماہرین اور عالم اسلام میں میڈیا کے منتخب لوگوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔

۲) ان تمام ملکوں کے لیے اعلان جو مسلمانوں کی سرزمین سے پیٹرول حاصل کرتے ہیں کہ وہ پیٹرول کی حقیقی قیمت جسے تحقیق اور بیان دونوں میں واضح کر دیا گیا ہے ادا کرے اور یہ کہ مسلمان گذشتہ سالوں میں پیٹرول کی قیمتوں میں کمی کی مد میں ہونے والے نقصانات کی ادائیگی کے مطالبے کا حق محفوظ رکھتے ہے۔

اس حقیقی قیمت کے حوالے سے بحث ومباحثہ کرنا چاہتے ہیں ہم ان سے کہتے ہیں کہ ہم مسلمان اپنی ملکیت کو اسی قیمت پر فرخت کریں گے، جو اس قیمت پر نہ لینا چاہے وہ نہ لے۔

جو اموال مسلمانوں کو پیٹرول کے بدلے میں حاصل ہوں گے آج کے بعد وہ ان حکومتی خزانوں میں نہیں جائیں گے جن میں سوئس بینکوں کی طرف سے سوراخ ہے (اور وہی ان اموال کو اسلامی ملکوں سے واپس نگل رہے ہیں) بلکہ یہ اموال عوامی کمیٹیاں وصول کر کے اس میں سے پیٹرول کے شعبے میں کام کرنے والوں کی تنخواہیں ادا کر کے غریب عوام میں خرچ کرے گی۔ یہ عوامی کمیٹیاں اسلامی ملکوں کی معزز شخصیات اور امانت دار تاجروں وغیرہ شخصیات پر مشتمل ہوگی اس کے ساتھ یہ بھی وضاحت کر دی جائے کہ یہ بیان امت مسلمہ کے ایسے

صفحہ نمبر ۱۲۵

ہراول دستہ کی طرف سے جاری ہوا ہے جو امت کو پستے ہوئے اور بے اختیار ہوتے نہیں دیکھ سکتا۔

۳) مذکورہ بیان کے ساتھ موافقت کی حد جاننے اور مفید اقدامات اٹھانے کے لیے مناسب مہلت دینا اور یہ بات واضح کرنا کہ ڈیڈ لائن ختم ہونے کی صورت میں پیٹرول کی تنصیبات کو نشانہ بنایا جائے گا خصوصاً پیٹرول پائپ لائنز "جن کے نشانہ بنانے کی صورت میں کسی انسان کو ضرر نہیں پہنچتا" کو اور پیٹرول منتقل کرنے والے ان کنٹینرز کو نشانہ بنایا جائے گا جنہیں کفار چلاتے ہیں یا ان پر کام کرتے ہیں۔

اسی طرح پیٹرول کے اثاثوں اور کارخانوں کو مسلمانوں کو تکلیف دینے سے بچانے کے لیے (اس بات پر زور دیا جائے) ورکرز سے خالی ہونے کے وقت نشانہ بنایا جائے گا۔

رہے اُن کارخانوں کے سیکیورٹی گارڈز تو اگر ان کا تعلق مرتد اور کٹھ پتلی حکومتوں کی افواج سے ہو تو انہیں بھی اقدامی طور پر نشانہ بنایا جائے گا (نہ کہ صرف مدافعانہ طور پر) کیونکہ امت کے ان غداروں کی ہمارے پاس کوئی حرمت نہیں۔

43

اور اگر ان کا تعلق عام سیکورٹی کمپنیوں سے ہو تو ان کی طرف سے مجاہدین کو قتل کرنے یا گرفتار کر کے کٹھ پتلی، مرتد انتظامیہ کے حوالہ کرنے کی کوشش کی گئی تو اس صورت میں صرف اپنا دفاع کیا جائے گا۔

۴) عوام کے سامنے اچھی طرح یہ بات واضح کر دی جائے کہ ہم بحرانی حالات سے دوچار ہیں اور اس طرح کے اقدامات اٹھانے پر مجبور ہیں اور یہ کہ پیٹرول سیکٹر کا کام سے رکنا ان شاء اللہ عوام کے لیے کسی قسم کے نقصان کا باعث نہیں ہوگا۔

صفحہ نمبر ۱۲۶

کیونکہ اولاً تو ہمارے پیٹرول کی آمدنی کا اکثر حصہ کٹھ پتلی حکمرانوں اور ان کے ایجنٹوں کے بینک اکاؤنٹس میں چلا جاتا ہے اور اس سے عوام پر اتنا حصہ خرچ کیا جاتا ہے جو آنکھوں میں دھول جھونکنے کے مترادف ہے ثانیاً اگر پیٹرول کی فروخت رک جائے گی تو پیٹرول ہمارے ہاں ذخیرہ ہو جائے گا بعد میں، ہم اسے موجودہ قیمت سے کئی گنا زیادہ قیمت پر بیچ سکتے ہیں اور قیمتوں کا یہ تفاوت اثاثہ جات کو پہنچنے والے نقصان سے بڑھ کر تدارک (اصلاح) کر دے گا۔

یہ تو اللہ کے اذن سے قریبی زمانے کی بات ہے اگلے طویل عرصے میں ہم یہ امید رکھتے ہیں کہ امت کے حالات سنور جائیں گے اور امت اپنے خودارادیت، حقوق اور ان اموال کو واپس لے لے گی جنہیں مغرب اور اس کے ایجنٹ خائن حکمران نے ناجائز طور پر غصب کر رکھا ہے اور ہم یہ اقدامات صرف اور صرف امت کے اجتماعی مفاد کی خاطر کر رہے ہیں لہٰذا عوام پر لازم ہے کہ وہ ان مرتد حکومتوں کے ان پروپیگنڈوں پر کان نہ دھریں جو ہمارے اہداف اور کاموں کو مسخ شدہ شکل میں پیش کرنے کے لیے کئے جائیں گے اور جب ہم کچھ صبر سے کام لیں گے تو عنقریب امت اپنا حق خودارادیت اور رعب ودبدبہ دوبارہ حاصل کر لے گی۔

دوسرا اقدام: ہم اس بات کی کوشش کریں گے کہ ہماری اقتصادی تحقیق عالم اسلام اور عالم اسلام کے باہر بڑے پیمانے پر ممتاز اقتصادی سیاسی اور میڈیائی ماہرین تک پہنچے، تاکہ تمام لوگ ظلم کی اس انتہاء کو جان سکیں جو امت کے غریب عوام کے ساتھ روا رکھا گیا۔

صفحہ نمبر ۱۲۷

اس طرح اس سے اسلامی علاقوں کے علاوہ پیٹرول پیدا کرنے والی دیگر ریاستوں کو پیٹرول کی قیمتیں بڑھانے کی شہہ ملے گی، مختصر بیان تو امت مسلمہ کے ہر ہر گھرانے تک پہنچنا چاہیے خواہ جس طریقے سے بھی ہو حتی کہ اگر چہ اس کے لیے کسی صلیبی منتظم یا انجینئر (اگر پیٹرول کے شعبے سے منسلک ہو تو زیادہ بہتر ہے) کو کیوں نہ اغواء کرنا پڑے، پھر اس کی رہائی تب عمل میں لائی جائے جب ہمارا بیان مکمل طور پر اخبارات اور ٹی وی چینلز پر نشر کیا جائے، اغواء کی کاروائی مثال کے طور پر نائجیریا، سینیگال یا کسی بھی پیٹرول پیدا کرنے والے اسلامی ملک میں ہو سکتی ہے اگر چہ اس کے بعد کی کاروائیاں جن کی بعد میں منصوبہ بندی کی جائے گی، دوسرے علاقوں جیسے خلیج وغیرہ میں ہو۔

اگر مغربی صلیبی کو اغواء کرنا ممکن نہ ہو تو پیٹرول سیکٹر میں کام کرنے والے عیسائی عربوں کو اغواء کیا جائے اسی طرح پیٹرول سیکٹر سے تعلق نہ رکھنے والی شخصیات جیسے مغربی صحافی وغیرہ جن کا اغواء کرنا آسان ہو ان کو بھی اغواء کیا جاسکتا ہے بشرطیکہ ان کا اغواء اس کاروائی سے متعلق میڈیائی پالیسی کے لیے مفید ہو۔ اغواء کی کاروائی کے علاوہ بھی کوئی اور ایسی کاروائی کی جاسکتی ہے جو دنیا کی نظریں اپنی طرف مرکوز کر دے اور لوگ اس کاروائی کے بعد جاری کئے جانے والے بیان کے سننے کے مشتاق ہو جائیں

صفحہ نمبر ۱۲۸

بعض لوگوں کو اس بات پر تعجب ہوگا کہ اگر میں یہ کہوں کہ بیان میں مذکور تمام باتیں ہمارا بنیادی ہدف نہیں بلکہ مذکورہ دونوں اقدامات اٹھانے کے بعد یہ بات متوقع ہے کہ مغرب یا (مرتد) حکومتیں گذشتہ مطالبات میں سے ہمارا کوئی بھی مطالبہ قبول نہ کریں بلکہ (اغوا کاری کے بعد ہونے والے اعلان کے نتیجے میں) وہ ہماری دھمکی کی توہین کرتے ہوئے باہم مل کر مزید موثر انداز میں بڑے پیمانے پر کام شروع کر دیں بلکہ یہ بھی متوقع ہے کہ ہماری طرف سے ڈیڈ لائن ختم ہونے کے بعد محدود پیمانے پر کی جانے والی کاروائیوں سے مغرب کی طرف پیٹرول کی سپلائی نہ رک سکے، لیکن کم از کم ان کاروائیوں کی وجہ سے پیٹرول پائپ لائنز اور بڑے بڑے پیٹرول سیکٹرز اور اس کے متعلقہ اداروں کی حفاظت کے لیے الیکٹرونک جاسوسی نظام اور گشتی فورسز متحرک ہو جائیں گے جس سے پیٹرول کی قیمت بڑھ جائے گی اگرچہ تھوڑی سی کیوں نہ ہو بلکہ ہمیں یہ بھی توقع ہے کہ ان کاروائیوں کے بعد جو سیاسی بحران پیدا ہوگا اس سے بھی پیٹرول کی قیمت بڑھ جائے گی، بلکہ ہمیں تو یہ بھی امید ہے کہ ان کاروائیوں سے قبل فقط بیان اور تحقیق جاری کرنے سے ہی پیٹرول کی قیمت بڑھ جائے گی، اس میں ہمارے لیے میڈیا کے حوالے سے بڑی کامیابی ہے کہ ہم نے محض بیان سے ہی پیٹرول کی قیمت بڑھا دی پھر اگلی مرتبہ کمزور سیکورٹی والے پیٹرول کے اہداف پر محدود پیمانے پر کاروائی کرنے سے ہم پیٹرل کی قیمت مزید بڑھا دیں گے۔

بعض لوگ اس سے بھی زیادہ تعجب کریں گے اگر میں یہ کہوں کہ گذشتہ تمام باتیں غیر اہم ہیں اور گذشتہ

صفحہ نمبر ۱۲۹

پیراگراف میں ذکر کئے گئے تمام نتائج چاہے مطالبات کے حوالے سے متوقع منفی نتائج ہوں یا غیر متوقع مثبت نتائج، ہمارے لیے اہم نہیں۔ جو بات ہمارے لیے اہمیت کی حامل ہے وہ یہ ہے کہ دشمن کی فورسز میں سے اعلیٰ فورسز کی بڑی تعداد اقتصادی تنصیبات کی حفاظت میں مصروف ہو جائے گی اور جب ایک ہی ریاست میں واقع ہزاروں پیٹرول یا معاشی جگہوں کی حفاظت کے لیے بہترین فورسز تعینات کئے جائیں تو اطراف و اکناف اور پر ہجوم علاقے افواج سے خالی ہو جائیں گے، اگر کچھ فوج باقی بھی رہ جائے تو وہ ایسی کمزور فوج ہو گی جس کا وقت آنے پر سامنا کرنا آسان ہوگا اور ان کی موجودگی کے باوجود ان کے ساتھ بغیر کسی لکھے ہوئے معاہدے کے ہمارے لئے عوامی فوج بنانا آسان ہوگا۔

هم مرتد نظاموں کی فوج اور اس کے افسران کے ساتھ کوئی عہد و پیمان یا معاہدہ نہیں کریں گے لیکن اگر وہ ہمیں فوجی مشقیں کرنے، دعوت دینے اور آزادی کے ساتھ اطراف و اکناف اور پر ہجوم علاقوں میں فوجی بھرتی کرنے سے منع نہ کریں تو ہم ہرگز انہیں قتل نہیں کریں گے اور اگر وہ ہمارے راستے میں رکاوٹ بنیں تو ہماری طرف سے ان کے لیے سوائے تلوار کے کچھ نہیں ہوگا۔

یہی سے ہم "پر آشوب علاقے کی انتظامیہ" کے مرحلے کی طرف وسیع تر اقدامات شروع کر دیں گے، یہ اقدامات اطراف و اکناف اور پر ہجوم علاقوں میں موجود دشمن کی بے کار بچی رہ جانے والی فوج (کیونکہ اعلیٰ صلاحیت کی افواج تو حکام، صلیبیوں اور اقتصادی تنصیبات اور پر کیف سیاحتی مقامات کی سیکورٹی پر تعینات ہو گی) کو یہ اختیار دینے شروع ہونگے

صفحہ نمبر ۱۳۰

کہ وہ یا تو قتل ہونے کے لیے تیار ہو جائیں یا ہمارے ساتھ مل جائیں یا پھر اسلحہ چھوڑ کر راہ فرار اختیار کریں اور ان علاقوں کا انتظام ہمارے حوالے کریں جن کو کمزور انتظامیہ کا سامنا ہے اور ان میں گروہ بندیاں اور بدامنی پھیل گئی ہے۔

ہمارے لیے مناسب ہے کہ ان پر آشوب حالات کو درست کر کے علاقے کا انتظام سنبھالیں۔

نوٹ: شرعاً اور زمینی صوت حال کے پیش نظر مختلف گروہوں کی وجہ سے یہ پر آشوبی اور بدامنی اس سے بہتر ہے کہ حکومتی ادارے صورت حال پر غالب آئیں اور لوگوں کو پولیس کے ذریعے ذلیل کریں اور انہیں کفر کے قبول کرنے، خود ساختہ قوانین پر فیصلے کرنے اور طواغیت کے سامنے جھکنے پر مجبور کریں کیوں کہ یہ سب سے زیادہ بدامنی کی بات ہے اس لیے کہ شرک سے بڑھ کر بدامنی کا کوئی اور مظہر نہیں ہو سکتا اور "جہنم کی آگ سے بدامنی"، یعنی غیر محفوظ ہونا سب سے بڑا فتنہ ہے۔

اسی وجہ سے تو ہمارے ائمہ نے فرمایا ہے کہ "اگر شہروں اور دیہاتوں والے سب لڑ پڑیں اور ان میں سے کوئی بھی باقی نہ رہے تو یہ طاغوت مقرر کر کے اسلام کے خلاف فیصلے کرنے سے بہتر ہے نیز بعض گروہوں کا وجود تو محدود ہوگا اور لوگ اپنے دفاع کی خاطر اپنے آپ کو مسلح کرنا شروع کر دیں گے بہ نسبت گذشتہ حالت کے جس میں طاغوتی افواج کی قوت بہت زیادہ تھی نیز جب حکومتی اختیارات کی کمزوری یا زوال کی صورت میں عدالتی خلاء پیدا ہوگا تو لوگ ائمہ اور

صفحہ نمبر ۱۳۱

خطبائے مساجد کے نصائح پر عمل کرتے ہوئے اپنے معاملات میں شرعی فیصلے شروع کر دیں گے اور معاملہ اس طرف اللہ کے اذن سے بڑھنا شروع ہو جائے گا جیسے کہ ہم چاہتے ہیں

کیوں کہ ہم اللہ کے اذن سے تمام علاقوں میں ایسی بڑی منظم اور باصلاحیت قوت ہوں گے جو عدالتی اور امن وامان کی صورت حال کو کنٹرول کرنے پر قادر ہوں۔

اسی طرح میں چاہتا ہوں کہ ان بعض (ہمدرد) لوگوں کو بھی متنبہ کردوں جو دلوں میں اس بات کا اندیشہ رکھتے ہیں کہ پیٹرول اور اقتصاد کو نشانہ بنانے کی صورت میں ہمارے خلاف اٹھنے والے میڈیائی طوفان سے ہمیں نقصان پہنچے گا، میں ان سے کہتا ہوں کہ اپنا غم ہلکا کردو اور اس سے بڑے مراحل کے لیے اپنے آپ کو تیار کر دو گرنہ تو ہمارا جہاد ہرگز پائیدار نہیں رہ سکے گا، اگر ہم ابھی سے رونا دھونا شروع کردیں تو پھر ہمارے لیے گھروں میں بیٹھ جانا ہی زیادہ بہتر ہے۔

ہمارے اوپر لازم ہے کہ اس طرح کے حملوں کو کوئی اہمیت نہ دیں اور ممکن حد تک اسے روکنے کی کوشش کریں، اگر ہم آج اس طرح کے اقدامات نہیں اٹھائیں گے تو پھر کب اٹھائیں گے؟ جس شخص نے میدانِ جہاد میں اپنا قدم رکھ دیا اُس کو چاہیے کہ یہ بات اچھی طرح جان لے کہ ہو سکتا ہے کہ ہمارے اوپر ایسے دن بھی آئیں جن میں شدید معرکے بھڑک اٹھیں گے (ہم اللہ تعالیٰ سے دین ودنیا اور آخرت میں درگزر اور عافیت کا سوال کرتے ہیں) اور ہم مرتد نظاموں یا صلیبیوں اور صہیونیوں کے ساتھ کفر وایمان کے شدید معرکے سے بھاگتے ہوئے

صفحہ نمبر ۱۳۲

ہزاروں لاکھوں مہاجرین کو دیکھیں گے جیسا کہ چیچنیا اور افغانستان میں معرکے بھڑکنے کے وقت ہوا اور ہمیں ایسے میڈیائی حملوں کا بھی سامنا کرنا ہوگا جن کا سبب بھی ہم خود ہونگے (اور ممکن ہے کہ ان میڈیائی حملوں میں ''اسلامی تحریکوں کی نابغہ روزگار قیادتیں'' بھی شریک ہوں) اور کبھی ہمیں صلیبی اور مرتد افواج کی فضائی بمباریوں میں ہزاروں لوگوں کی شہادتوں کا بھی سامنا کرنا ہوگا، ہمارے لیے لازم ہے کہ ہم ان تمام حالات کے لیے اپنے آپ کو تیار رکھیں۔

چنانچہ ایک افغان راہنما عبداللہ عزام شہید رحمہ اللہ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں ان کے پاس یہ پیغام آیا کہ اس کے خاندان کے بیس سے زیادہ افراد ایک بستی پر بمباری میں شہید ہو گئے ہیں یہ خبر سننے کے باوجود اس شخص نے اپنی گفتگو جاری رکھی، شیخ عبداللہ عزام نے اس سے پوچھا کہ آپ کے پاس کیا خبر آئی ہے؟ اس پر انہوں نے شیخ کو وہ خبر بتا دی۔ شیخ عبداللہ عزام فرماتے ہیں کہ انہوں نے مجھے اپنے رشتے داروں کے قتل کی خبر اس طرح سنائی گویا کہ کہہ رہے ہیں کہ ہارون الرشید ایک سال حج ادا کرتے تھے اور دوسرے سال جہاد کیا کرتے تھے، شیخ عبداللہ عزام اور اس افغان رہنما نے اپنی باتیں اس طرح جاری رکھیں گویا کہ کچھ بھی نہ ہوا ہو۔ اسی کو جنگ کہتے ہیں، عوام کے لیے لازم ہے کہ اپنے آپ کو اس کا عادی بنائیں وگرنہ تو پھر کب یہ مرحلہ آئے گا اور ہم کیسے وادی تیہ (کے اس دلدل) سے نکلیں گے؟ ہمارے اوپر لازم ہے کہ ہم بقدر امکان تشویشناک حملوں کے جواب کے لیے تیار رہیں، جب ہم اپنے کام میں پختگی اور

صفحہ نمبر ۱۳۳

اخلاص پیدا کردیں گے تو ہماری باتیں لوگوں کے دلوں تک پہنچیں گی اور ہماری لاٹھی ان تمام بہتانوں اور الزام تراشیوں کو نگل لے گی جو دشمن ہمارے خلاف اگل رہا ہے اور جب ہم صابرین کا ہراول دستہ بنیں گے تو لوگ بھی ہمارے ساتھ صبر پر آمادہ ہوں گے لیکن اگر ہم نے بھی شکوے شکایت، جزع فزع اور رونا دھونا شروع کردیا تو لوگوں کو تو (ہماری بنسبت زیادہ) حق ہے کہ وہ روئیں دھوئیں (کیونکہ وہ ایک مجاہد جیسا پختہ ارادہ اور عزم نہیں رکھتے)

45

میں دوبارہ اس تنبیہ کو دہراؤں گا کہ میں نے خصوصی طور پر پیٹرول کی جو مثال پیش کی ہے یہ صرف ذہن تیز کرنے کے لیے ہے البتہ عمومی طور پر دشمن کے معیشت کو نشانہ بنانے کی پالیسی عسکری اور سیاسی طور پر معتبر پالیسی ہے، مناسب نہیں ہے کہ یہ پالیسی ایک عقل مند تحریک سے مخفی رہے، اس پالیسی کی اہمیت جہادی قیادتوں نے اپنے کئی تحقیقات اور بیانات میں ذکر کی ہے۔

صفحہ نمبر ۱۳۴

46

ساتویں فصل: اپنی طرف کھینچنے کی رسہ کشی

بھڑکتا ہوا معرکہ میڈیا، انتظامی پختگی، ایمانی معیار بلند کرنا، براہ راست تخاطب، درگزر، مال کے ذریعے دلوں کی تالیف

نوٹ: اس فصل میں متعدد جگہوں پر ''استقطاب'' کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے، اس کا معنی ہے ''اپنی طرف کھینچنے کی رسہ کشی''، یعنی دشمن لوگوں کو مختلف وسائل کے ذریعے اپنی طرف مائل کرے گا جبکہ ہم مذکورہ بالا وسائل کو بروئے کار لاتے ہوئے اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کریں گے، لہٰذا ترجمہ بار بار دہرانے کی بجائے ''استقطاب'' کا لفظ ہی استعمال کیا جائے گا۔

موجودہ مرحلے (جس کی ابتداء نویں کی دہائی میں ہوئی ہے) میں تجدیدی تحریکوں کی پالیسی سے جو بہترین مقاصد حاصل ہوئے ہیں وہ یہ ہیں کہ ہم امت میں استقطاب کے نتائج سے نہیں ڈرتے خواہ یہ استقطاب اپنی آخری حد تک کیوں نہ پہنچے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ گذشتہ تمام معرکوں کے اس مرحلے میں ہمارے اوپر لازم تھا کہ ہم استقطاب کی کوشش کرتے تاکہ معرکہ اپنے دوررس نتائج پر مشتمل انجام کی طرف بڑھتا، بعض ریاستوں میں (استقطاب) بالفعل ہوا جس کے بڑے حوصلہ افزا نتائج سامنے آئے البتہ کچھ تحریکیں بہت سارے شہروں میں کنٹرول نہ کرپانے کے خوف سے استقطاب شروع کرنے سے خوفزدہ دکھائی دیے خصوصاً امت میں پھیلی ہوئی جہالت، میڈیائی پروپیگنڈے، علماء ومشائخ اور اسلامی جماعتوں کے ان اہل دعوت کے سائے میں جو عیسائی اور مرتد سیکولر قوم پرست جماعتوں کی طرح قومی وحدت (قوم پرستی) کے داعی بن چکے ہیں (کیوں کہ ایسے مخالف ماحول میں استقطاب کا عمل نسبتاً مشکل ہو جاتا

صفحہ نمبر ۱۳۵

بعض لوگوں کی صورتِ حال تو یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ وہ عرب عیسائیوں اور سیکولر جماعتوں کے ساتھ ملکر مجاہدین کے خلاف اجتماعات منعقد کر کے ڈھنڈورا پیٹتے ہیں کہ مجاہدین کی کاروائیوں سے ملک ٹوٹ جائے گا، وحسبنا اللہ ونعم الوکیل

یہاں پر استقطاب سے ہمارا مقصود تمام لوگوں کو معرکے کی طرف یوں کھینچنا ہے کہ ان کے درمیان رسہ کشی شروع ہو جائے جس سے ایک فریق اہل حق کی طرف جبکہ دوسرا اہل باطل کی طرف چلا جائے گا درمیان میں تیسرا فریق غیر جانبدار طور پر رہ جائے گا جو معرکے کے نتیجے کا انتظار کرے گا تا کہ کامیاب گروہوں کے ساتھ مل جائیں۔ ہمارے اوپر لازم ہے کہ اس گروہ کے جذبات کو اپنی طرف کھینچ کر اس کو اس پوزیشن میں لا کھڑا کر دیں کہ وہ (اگر اہل ایمان کا ساتھ نہ دیں تو کم از کم) اہل ایمان کی فتح کی تمنا کرنے لگیں بالخصوص جبکہ کبھی کبھار موجودہ معرکے کے آخری مراحل میں اس گروہ کا کردار فیصلہ کن ہوتا ہے۔ عوام کو معرکے کی طرف کھینچنا مزید کئی ایسے اقدامات کا محتاج ہوتا ہے جو جنگ کو بھڑکائے اور لوگوں کو معرکے میں شامل ہونے پر مجبور کرے لوگ چاہیں یا نہ چاہیں بایں طور کہ ہر فرد وہیں پر لوٹ جائے جہاں کا وہ مستحق ہے۔ ہمارے اوپر لازم ہے کہ ہم اس معرکے کو بایں طور تیز تر کر دیں کہ موت ہی تمام لوگوں کے لیے سب سے محبوب چیز بن جائے اور ہر فریق کو یہ یقین ہو جائے کہ اس معرکے میں گھسنا زیادہ تر موت ہی کا باعث بنتا ہے۔ یہ اس بات کا قوی محرک ہوگا کہ کوئی شخص اس بنا پر اہل حق کی صف میں لڑنے کو ٹھن لے کہ بھلائی پر مرجانا بہ نسبت اس کے بہتر ہے کہ باطل پر مرکر دنیا و آخرت کا خسارہ مول لیں

صفحہ نمبر ۱۳۶

یہی پرانے لوگوں کی لڑائی کا طریقہ تھا کہ معاشرے کے تمام لوگ ایسے دو فریقوں کی طرف منتقل ہو جائے جن کے درمیان ایسے شدید معرکے کی آگ بھڑک رہی ہوتی جس کی انتہاء یا شہادت ہوتی اور اس (معرکے) کا نعرہ ''واضح فتح'' یا ''رسوا کن صلح'' ہوتا ''فريقان يختصمان فريق فى الجنة وفريق فيى السعير'' (یعنی دو فرق لڑ رہے ہیں ایک فریق جنت میں ہوگا دوسرا جہنم میں) ''قتلانا فى الجنة وقتلاكم فى النار'' (ہمارے مقتولین جنت میں جبکہ تمہارے مقتولین جہنم میں ہیں)

اس معرکے کا اس شدت اور فیصلہ کن انداز سے جاری رہنے سے ہی ہم اپنی صف میں لوگوں کی اتنی بڑی تعداد کا استقطاب کر سکتے ہیں کہ پھر ہمیں دوسری صف میں شامل ہو کر ہلاک ہونے والوں کی کوئی پرواہ نہ ہوگی اور ہمیں اہل ایمان کی صفوں میں اللہ کی طرف سے شہادت کے لیے چنے ہوئے افراد کے متعلق خوشی ہوگی، اس معرکے کا اس شدت اور فیصلہ کن انداز سے جاری ہونا ہی اللہ کے اذن سے اس کے بار آور ہونے کا باعث ہوگا البتہ اگر ہم نے وطن پرست اور مٹی پرست لوگوں کی بے ہودہ باتوں پر کان دھر لیے تو پھر ہمارے لیے گھروں میں بیٹھے رہنا زیادہ بہتر ہے بہ نسبت اس ناکامی کے جس کے بعد بڑے مصائب آئیں گے، اس میں کوئی شک نہیں کہ جیسے جیسے معرکے کی حرارت اور گرمی بڑھے گی اور جنگ کرنے والے دونوں فریقین کے مابین عوام اور معاشرے پر اس کے اثرات کا دباؤ بڑھے گا

صفحہ نمبر ۱۳۷

تو یہ دلوں اور عقلوں کے جھنجوڑنے کا باعث ہوگا اس سے لوگوں پر اتمام حجت کی انتہاء ہوگی اس وجہ سے استقطاب بھی اپنے آخری حدود کو چھوئے گا البتہ شدید گرم ہوتے ہوئے معرکے کی شدت کے مقابلے میں ہمیں اپنے معرکے کے تمام مراحل میں کچھ نرمی کا انداز استعمال کرنا چاہیے تاکہ معاملہ سیدھا رہے خصوصاً معرکے کے تمام مراحل میں ہمیں مختلف گروہوں پر (بقیہ گروہوں سے غافل ہوئے بغیر) استقطاب (کی کوششیں) مرکوز کرنی چاہئیں ''تباہی اور بربادی کی قوت'' کے مرحلے میں ہمیں امت کے بہترین نوجوانوں کے استقطاب کی ضرورت ہوگی

اور اس کا بہترین طریقہ شرعی اور عقلی اعتبار سے منوائی گئی کاروائیاں ہیں منوانے کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ کوئی کاروائی اپنے آپ کو خود منوائے لیکن مخالف میڈیا کی موجودگی میں ایسی کاروائی جو خود اپنے آپ کو منوائے، نسبتاً مشکل ہے البتہ جب ہم مخالف میڈیا کے مفلوج کرنے کے مرحلے تک پہنچ جائیں گے تو پھر ایسی کاروئیاں ممکن ہیں یہ اس وقت ہوگا جب قتال کرنے والی جماعتیں ترقی کریں اور بڑی تعداد میں کاروائیاں عمل میں لائی جائیں اس صورت میں میڈیا ان کاروائیوں اور ان کے مقاصد کو مسخ نہیں کر سکے گا البتہ جس مرحلے میں مخالف میڈیا فعال ہو تو اس صورت میں اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ آڈیو یا تصویری میڈیا کے ذریعے ایسے چھپے ہوئے بیانات یا تقریریں شائع کی جائیں جو بلا تعیین تمام کاروائیوں کے لیے راہ ہموار کریں اور کاروائیاں ہونے کے بعد ان کیلئے مضبوط عقلی اور شرعی دلائل اور وجوہ جواز پیش کریں

صفحہ نمبر ۱۳۸

اس میں مخاطب گروہ کا لحاظ رکھا جائے، مناسب یہ ہے کہ یہ بیانات تمام لوگوں تک پہنچ جائیں نہ کہ صرف مخصوص لوگوں تک، لوگوں کے سامنے ہمارے اکثر بیانات ان اہداف کے ذکر پر مشتمل ہونے چاہئیں جو مقبول عام ہوں (حتی کہ یہ مقبولیت صریح عبارات کے بغیر ہو) مثلاً یہ کہا جائے کہ ''ہم امت کے دشمنوں اور ان کے ان ایجنٹوں کو نکال باہر کرنے کے لیے قتال کر رہے ہیں جنہوں نے عقائد کے اعتبار سے شہروں اور ملکوں کو ویران کر دیا ہے اور ہمیں غلام بنا کر ہمارے قیمتی ذخائر کو لوٹنے کا بازار گرم کیا ہوا ہے اور جیسے کہ تمام لوگوں کے مشاہدے میں ہے کہ ان میں سے ہر ایک ہماری ہر چیز کو دن دہاڑے تباہ کر رہا ہے بلکہ ہمیں قتل کرنے اور تباہ کرنے کی قیمت بھی ہم سے ہی وصول کی جا رہی ہے۔''

''پر آشوب حالات کی انتظامیہ'' میں استقطاب کی اہمیت کسی اور طریقے سے شروع ہوگی جب بہت سارے علاقوں میں غیر یقینی پر وحشت حالات شروع ہو جائیں گے (خواہ یہ وہ علاقے ہوں جن کا انتظام ہمارے پاس ہے یا ان سے نزدیک یا دور علاقے ہوں) تو ان پر آشوب علاقوں میں رہنے والے لوگوں کے درمیان بایں طور خود ہی ایک قسم کا استقطاب شروع ہو جائے گا کہ لوگ امن کی طلب میں علاقوں کے بڑے لوگوں، پارٹیوں، جہادی تنظیموں یا پھر مرتد نظاموں کی بچی کچی پولیس یا افواج کے پاس جائیں گے۔

اس صورت میں پہلا کام ان تنظیموں کا استقطاب (ہم خیال بنانا) ہے تا کہ یہ بہتری کے حوالے سے اپنے زیر کنٹرول علاقوں میں ہمارے ماتحت انتظامی مجموعہ جات قائم کرنے کی

صفحہ نمبر ۱۳۹

صورت میں اہل حق کے ساتھ موالات میں داخل ہو جائیں، اس کے ساتھ ساتھ ہم اپنے علاقوں کے امن وامان، شرعی فیصلوں کی صورت میں انصاف، کفالت، تیاریوں، مشقوں اور ترقی کے حوالے سے میڈیا کے ذریعے خوب پروپیگنڈا کریں گے اللہ کے اذن سے ہمارے اس پہلے اقدام سے ہی دیگر علاقوں کے نوجوان ہمارے علاقوں کی مدد اور ان میں رہائش پذیر ہونے کے لیے ہجرت کرتے ہوئے دوڑے چلے آئیں گے باوجود اس کے کہ ہمارے علاقوں میں جانی اور مالی نقصانات زیادہ ہوں اور ممکن ہے کہ دشمن کی طرف سے ہمارے علاقوں پر دباؤ بھی مرکوز کیا گیا ہو۔

پر آشوب علاقوں کے انتظام کے مرحلے میں استقطاب کا پہلا ذریعہ یہ ہے کہ ہمارے زیر کنٹرول علاقوں کے انتظام کو بہتر بنایا جائے اس مرحلے میں استقطاب کے دیگر اہم ذرائع مندرجہ ذیل ہیں:

۱) ایمانی حالت کو بلند کرنا

یہ ہمارے زیر انتظام علاقے کے مکینوں کو نظریاتی طور پر اپنا بنانے کا مختصر طریقہ ہے، واضح رہے کہ امن وامان قائم کرنے کے لیے لوگوں کا ہماری انتظامیہ کو قبول کرنے وغیرہ اور لوگوں کا ہماری صفوں میں شامل ہو کر ہمارے اہداف کے لیے کام کرنے اور ہمارے ساتھ قتال وغیرہ کی مشقیں کرنے میں فرق ہے اور اس صورت حال میں معاشرے کی ایمانی حالت کو بلند کرنا ہمارے عملی صفوں میں لوگوں کا استقطاب آسان بنادے گا۔

صفحہ نمبر ۱۴۰

۲) براہ راست تخاطب

ہمارے قریب واقع وہ علاقے جو دیگر تنظیموں کے زیر انتظام ہوں ان کے حوالے سے ہمارے اوپر لازم ہے کہ ہم قریبی علاقوں کی ذمہ دار انتظامیہ کو دعوت دینے کے لیے اپنا ایک نمائندہ بھیجیں کہ وہ اہل توحید اور جہاد کی وفاداری میں داخل ہو جائے، کبھی کبھار یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ ہمارے ساتھ اس ڈر کی وجہ سے مکمل اتحاد نہ کرے کہ کہیں دشمن ان کے ساتھ بھی وہ رویہ اختیار نہ کرے جو رویہ اس نے ہمارے ساتھ اپنایا ہوا ہے (یعنی ہر ممکن طریقے سے نقصان پہنچانے کا رویہ) اس صورت میں ہم اپنی دعوت اس سے کم تر بات یعنی بعض خاص شرعی مقاصد میں اتحاد پر مرکوز کر دیں گے ممکن ہے کہ اس صورت میں بھی ان کو سابقہ خوف لاحق ہو، اب ہم ان کے ساتھ آخری مرحلے میں منتقل ہو جائیں گے، آخری مرحلہ یہ ہے کہ اگر چہ ہم نے ان کی طرف سے پہلی دو باتوں کو ٹھکرانے کی وجہ جان لی (یعنی ان کا یہ عذر کرنا کہ آپ کا ساتھ دینے کی صورت میں ہمیں آپ کے مدمقابل سے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے) لیکن ہم کسی صورت میں بھی یہ بات قبول نہیں کریں گے کہ ان کے علاقوں میں غیر شرعی فیصلے کیے جا رہے ہوں وگرنہ تو ان کی انتظامیہ اور دشمن کی انتظامیہ میں ہمارے لیے کوئی فرق نہیں ہوگا اور جب بات ادنی درجے پر بھی قرار پکڑے تو اللہ کی توفیق سے زمانہ گزرنے کے ساتھ مذکورہ علاقے کے ساتھ تعلقات میں اضافہ ہوتا جائے گا (اور بالآخر وہ ایک دن مکمل موافقت پر بھی آجائیں گے) اس نقطے کے ذیل میں یہ بات بھی داخل ہے کہ ہمیں ایسے علاقے بھی ملیں گے جو قبائلی انتظامیہ کے ماتحت ہونگے وہ اپنے اردگرد کی مختلف قوتوں جیسے بچی کچی مرتد حکومتوں کی افواج،

صفحہ نمبر ۱۴۱

منظم عصبی (قوم پرست) گروہوں اور صلیبیوں کے حملوں کا مقابلہ اپنے عصبی قوت کی بنیاد پر کریں گے جب ہم ان عصبیات (دھڑے بند گروہوں) سے بات کریں گے تو ہمارے لیے مناسب نہیں

کہ ہم انہیں اپنی دھڑے بندی چھوڑنے کی دعوت دیں بلکہ ہم پر لازم ہے کہ ہم ان عصبی جماعتوں کو اپنی طرف مائل کر کے ان کی دھڑے بندی ممدوح دھڑے بندی کی طرف پھیر دیں کیونکہ ان کے پاس طاقت اور قوت ہے تو مناسب نہیں کہ ہماری بات ان کی قوت کو منتشر کر دے (چہ جائیکہ اس کو مشکل بنا دے) پس بہتر یہ ہے کہ اس عصبیت (دھڑے بندی) کے رخ کو ممدوح کی طرف پھیر دیا جائے خصوصا جبکہ انہیں ان میں اپنے (مزعومہ) اصولوں اور عزت کی خاطر قربانی دینے کی صلاحیت ہے، (اور با آسانی یوں) ممکن ہے کہ ان میں سے بااثر لوگوں کی مال کے ذریعے دلجوئی سے استقطاب کا عمل شروع کیا جائے پھر ایک عرصے بعد جب ان کے کارکنوں کا ہمارے کارکنوں کے ساتھ اختلاط (میل جول اٹھنا بیٹھنا) ہو جائے گا اور ایمان پر ان کا ممدوح عصبیت کا تو پھر ان کے پیروکاران کا کوئی بھی خلاف شرع امر قبول نہیں کریں گے، البتہ ان میں عصبیت (دھڑے بندی) پھر بھی رہے گی لیکن وہ بھی پہلے والی مذموم عصبیت کی بجائے ممدوح عصبیت کی طرف پھر جائے گی۔

۳) درگذر: جب ہمارے ہاتھوں اصلی کافروں یا مرتدین کو کوئی بااثر فرد یا افراد کا مجموعہ لگ جائے (یعنی قید ہو جائے) اور ہمیں محسوس ہو کہ ان سے درگذر کرنے کی صورت میں کوئی خاص نقصان نہیں ہوگا اور ہمیں یہ بات وزنی لگے کہ ان سے درگزر کرنا دلجوئی کا باعث ہوگا جس سے یہ اور ان کے پیروکار اہل ایمان کے ساتھ آملیں گے یا کم از کم ہم سے اپنا شر روک لیں گے (یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ مرتد سے کوئی درگزر نہیں ہوتا سوائے اس کے کہ وہ اسلام لے آئے، اسلام لانے کی صورت میں ہمیں اس کے معاف کرنے یا قتل کرنے کا اختیار ہوگا کیونکہ اس نے گرفتار ہونے کے بعد اسلام قبول کیا ہے) تو جب یہ بات ہمیں وزنی محسوس ہو اور ان کے قتل کرنے کے فوائد ان کے معاف کرنے کے فوائد سے زیادہ نہ ہوں تو اس صورت میں معاف کرنا بھی استقطاب کا بڑا ذریعہ ہے۔

۴) مال کے ذریعے تالیف: جب ہم اللہ کے اذن سے بعض علاقوں کا انتظام سنبھال لیں گے تو ہمارے لیے صدقات کے اموال کی صورت میں مالی ذرائع کی بہتات ہو جائے گی اس صورت میں موجودہ صورت حال کی بنسبت ان اموال کی محفوظ وصولیابی مختلف طریقوں سے ممکن ہوگی۔

اس طرح ان مالی اداروں سے حاصل شدہ اموال کو بھی ہم غنیمت بنالیں گے جنہیں مرتد حکومتوں کے اداروں نے ان علاقوں سے بھاگتے وقت چھوڑا ہو۔ ظاہر ہے کہ یہ چھوٹے یا درمیانی درجے کے مالی ادارے ہونگے

صفحہ نمبر ۱۴۳

کیونکہ بڑی کمپنیوں، کارخانوں اور پیٹرول وغیرہ کے بڑے اداروں کے گرد حفاظت کے لیے مرتد حکومتوں نے اپنی افواج جمع کر دی ہوں گی طبعی طور پر ایسی صورتحال میں کئی قسم کے اخراجات کا سامنا ہوگا نیز لوگوں کے آپس میں ایسے حقوق اور مظالم بھی ہونگے جو واجب الاداء ہوں گے اس لیے ہمارے لیے مناسب یہ ہے کہ ہم سب سے پہلے ان حقوق کی ادائیگی کریں، ہم اپنے حسن تدبیر وغیرہ کے ذریعے ان اموال میں سے اپنے اسلامی کاموں کے لیے بھی کچھ مال ذخیرہ کر سکتے ہیں۔

اب وہ وقت آگیا ہے کہ اہل توحید وجہاد میں سے راسخ فی العلم حضرات ان اموال کے کچھ حصے کو بعض بااثر (موجودہ زمانے میں شہروں کے مزاج سے سرداری نظام کا خاتمہ ہو گیا ہے اور شہروں پر امن وامان کے اداروں نے تسلط قائم کر دیا ہے ساحلی علاقوں اور دیہاتوں سے ہجرت اور لوگوں کی ایک گونہ مغربی طرز زندگی کے بدولت موجودہ شہری زندگی نے تقریباً اس سرداری نظام کا خاتمہ کر دیا ہے بلکہ موجودہ جاہلی نظام نے اپنی گرفت مضبوط کرنے کے لیے دیہاتوں اور سرحدی علاقوں میں بھی خاندانی یا قبائلی سسٹم کو یا تو ختم کر دیا ہے یا پھر اسے ایسے جاہلانہ نقطۂ نظر کی طرف پھیر دیا ہے جس سے جاہلی نظام کے اہداف ومقاصد کی خدمت ہوتی ہے۔ البتہ بہت سے سرحدی علاقوں، دیہاتوں اور شہروں میں اب بھی کسی حد تک یہ نظام موجود ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان علاقوں میں ایسے گروہ پائے جاتے ہیں جو اپنے آبائی رسم ورواج کے محافظ ہیں) لوگوں کی دل جوئی میں صرف کرنے کا طریقہ کار اور اس کے اصول مقرر کریں تا کہ (اس دلجوئی کے نتیجے میں) یہ لوگ ہماری انتظامیہ کو اپنی وفاداری دیں۔ واضح رہے کہ اس معاملے کے قواعد اور تفاصیل علانیہ واضح طور پر ہونے چاہیئں تا کہ لوگوں کے دلوں میں شبہات پیدا نہ ہوں، ہم شروع میں یہ تاکید کر چکے ہیں کہ ہمارا معرکہ کفر اور شرک کے خلاف ایمان وتوحید کا معرکہ ہے یہ کوئی معاشی سیاسی یا اجتماعی معرکہ نہیں البتہ ہمارے اوپر لازم ہے کہ ہم یہ بات نہ بھولیں کہ معاشرے کے (ایمان کے اعتبار سے) کمزور طبقات کو ان کے اموال اور حقوق واپس دلانے کے وعدے کرنا بلکہ اس مال کے غنیمت بنانے کی بات کرنا جس پر بدترین مخلوق قابض ہیں، یہ بھی شرعی سیاست کا حصہ ہے۔

صفحہ نمبر ۱۴۴



ہم معاذ اللہ یہ گمان نہیں کرتے کہ ان وعدوں نے اصحاب رسول اللہ کو جہاد پر متحرک (آمادہ) کیا تھا بلکہ یہ وعدے تو ان کے لیے تسلی اور کمزور نفوس کے حامل لوگوں کو اسلام قبول کرنے پر آمادہ کرنے کی تحریک کے طور پر تھے۔ یہ ضعیف الایمان لوگ اسلام قبول کرنے کے بعد اہل ایمان اور جنگ کی بھٹی کے درمیان زندگی گزارنے کے سبب اصلاح ہونے کے باعث ہر چیز سے [illegible] خاطر اٹھنے والے تھے۔

یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہیں کہ دشمن کے قیدیوں کو یوں مخاطب کرے: "یَا أَیُّهَا النَّبِیُّ قُل لِّمَن فِی أَیْدِیکُم مِّنَ الْأَسْرَیٰ إِن یَعْلَمِ اللَّهُ فِی قُلُوبِکُمْ خَیْرًا یُؤْتِکُمْ خَیْرًا مِّمَّا أُخِذَ مِنکُمْ وَیَغْفِرْ لَکُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِیمٌ"

ترجمہ: اے نبی ﷺ اپنے ہاتھوں میں موجود قیدیوں سے کہہ دو کہ اگر اللہ تعالیٰ تم میں کوئی بھلائی پائے تو اس (مال) سے بہتر تمہیں عطاء فرمائے گا جو تم سے لیا گیا اور اللہ تعالیٰ بہت معاف

کرنے والا مہربان ہے۔

عہد نبوی میں ایسے بہت سارے واقعات ملتے ہیں جن میں ضعیف الایمان لوگوں کی دلجوئی کے لیے طے شدہ ضوابط کے مطابق مال خرچ کیا گیا، مال کے ذریعے تالیف قلب کے تحت ان بعض علامتی مناصب (جہادی سرگرمیوں پر اثر انداز نہ ہونے والے) کے ذریعے تالیف قلوب بھی شامل ہے جو قوم یا قبیلے کے معزز شخصیت کو ایک قسم کی جاہ و شرف

صفحہ نمبر ۱۴۵

بخشتے ہیں، ان لوگوں کو یہ مناصب اس لیے دیئے جاتے ہیں تا کہ یہ لوگ اپنے اتباع اور پیروکاروں کو جہاد کے مقاصد حاصل ہونے کی خاطر جہادی قائدین کی امارت کے تحت تحریک میں شامل کردیں۔ ہم یہ بات کہہ چکے ہیں کہ یہ لوگ جب میدان میں مصروف عمل نوجوانوں کے ساتھ گھل مل جائیں گے تو ایمان کی بشاشت ان کے دلوں میں داخل ہوجائے گی (باذن اللہ) تو اس وجہ سے یہ (آہستہ آہستہ) اپنے سابق مطاع (سربراہ) سے ہٹ جائیں گے اگر چہ اس کے ساتھ علامتی طور پر باقی رہیں (اگر وہ باطنی طور پر اپنے پیروکاروں کی طرح ہدایات یافتہ نہ ہوتو) ہمیں چاہیے کہ یاد کریں کہ کیسے حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن ابی بن سلول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اندر یہ صلاحیت پیدا ہوگئی تھی کہ اگر رسول اللہ ﷺ ان سے ان کے والد (عبداللہ بن ابی) کے قتل کا مطالبہ کرتے تو یہ کر گزرتے۔

یہ بات رہ جاتی ہے کہ اہل حق اور (بالخصوص) نوجوان مجاہدین کے لیے مال کے ذریعے دلجوئی کے ٹھوس احکام کی تفصیلات جاننی چاہئیں، ان میں سے چند احکام یہ ہیں:

جو شخص مال کی خاطر لڑے تو آخرت میں اس کا کوئی اجر نہیں ہوگا، جس شخص کی اصل نیت اللہ کے دین کی سربلندی ہو اور مال یا غنیمت کی نیت ضمناً ہو مقصود اصلی نہ ہو تو ایسے شخص کے اجر میں کمی ہوگی، جو شخص صحیح سالم رہ کر

صفحہ نمبر ۱۴۶

غنیمت حاصل کرے تو گویا کہ اس کا دو ثلث اجر اس کو نقد مل گیا، جس شخص کا خون بہا اور مال تلف ہوا تو اس کا اجر کامل طور پر ثابت ہوگیا، انصار نے غزوہ حنین کے موقع پر اپنے مال غنیمت کا حصہ نومسلموں کے لیے چھوڑ دیا (ان مجاہد نوجوانوں کو) جاننا چاہیے کہ ممکن ہے کہ آخر میں انہیں مال حاصل ہوجائے جیسے کہ صحابہ کرام ان کے بیٹوں اور تابعین کو حاصل ہوا تھا لیکن مال کا فتنہ فقر کے فتنے سے زیادہ سخت ہے اور ہم صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کی طرح ثابت قدمی کے مالک نہیں تو جیسا کہ حدیث میں آیا ہے:

"ما الفقر أخشى عليكم ولكن أخشىٰ عليكم الدنيا أن تفتح عليكم الدنيا فتهلككم كما أهلكتهم"

یعنی میں تمہارے اوپر فقر و فاقے سے نہیں ڈرتا ہوں لیکن میں تمہارے اوپر اس بات کا اندیشہ محسوس کرتا ہوں کہ دنیا تم پر کشادہ کردی جائے گی پس وہ تمہیں ایسے ہلاک کردے گی جیسے کہ ان (یہود و نصاریٰ) کو ہلاک کیا۔

صفحہ نمبر ۱۴۷

آٹھویں فصل (التحاق (انضمام) کے قواعد

"پر آشوب علاقوں کی انتظامیہ" کے تحت چلائے جانے والے علاقوں میں سے کسی علاقے کے سقوط (جدا ہونے) کے وقت یا دو یا دو سے زائد قریبی علاقوں کو آپس میں ملانے کی صورت میں کون سے علاقے کو دوسرے علاقے کے ساتھ ملا کر اس کی انتظامیہ کو دوسرے علاقے کی انتظامیہ کے ماتحت کیا جائے گا؟ اور کیا جہاد اور اللہ کے دین میں سبقت یا مادی برتری یا قیادت کرنے کی زیادہ صلاحیت اس معاملے کا مدار ہوں گے یا کچھ دیگر امور؟ اور اس بغاوت یا حسد کا کیا علاج ہوگا جو کبھی کبھار نفوس میں پایا جاتا ہے؟ نسال الله العفو والعافيه فى الدين والدنيا والاخرة

التحاق کے قواعد جاننا، ان کی مشقیں وغیرہ کرنا "پر آشوب حالات کی انتظامیہ" کے بعد والے مرحلے یعنی "ریاست کے قیام" کے مرحلے میں پہلا قدم اٹھانے کو آسان کردیں گے کیوں کہ اس مرحلے میں پہلا قدم کسی قائد یا مجموعے کا متفرق مجموعہ جات اور علاقوں کو ایک جھنڈے تلے جمع کرنا ہے تا کہ ان کے ذریعے کنٹرول کی قوت حاصل ہوجائے۔

اسی طرح ''تباہی و بربادی کی قوت'' کے مرحلے سے ''پرآشوب حالات کی انتظامیہ'' کے مرحلے میں منتقلی میں بھی التحاق کے قواعد کی مشقیں کرنے کی ضرورت ہے کیوں کہ اس صورت میں بھی تباہی پھیلانے والے متعدد مجموعہ جات کا آپس میں الحاق ہوتا ہے تا کہ ان کے الحاق سے ایک ایسی قوت بن جائے جو تباہی کے نتیجے میں وجود میں آنے والی ''پرآشوب حالات کی انتظامیہ'' کو چلا سکے۔

صفحہ نمبر ۱۴۸

اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر تمام مجموعہ جات اور علاقائی انتظامی کمیٹیاں سب اعلیٰ قیادت (اللہ تعالیٰ اسے مسلمانوں کے لیے ذخیرہ بنا کر اس کی حفاظت فرمائیں اور اسے مسلمانوں کے اتفاق کا ذریعہ بنائیں) کی پیروکار ہوں تو پھر تو کوئی مشکل درپیش نہیں آئے گی کیوں کہ اعلیٰ قیادت کے احکام کے تحت ایک انتظامیہ یا مجموعے کو دوسری انتظامیہ یا مجموعے کے ماتحت کر دیا جائے گا لیکن مسئلہ اُس صورت میں درپیش ہوتا ہے کہ بسا اوقات مختلف حوادث کا رونما ہونا کچھ جہادی مجموعات کو اس پوزیشن میں لا کھڑا کر دیتے ہیں کہ وہ اعلیٰ قیادت کے تابع نہیں رہتے، اسی طرح کبھی مرتد افواج کی کچھ عسکری قیادتیں مسلمان ہو جاتی ہیں اور اپنے عسکری یونٹوں سمیت صلیبیوں اور کٹھ پتلی حکمرانوں سے لڑنے کے لیے میدان میں کود پڑتی ہیں، بسا اوقات وہ صحیح رخ پر کتاب و سنت کا اتباع بھی کرتی ہے لیکن کبھی کبھار وہ موجودہ قیادت کے ہاتھ پر بیعت نہیں کرتی جس کی دو وجہیں ہو سکتی ہیں ایک تو نفسانی خواہشات اس سے مانع بنتے ہیں دوسرے دلوں میں اپنے متعلق یہ گمان رکھنا کہ ہم (منتقعہ امیر کی بنسبت) امارت کے زیادہ حق دار ہیں (جس کے نتیجے میں) وہ خود اپنے لیے بیعت کا مطالبہ کرتی ہیں ورنہ بصورتِ دیگر وہ اپنے علاقوں کو آزاد حیثیت دے دیتی ہیں۔

اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی غیر جہادی اسلامی تحریک اپنے ارکان کو عسکری طور پر متحرک کرنے کے بعد حالات کی مہربانیوں سے اس طرح کے معاملات پر قادر ہو جائے، اسی طرح کو دیگر احوال میں بعض انتظامیہ جات اور مجموعات کی طرف سے اعلیٰ قیادت کے ساتھ

صفحہ نمبر ۱۴۹

رابطہ نہیں ہو پاتا (اور ان کو اپنی صورتحال کے فیصلے خود کرنے پڑتے ہیں) تو اس صورت میں ہم ان جیسے مسائل کو کیسے حل کریں گے؟

میں اہل توحید و جہاد کی بعض تحقیقات سے (اخذ کرتے ہوئے) ایک ابتدائی تصور پیش کرتا ہوں مگر یہ معاملہ اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ باصلاحیت حضرات اس پر مستقل تحقیق تیار کریں جس میں اس معاملے کے اصولوں کی حد بندی کی گئی ہو، میرا خیال ہے کہ اب اس کا وقت آ گیا ہے ایسا نہ ہو کہ یہ معاملہ اچانک ہمارے سامنے درپیش ہو جائے اور پھر ہم بغیر ضوابط کے اس سے نمٹنے لگیں (اور نتیجۃ جہاد کے ثمرات بالکل ہاتھ سے جائیں یا پھر متاثر ہوں)

گذشتہ تحقیق میں یہ بات آئی تھی کہ دو جہادی جماعتوں کے اتحاد کے وقت امارت وہ جماعت سنبھالے جو جہادی کاموں کو سرانجام دینے کے حوالے سے زیادہ باصلاحیت اور جہاد کے [illegible]ف کے حاصل کرنے پر زیادہ قادر ہو۔ "مقالات بین منهجین" میں ہے:

''جہادی تحریک کو چاہیے کہ اپنے آپ کو ایک ہی یونٹ کے طور پر دیکھے اور چونکہ کشمکش کا مزاج معرکہ (لڑائی) ہے اس لیے قائد وہی ہو گا جو ان مقاصد کو حاصل کر سکے یا درپیش صورت [illegible] اٹھا سکے، دوسرے پر لازم ہے کہ وہ اس نئے قائد کے ساتھ لاحق ہو جائے (اگرچہ وہ دوسرا پرانا ہی کیوں نہ ہو) اور اس کا ہاتھ بٹھائے بلکہ اگر معاملہ بڑھ جائے اور یہ (دوسرا) [illegible]ب کو حاصل کرنے لگے تب بھی اس پر لازم ہے کہ اس نئے قائد کا سپاہی بن کر رہے اور لوگوں سے آ کر یہ نہ کہے کہ ''میں پہلے ہوں''، ''میں پرانا ہوں''، کیوں کہ یہاں مسئلہ سابق اور پہلے کا نہیں [illegible] الٰہی کی بنیاد پر کسی ایک کو میسر آنے والے ایسے معاون حالات کا ہے جو دوسرے (پرانے) کو میسر نہیں آئے''

[illegible]نمبر ۱۵۰

میرا خیال ہے کہ ''فضل الٰہی'' کا مسئلہ ہی ''اصلح'' (قیادت کے لیے زیادہ باصلاحیت) والے مسئلے کی بنیاد ہے لیکن اگر کسی ایسے مجموعے کو جس کی گردن میں اعلیٰ جہادی قیادت کی بیعت [illegible] صورت حال (اتحاد) درپیش ہو اور اس کے لیے مناسب یہ ہو کہ ایسے مجموعے کے زیر قیادت رہے جو اعلیٰ قیادت کے تابع نہ ہو تو اس صورت میں اس (اعلیٰ قیادت کے تابع) مجموعے کو [illegible] دوسرے مجموعے کو یہ بات سمجھائے کہ وہ ان کی قیادت تلے عارضی طور پر رہیں گے کیوں کہ ان کے مجموعے اور اس کے تمام افراد کی گردنوں میں اعلیٰ قیادت کی بیعت ہے

اور یہ کہ ہم اس وقت تک آپ کے امیر کی اطاعت میں رہ کر اس کی معیت میں جہاد اور احکامِ شرع کی نصرت کے لئے معاونت کریں گے جب تک ہم اس سرزمین اور علاقے میں [illegible] جو آپ کے مجموعے کے کنٹرول میں آتا ہے، البتہ جب ہم اس علاقے کو چھوڑ کر دوسرے علاقے میں جہاد کے لیے جائیں تو پھر ہم آپ کی اطاعت میں نہیں رہیں گے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اس مسئلے کے دیگر پہلو بھی ہیں خصوصاً اس کے بہت سارے حصے شرعی سیاست کے باب کے تحت آتے ہیں اور ایسی تفصیلات اور اصولوں کی حد بندی کے محتاج [illegible] تحقیق میں نہیں آ سکتے۔ اس لیے میں ان سطور کے توسط سے اہل توحید و جہاد کے راسخ فی العلم حضرات سے مطالبہ کرتا ہوں کہ وہ اس مسئلے کے متعلق ایک ایسی تحقیق تیار کریں جو اس [illegible] اس کے تمام زمینی احتمالات کا استیعاب کرے تا کہ اچانک ہمیں اس مسئلے کی مشکلات کا سامنا نہ کرنا پڑے، خصوصاً جبکہ موجودہ حالات میں اب تک عام بیعت موجود نہیں۔ نسأل الله

نویں فصل

جاسوسی کا پہلو پختہ کرنا، جاسوس پھیلانا اور مخالفین اور تمام اقسام کے دشمنوں میں نقب زنی کرنا

ہمارا معرکہ طویل ہے اور اب تک ابتدائی مراحل میں ہے البتہ اللہ کا فضل اور خصوصی مہربانی ہمارے لیے اس معرکے کے بعض مراحل کو لپیٹ دے گی لیکن واقعات وحوادث کے اتار چڑھاؤ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ معرکہ خاصا طویل ہوگا، معرکے کی طوالت ہمیں دشمنوں اور معاصرین کے نقب زنی، اور طاقت ور جاسوسی ادارہ قائم کرنے (جو موجودہ حالات میں تحریک کی حفاظت اور بعد میں ریاست کا بنیادی ستون ہوگا) کی فرصت دیتی ہے، پس پولیس اور دیگر فورسز مختلف سیاسی جماعتوں، اخبارات، اسلامی جماعتوں، پیٹرول کی کمپنیوں (میں بطور مزدور یا انجینئر) پرائیوٹ سیکورٹی کمپنیوں اور حساس شہری اداروں میں نقب زنی کرنی چاہیے۔

یہ کام بالفعل کئی عشروں سے شروع ہو چکا ہے لیکن ان آخری رونما ہونے والے واقعات کے پیش نظر مزید پیش رفت کی ضرورت ہے اسی طرح کبھی ہمیں ایک ہی جگہ میں کئی کارکنان (جبکہ ان میں سے کوئی ایک دوسرے کو نہیں جانتا ہو یا تمام افراد ایک دوسرے کو جانتے ہوں) کے ذریعے سے مختلف کاموں یا ایک ہی کام جب کہ اس میں زیادہ افراد کی ضرورت ہو، کے حوالے سے نقب زنی کی ضرورت ہوگی۔ اس حوالے سے ہمیں کافی مشکلات کا سامنا ہو سکتا ہے، ان مشکلات میں سے ایک یہ ہے کہ نقب زنی کے لیے چنے جانے والے رکن کا انتخاب اس کی اس صلاحیت کی بنیاد پر ہونا چاہیے کہ وہ ایک ایسے ماحول میں اپنے دین کی کتنی حفاظت کر سکتا ہے جو (ممکن ہے کہ) خلاف شرع امور یا کفر سے بھرا پڑا ہو (بالخصوص جبکہ اس سے گذشتہ زمانے کے حوالے سے دینداری بھی معلوم نہ ہو اور اس کی شخصیت مصائب سے بھی نہ گزری ہو)

اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم کبھی کبھار ایک ایسے مسلمان کو چن لیتے ہیں جو ابھی ابھی دیندار اور پرہیزگار بنا ہو تو اس صورت میں ہمیں بڑی مشکلات کا سامنا ہو سکتا ہے (مثلاً دینداری میں پختہ نہ ہونے کی وجہ سے معاصی کے ماحول میں بہہ جانا جس کی وجہ سے وہ ہمارے کسی کام کا نہیں رہتا) لیکن ہمارے موجودہ اور آنے والے حالات نے ایک ایسی خصوصیت ظاہر کردی ہے جس نے اس مشکل کو حل کر لیا ہے اور وہ بڑی تعداد میں ایسے پر جوش نوجوانوں کا ابھرنا ہے جو جہاد کے طالب ہیں بلکہ وہ بلا تاخیر جہادی بلکہ فدائی کاروائیاں کرنا چاہتے ہیں، ہم قرائن احوال کے ذریعے اس قسم کے نوجوانوں کی سچائی معلوم کر سکتے ہیں، ایسے نوجوان کے طلب شہادت کا شوق ان کی عمدہ ایمانی حالت کی دلیل ہے جو تحریک کے دوران صرف علمی اور عملی تربیت کے مانجھ کی محتاج ہے۔

طبعی طور پر ان نوجوانوں کی اکثریت کو ایسے جہادی اور تربیتی پروگراموں میں بھیجا جائے گا جو ان کی قوت اور شجاعت کا احاطہ کرے البتہ مجموعات کے قاعدین اپنی فراست سے صلاحیت کو دیکھ کر ان میں سے بعض کو مذکورہ اداروں میں نقب زنی کرنے کے لیے جاسوسی ادارے میں کام کے لیے بھیج سکتے ہیں لیکن ان پر ابتداءً اس کام کی اہمیت خوب واضح کی جائے اور انہیں یہ بتایا جائے کہ یہ (اجر وثواب) میں فدائی کاروائی کے برابر ہے۔

بلکہ کبھی کبھار حقیقتاً اس کام کی انتہاء نقب زدہ مقام کو فدائی حملے کے ذریعے تباہ کرنے (جبکہ اس کا تباہ کرنا جائز ہو) یا اس مقام میں موجود بعض شخصیات کے خلاف جارحانہ کاروائی ہوتی ہے (جبکہ ان شخصیات کا تعلق ایسے گروہوں سے ہو جن کو نشانہ بنانا جائز ہو) اس کے ساتھ ساتھ ہمیں ایسے تربیتی اور انفرادی نوعیت کے علمی پروگرام تشکیل دینا ہوں گے جو اس قسم کے نوجوان کی شناخت کو صیغہ راز میں رکھتے ہوئے اس کے دین کی حفاظت کر سکیں اور جب بھی معلومات جمع کرنے کے حوالے سے اس پر کام کا دباؤ بڑھے تو اس کا تربیتی پروگرام دباؤ کے بالمقابل اس کی ایمانی حالت کو بڑھائے، عمومی طور پر معلومات جمع کرنے کے لیے (دشمن کے) اہم مرکز تک رسائی اور اس میں نقب زنی کے لیے طویل وقت درکار ہوتا ہے تاکہ آدمی اُس ادارے میں اپنا کردار پختہ کر سکے جس میں اس نے نقب زنی (جاسوسی) کرنی ہے اس صورت میں تحریک ایسے کارکن کو مطلوبہ معلومات کی نوعیت (جاسوسی کیلئے ٹارگٹ)، ان کو طلب کئے جانے کے وقت تک محفوظ بنانے کی کیفیت (یعنی کیسے ان کو صیغہ راز میں رکھا جائے) اور ایسے اہم معلومات کو جلد بھیجنے جن میں تاخیر کی گنجائش نہیں ہوتی، اور نقل وحرکت کے حوالے سے طویل المدت پروگرام وغیرہ سے گزار چھوڑ سکتی ہے۔ بار بار حاصل شدہ معلومات کو جانچنے کے باوجود ان کی سچائی اور شفافیت (تحقیق پر مبنی ہونا) کا ظاہر ہونا اس (جاسوس کارکن) کی امانت داری اور صلاحیت کو یقیناً دن بدن قابل اعتماد بنائے گا۔

خصوصاً جبکہ ہم اس کو ابتدا میں اچھی طرح نہیں جانتے تھے، اس وجہ سے اس کو صرف وہی معلومات دی جاتی تھیں جن کی اسے ضرورت ہوتی تھی اور وہ کسی بھی حالت میں کام کرنے کے حوالے سے صرف رابطہ کار نمائندے کو جانتا تھا، کبھی کبھار نقب زنی کرنے والا نوجوان اپنے رابطہ کار نمائندے سے کسی بھی سبب جیسے رابطہ کار کے شہید ہونے یا بدلنے (مزید اہداف مانگنا) سخت حالات میں دوسری جگہ منتقل ہو جانے، کی وجہ سے رابطہ کھو دیتا ہے تو اس صورت میں اس کو اس وقت تک اپنا کام کرتے رہنا چاہیے جب تک ایسے علاقے ظاہر نہ ہو جائیں جو مجاہدین کے زیر انتظام ہوں، ایسے علاقوں کے ظاہر ہونے کے بعد یا عام طبعی حالات (جیسے اپنے کسی رشتے دار کی زیارت یا تجارت وغیرہ کی غرض سے) میں مخفی طور پر ان علاقوں کی زیارت کرلے پھر ان

علاقوں کی انتظامیہ سے رابطہ کرے تاکہ وہ اسے جاسوسی ادارے کے نمائندے تک پہنچائے، اگر اس کا کوئی معروف خفیہ کوڈ ہو تو وہ اس تک پہنچائے اور اگر یہ کسی خفیہ کوڈ کے ساتھ معروف نہ ہو تو اس صورت میں یہ اپنے پاس موجود معلومات نمائندے کے حوالے کر دے اور معلومات کی نوعیت اور مزاج کے حوالے سے جاسوسی ادارے کے جواب کا انتظار کرے کہ آیا اسے مزید معلومات جمع کرتے رہنا چاہیے یا اس پر آشوب علاقے سے فرار ہونا چاہیے یا نقب زدہ جگہ کے اندر خود یا اس مجموعے کے ذریعے جو اس کی طرف بھیجا جائے گا، تباہ کن کاروائی کرنی چاہیے۔

گذشتہ صورتِ حال میں کبھی کبھار نقب زنی کرنے والے فرد کے علاقے یا اس کے قریب یا جہاں یہ (جاسوس کارکن)

صفحہ نمبر ۵

اپنا کام کر رہا ہو، وہاں پر آشوب حالات کے علاقے کا ظہور تاخیر کا شکار ہو جاتا ہے، اسی طرح کبھی اس فرد پر معاملہ تنگ پڑ جاتا ہے اور وہ یہ محسوس کرتا ہے کہ اگر اس نے کام کو جاری رکھا تو اس صورت میں اس کی دینداری پر اثر پڑے گا یا پھر اس کی پہچان ظاہر ہو جائے گی تو اس صورت میں اس کو اپنے کام کی جگہ سے استعفیٰ دے کر پہاڑوں میں یا جہاں ممکن ہو مجاہدین کے ساتھ ملنا چاہیے یا اگر اس کے لیے آسان ہو تو اس کو اپنے کام کی جگہ پر تباہ کن کاروائی کرنی چاہیے (بشرطیکہ اس جگہ یہ کاروائی جائز ہو) یا (محدود کاروائی کرتے ہوئے) ایک یا چند دشمن عناصر کو ختم کر کے پر امن علاقوں میں آ کر مجاہدین کے ساتھ ملنا چاہیے۔

طبعی طور پر بعض حالات اور بعض جگہوں میں ایسی نقب زنی کرنا ممکن ہوتا ہے جس سے تحریک یا جہادی مجموعے کے اندر کارکن کے عسکری یا دعوتی کام پر کوئی اثر نہیں پڑتا، ایسے افراد جو علمی اور نفسانی شبہات کے جوابات دینے پر قادر ہوں، کے ذریعے دیگر اسلامی جماعتوں بلکہ ان کی قیادتوں میں نقب زنی کرنا کئی قسم کے کثیر فوائد کا باعث ہے اس سلسلے میں سابقہ کامیاب تجربات موجود ہیں، یہاں یہ اشکال ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں کی جاسوسی کرنا تو حرام ہے تو ان کے متعلق کیسے معلومات جمع کی جا سکتی ہیں؟

اس سلسلے میں میرا خیال یہ ہے کہ جو تحریکیں مجاہدین کو ایذاء دیتی ہیں یا طواغیت کے ساتھ کام کرتی ہیں ان کے متعلق تو جاسوسی کرنا جائز ہے البتہ جو تحریکیں مجاہدین کو تکلیف نہیں پہنچاتیں

صفحہ نمبر ۶

ان میں نقب زنی معلومات جمع کرنے کے لیے نہیں ہے بلکہ ان کو دعوت دینے، ان کے قریب ہونے اور فیصلہ کن صورتِ حال پر ان کے موقف کو جہاد کے مفاد کی طرف پھیرنے کے لیے [illegible] گذشتہ تمام باتیں ایک عام تصور ہے جس میں تبدیلی کی گنجائش موجود ہے البتہ وہ قواعد جو گذشتہ تمام مراحل کو باریک بینی کے ساتھ منظم اور محفوظ بناتے ہیں اور دوسرے پہلوؤں کو بھی شامل ہیں مثلاً جاسوسی اداروں کی تعمیر، جاسوسوں کے پھیلانے کے طریقوں، معلومات جمع کرنے اور تحریک کے محفوظ بنانے کے طریقوں کو نقب زنی سے بچانا وغیرہ یہ سارے پہلو کم اہمیت کے حامل نہیں، پس تحقیق کار کو مجاہدین کی جانب سے شائع ہونے والی جاسوسی ڈائریوں کی طرف رجوع کرنا چاہیے، اسی طرح جہادی انسائیکلو پیڈیاز کے ضمن میں شائع ہونے والی جاسوسی انسائیکلو پیڈیاز، اور "بتار" کے معسکر کے جریدے کے زیر اہتمام شائع ہونے والے سلسلے بھی کافی اہم ہیں، اسی طرح مکتبہ جات میں موجود تمام کتابوں کی طرف بھی رجوع کرنا چاہیے بشرطیکہ تحقیق کار ان میں موجود عام غلطیوں (خصوصاً اسالیب کی غلطیوں) کی نشاندہی کر سکتا ہو۔ اس کے ساتھ یہ تنبیہ ضروری ہے کہ تجارتی کتابوں سے بچنا چاہیے کہ ان میں وقت ضائع کرنے کے علاوہ مطالعہ کرنے والے کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا یا ان سے آدمی بسا اوقات سادہ غلط قواعد سیکھ لیتا ہے۔

صفحہ نمبر ۷

دسویں فصل

تحریک کے دوران عصر اول (صحابہ کرام) کی طرح تعلیم و تربیت کو پختہ کرنا

گذشتہ تحقیق "جس کے کچھ حصے شائع ہو چکے ہیں" میں ایک حصہ (اللہ تعالیٰ اس کی کامل اشاعت کو آسان فرمائے) تربیت کے مسئلے کے حوالے سے تھا، اس میں ہم نے یہ بیان کیا کہ حوادث کے دوران پیدا ہونے والی پہلی نسل کی کیسی تربیت کی جائے گی؟ میں اس تحقیق کے چند نکات "جن کا تعلق اس مضمون سے ہے جسے ہم نے موضوع بحث بنایا ہے" یہاں پیش کرتا ہوں:

تربیت کے اسالیب: (طریقے)

(۱) "وعظ و نصیحت کے ذریعے تربیت"

رسول اللہ ﷺ کی جانب سے صحابہ کرام میں پھیلائی جانے والی سب سے بڑی نصیحت کتاب اللہ سے ہوتی تھی بعض لوگ اس کو مستقل اسلوب (طریقہ) بناتے ہیں اور اس کو قرآن کے ذریعے تربیت کہتے ہیں، اگرچہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ قرآن کے ذریعے تربیت کے مفہوم کی کچھ اور خصوصیات ہیں جنہیں ہم عنقریب واضح کریں گے، اس لیے ہم اس تقسیم کو قبول نہیں کریں گے۔

"وعظ و نصیحت کے ذریعے تربیت" کے تحت "قصوں کے ذریعے تربیت" بھی داخل ہے (بعض لوگ اس کو مستقل اسلوب شمار کرتے ہیں)، رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو راہب و غلام کا قصہ اور ان تین افراد کا قصہ سنایا جو چٹان گرنے کے باعث غار میں بند ہو گئے تھے یہ ان قصوں پر مستزاد ہیں جنہیں قرآن نے بیان کیا ہے۔

''وعظ ونصیحت کے ذریعے تربیت'' کے ذیل میں ''ضرب المثل'' کے ذریعے تربیت بھی داخل ہے صحابہ کرام کے لیے رسول اللہ ﷺ

صفحہ نمبر ۸

کے بیان کردہ امثال میں سے یہ حدیث بھی ہے: ''مثل المؤمنين في توادهم وتراحمهم وتعاطفهم مثل الجسد إذا اشتكى منه عضو تداعى له سائر الجسد بالسهر والحمى (صحيح مسلم: 4685)

یعنی آپس میں محبت اور شفقت کے حوالے سے مومنین کی مثال جسد واحد کی طرح ہے، اگر اس کے کسی حصے میں تکلیف ہو تو پورا جسم اس کی وجہ سے تکلیف اور بے خوابی میں مبتلا ہوتا ہے۔

۲) ''عادت ڈالنے کے ذریعے سے تربیت''

اس تربیت سے مقصود افراد کو ایسے کام کی عادت ڈلوانا ہے جس پر ان کی تربیت مطلوب ہو، اگر چہ ابتداء میں وہ (افراد) اس کام کو کامل طریقے پر نہ کر سکتے ہوں جیسا کہ شریعت میں بچوں کو نماز اور عبادت پر عادی بنانے کا حکم ہے۔ یہ طریقہ صرف بچوں کے ساتھ خاص نہیں بلکہ قائدین اور تربیت کرنے والے استاذ اس کو بڑوں پر بھی آزما سکتے ہیں بلکہ بعض اسلاف اسی طریقے کے مطابق اپنی تربیت کیا کرتے تھے۔

۳) ''طاعات (بدنی اور مالی عبادات) کے ذریعے تربیت''

باوجود یکہ نماز، روزہ اور صدقات جیسی طاعات گذشتہ اسالیب (طریقوں) کا ہدف اور نتیجہ شمار کیا جاتا ہے لیکن (اس کے علاوہ) یہ بشری نفوس کی ترقی کا ایک مثالی طریقہ بھی ہے۔

۴) مثالی [illegible] (اللہ کے دین پر سب کچھ قربان کر دینے والے زندہ) نمونوں کے ذریعے تربیت

ایسے بشری نمونے دیکھنا جو ہر وقت اللہ تعالیٰ کے اوامر پر لبیک کہنے والے ہوں اور اپنا سب کچھ اللہ کے دین کی خاطر قربان کرنے والے ہوں، افراد کی صلاحیتوں کی بلندی کا اہم ذریعہ ہیں۔

صفحہ نمبر ۹

جناب رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام اور تابعین، باقی امت کے لیے اپنے زمانے میں بلکہ تمام لوگوں کے لیے تمام زمانوں میں بہترین نمونے ہیں۔ چنانچہ افواج کے سپہ سالار خلیفہ سے بڑی کمک طلب کرتے تھے لیکن خلیفہ ان کے پاس صحابہ کرام پر مشتمل اتنی مختصر جماعت بھیج دیتا جنہیں انگلیوں پر گننا ممکن ہوتا لیکن ساتھ میں خلیفہ کا یہ پیغام بھی (ملحق) ہوتا تھا کہ ان میں سے ہر فرد ایک ہزار کے برابر ہے اور ساتھ میں اس کے فضائل اور مناقب گنوائے جاتے۔ جیسے ہی ان افراد کی سیرت فوج کی صفوں (فوج میں اکثریت مفتوحہ شہروں کے باشندوں کی ہوتی) میں پھیلتی تو اس کا اثر اتنا جلدی ظاہر ہوتا کہ گویا عام لوگوں میں بطور عام طاعات (دینداری) کی طرف میلان اور بطور خاص جہاد کی رغبت اور اس کی خاطر سب کچھ قربان کرنے کی روح پھونک دی گئی ہو اور اس کا سبب صرف ان نمونوں کی صفوں میں موجودگی ہوتی، لہٰذا اگر ہماری صفوں میں بھی ایسے لوگ موجود ہوں گے جو اللہ رب العالمین کے تمام اوامر پر اپنا سب کچھ قربان کرنے والے ہوں تو ان حضرات کی موجودگی مومنین کی صف اور خصوصاً (دینی کاموں میں) نو وارد لوگوں کی ترقی کا بہترین راستہ ہے۔

حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس شہر میں تقریر کے لیے کھڑے ہوئے جس میں انہیں امیر المومنین کی طرف سے امیر (گورنر) مقرر کیا گیا تھا، آپ نے ان لوگوں سے فرمایا:

ولقد رأيتني سابع سبعة مع النبي صلى الله عليه وسلم ليس لنا طعام إلا ورق الشجر

''میں نے اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس حال میں دیکھا ہے کہ میں اسلام قبول کرنے والے سات افراد میں سے ساتواں فرد تھا اور ہمارے پاس کھانے کے لیے صرف درخت کے پتے ہوا کرتے تھے۔ مزید فرمایا کہ اب ان چھ، سات افراد میں سے ہر ایک کسی

صفحہ نمبر ۱۰

نہ کسی شہر کا امیر (گورنر) ہے، میں اللہ تعالیٰ سے اس بات کی پناہ مانگتا ہوں کہ میں اپنے جی میں تو بڑا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں کم تر درجے کا کہلاؤں (أو كما قال رضى الله تعالیٰ عنہ)

یہ حضرات اسلام میں نو وارد عوام کے لیے اللہ تعالیٰ کے اوامر کی بجا آوری اور اسلام میں نو وارد ہونے کے باوجود فتوحات کے معرکوں میں بہادری کے جوہر دکھانے کے حوالے سے جاوید اور حیران کن نمونے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ صبر، عزم، بلند ہمتی، بہادری، عزت، طاقت اور انصاف سمیت تواضع وانکساری میں بھی زندہ نمونے تھے۔ اس لیے مجھے اسلامی لوگوں میں پھیلے ہوئے اس شبہے کی وجہ سے حیرانی ہوتی ہے (اگر چہ اس شبہہ کی بنیاد 'اخوان' کی قیادت ہے لیکن اب یہ شبہہ کئی مقامات پر پھیل چکا ہے) کہ ''ہمیں فی الحال کام پر توجہ دینی چاہیے، فی الحال ہمیں مشکلات اور جہاد کی ضرورت نہیں ہم اپنے بیٹوں اور پوتوں پر مشتمل جہادی نسل کیلئے تیاری کر رہے ہیں''

ہم اس شبہہ کے ایجاد کنندہ (جو کہ درحقیقت شریعت کے اوامر کو عملاً نافذ کرنے سے راہ فرار چاہتا ہے) اور اس کے مقلدین کے سامنے یہ سوال پیش کرتے ہیں کہ: ''آپ کی اولاد

کہاں سے زندہ انسانی نمونے پائے گی؟ تم ہی تو اپنی اولاد کے لیے نمونہ ہو جب تم جہاد سے پیچھے ہٹے تو وہ بھی پیچھے ہٹیں گے اور ''تدریجی مقابلے'' کی صورت میں جہاد کریں گے اور اپنے آباؤ اجداد کی طرح قتال ترک کردیں گے

صفحہ نمبر ۱۱

۵) ''مصائب اور رونما ہونے والے واقعات کے ذریعے تربیت''

افراد پر گزرنے والے حالات ان کے وجدان کی تشکیل کے لیے موثر ترین ذریعہ ہیں، جب آپ کی زندگی ایسے بڑے بڑے شدائد کی ایک زنجیر (تسلسل) ہو جنہیں آپ دیگر آزمائشوں (مال، اولاد، بیوی اور دشمن کی آزمائش) کے سامنے پیش کرسکتے ہوں، تو یہ تمام حالات جب بطورِ خاص بڑے مصائب کے ساتھ مرتبط ہوں تو یہ آپ کی عقل کو جھنجوڑ دیں گے اور (غلطی میں) گرنے کے خوف سے آپ کو آپ کے نفس کے ساتھ دائمی جھگڑے یا جس غلطی میں آپ گر چکے ہوں تو اس سے خبرداری کی پوزیشن میں لا کھڑا کریں گے اور آپ کو اس میں ہر جز کے دوسرے جز کے ساتھ مرتبط ہونے کا احساس دلائیں گے کیونکہ نفس پامال وغیرہ کی وجہ سے کوئی بھی لغزش موثر ہوتی ہے اور کبھی کبھار دشمن کے سامنے لڑکھڑانے کا بھی باعث بن جاتی ہے۔

یقیناً گذشتہ تمام اسالیب (طریقے) اہم ہیں لیکن اگر ہم اسلامی جماعت کی ترقی کے سلسلے میں ربانی منہج کو غور سے دیکھیں تو ربانی منہج نے سابقہ تمام اسالیب میں سے صرف دو اسلوبوں کو تمام اسالیب کے اثر کا حامل قرار دیا ہے بلکہ ربانی منہج نے پہلے ہی دن سے ان دو اسلوبوں کو اسلامی شخصیت کے مثالی شخصیت میں ڈھالنے کے لیے استعمال کیا ہے، پس وہ دونوں اسلوب کیا ہیں؟

یہ دونوں اسلوب ''رونما ہونے والے مصائب'' اور ''نمونوں'' کے ذریعے تربیت ہیں،

مصائب، ابتلاءات اور وہ آزمائشیں جن کا صحابہ کرام نے اسلام میں داخل ہونے کے پہلے روز سے سامنا کیا اور وہ زندہ عملی نمونے جو ان مصائب کے سامنے ثابت قدم رہے

صفحہ نمبر ۱۲

انہوں نے ہی ہمارے سامنے یہ یکتا نسل (صحابہ کرام) پیش کی۔ افراد کی ترقی کے سلسلے میں ان دو اسلوبوں کی موجودگی میں طاعات، مروّجہ عبادات نصائح اور مواعظ کا اثر بلکہ قرآن کریم کا اثر کئی گنا بڑھ جاتا ہے۔ پس خوفناک حوادث جو لوگوں کی نظروں کو کھینچ لیں اور جن کا سامنا کرتے ہوئے جہادی تحریک زندگی گزارتی ہے اور ان حوادث کے نتیجے میں ظہور پذیر ہونے والے مصائب دلوں میں ایسے معانی (عزائم اور ہمتیں) راسخ کردیتے ہیں جن تک ''سست رفتار تربیت'' حاصل کرنے والے افراد سینکڑوں سالوں میں بھی نہیں پہنچ سکتے۔

قرآن کریم کی تربیت ''جس کے متعلق لوگوں کا خیال ہے کہ یہ محض تلاوت، احکام کی تعلیم اور نفوس کے سامنے عمل کرنے کے لیے اس سے عبرتوں (پر مشتمل واقعات) کے استخراج سے ہی اپنا اثر دیتی ہے''، کبھی بھی ایسا نہیں تھی، یقیناً قرآن کریم ایسے نفوس پر نازل ہوا تھا جنہیں مصائب میں پگلایا گیا تھا اور انہیں طاعات کا حکم دینے سے قبل قرآن کریم اُن کو اُن امور کے متعلق بتاتا تھا جن میں وہ الجھے ہوتے تھے، چنانچہ اس کے اثر اور سمجھ کی ایک اور ہی شان ہوتی تھی۔ لہٰذا ہمارے لیے تحریک کے دوران لوگوں کو تعلیم دینا مناسب ہے اور ہمیں ہر حادثے میں لوگوں کو عبادت، طاعت اور رجوع الی اللہ کے ساتھ مربوط کرنا چاہیے۔ آپ دیکھیں کہ اگر یہ آیت

''یا أیھا الذین اٰمنوا استجیبوا اللہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم واعلموا أن اللہ یحول بین المرء وقلبه وأنه الیه تحشرون'' یعنی اے ایمان والو!

صفحہ نمبر ۱۳

اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) جب تمہیں ایسی چیز کی طرف بلائے جو تمہارے لیے حیات کا باعث ہو تو ان کی بات کو قبول کرو اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ بندے اور اس کے دل کے درمیان حائل ہوتے ہیں اور یہ کہ تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

تو اگر یہ آیت صحابہ کرام پر ایسی حالت میں نازل ہوتی کہ وہ بند کمروں میں ہوتے یا مسجد کے اندر ہوتے؟ تو کیا اس کا اثر اور استجابت (آواز پر لبیک کہنا) اس قدر ہوتا جس قدر غزوہ بدر میں صحابہ کرام پر اس کے نزول کا اثر ہوا اور ان کی طرف سے اس کی استجابت ہوئی؟ اور صحابہ کرام کیسے استجابت نہ کرتے؟ حالانکہ وہ اپنی آنکھوں سے جنگ میں اللہ کی نشانیوں کو اترتا ہوا دیکھتے تھے، اور اگر ان کی طرف سے کسی امر کی مخالفت ہو جاتی تو نشانیاں رک جاتیں، پس ان سے اللہ کے اوامر کی اطاعت ہی تکالیف کو دور کرتا تھا۔

آیتِ مذکورہ کا مقصد تو جہاد ہی ہے جیسے کہ تفاسیر میں آیا ہے البتہ یہ آیت اللہ تعالیٰ کے تمام اوامر کی اطاعت کی اہمیت کے حوالے سے عام ہے کہ ان میں حیات ہے۔ اس طرح دیکھئے کہ اگر آیتِ تحریم خمر یا آیت حجاب مصائب اور تکلیف کی اس فضا ''جس نے مومنین کا احاطہ کیا ہوا تھا'' کے علاوہ نازل کی جاتیں تو استجابت کی شرح کیا ہوتی؟ اللہ تعالیٰ سید قطب پر رحم فرمائے انہوں نے ہی فرمایا ہے کہ: ''یہ قرآن کریم اپنے اسرار صرف ان لوگوں کے سامنے کھولتا ہے جو اس کو لے کر معرکوں میں گھومتے ہیں اور اسے اس فضا میں لے جاتے ہیں جس میں یہ پہلی مرتبہ نازل

صفحہ نمبر ۱۴

ہوا تھا''، اس وجہ سے علمائے سلف اور دور رس نگاہ رکھنے والے معاصرین اس مسئلے کو سمجھتے تھے، چنانچہ شیخ الاسلام ابن قیم فرماتے ہیں:

''جو شخص بہت زیادہ گناہوں کا ارتکاب کرتا ہو، اس کا سب سے بڑا علاج جہاد ہے'' اسی طرح شیخ الاسلام ابن تیمیہ نماز، روزوں، قراءتِ قرآن اور ذکر (اور وہ تمام امور جو ''سست

تربیت" کرنے والے حضرات کا مطمح نظر ہیں) پر مواظبت اور جہاد اور حق گوئی کو چھوڑنے والے حضرت کو قلبی طور پر پرمردہ اور اللہ تعالیٰ کے مغضوب افراد میں شمار کرتے ہیں نسال اللہ العفو العافیة فی الدین والدنیا والاخرة

سوال نمبر ۱۸

شیخ محمد امین مصری فرماتے ہیں:

"بعض لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ جہاد کیسے ممکن ہے جبکہ مسلمانوں کی وحدت منتشر، اپنے دین سے جاہل اور اپنے دین کے صفات سے بعید ہیں؟ ان تمام باتوں کا جواب قتال کے محاذوں میں داخل ہو۔۔۔الی ان قال رحمہ اللہ۔۔۔۔۔۔۔"تربیت کا سب سے بڑا میدان میدانِ قتال ہے"۔

شیخ محمد امین مصری مزید فرماتے ہیں کہ "تزکیۂ نفس اور اعمال میں اخلاص پیدا کرنے کی تربیت اسلامی جماعت کے زیر اہتمام اور جہاد کے محاذوں میں ہونی چاہیے، (عہد اول میں مسلمانوں کی تربیت ایسے ہی ہوا کرتی تھی"۔

آگے فرماتے ہیں "وہ اہم نکتہ جس کی ہم وضاحت کرنا چاہتے ہیں، جماعت اور اس کے افراد کے نفوس میں عملی جہاد کا اثر ہے۔ جو امت شدائد اور سختیوں کا سامنا کرتی ہے اور مصائب سے مدافعت کرتی ہے اور اس کے فرزند دائمی کوششوں اور مسلسل جہاد میں زندگی بسر کرتے ہیں، وہی امت زندگی کی حقدار ہے اور بقا اور کامیابی اسی کا مقدر ہے"

مزید فرماتے ہیں: "ابتدائی دور کے مسلمانوں کے ہاں عملی جہاد (قتال) اور مجاہدہ نفس باہم ملے ہوتے تھے، ان میں سے کوئی ایک دوسرے سے لمحہ برابر کے لیے جدا نہیں ہوتا تھا، عملی جہاد مسلمانوں کی تربیت اور ان کے نفوس میں اونچی صفات پیدا کرنے کا بڑا ذریعہ ہوا کرتا تھا" یہ تربیتی اسلوب شدائد اور مصائب پر مشتمل ہونے کے باوجود وہ واحد راستہ ہے جو ایسے سخت جان افراد پیدا کر سکتا ہے جو دنیا کی قیادت، نفس، عزت اور اموال (کی حفاظت) کی امانت کا بوجھ اٹھانے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔

سوال نمبر ۲۰

صاحب ظلال القرآن (سید قطب شہید) فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے اس بات کے ساتھ اپنی دعوت کی ذمہ داری لی ہے۔ پس جہاں اللہ تعالیٰ اس (دعوت) کے لیے صحیح تحریک چاہتے ہیں تو اس کے ہر اول دستوں کو طویل آزمائشوں میں مبتلا فرما دیتے ہیں اور اس کی مدد میں تاخیر کرتے ہیں اور اس کے افراد کی تعداد کو کم کر دیتے ہیں اور لوگوں کو ان سے پیچھے ہٹا دیتے ہیں یہاں تک اللہ تعالیٰ ان میں سے ایسے لوگ ظاہر فرما دیتے ہیں جنہوں نے صبر کیا اور ثابت قدم رہے تاکہ وہی لوگ ٹھوس، خالص، بیدار مغز قیادت اور بنیاد بنیں، پھر اللہ تعالیٰ اپنے دست قدرت سے ایسے ہی (باصلاحیت) لوگوں کی نقل و حرکت آگے بڑھاتے رہتے ہیں واللہ غالب علیٰ امرہٖ ولکن اکثر الناس لا یعلمون (تفسیر سورۃ الانفال) یعنی اللہ تعالیٰ اپنے امر پر غالب ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

سید قطب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"آزمائشوں کا آنا ضروری ہے تاکہ عقیدے کے حامل لوگوں کی شاخ سخت اور مضبوط ہو جائے۔ پس شدائد مخفی قوتوں اور چھپی ہوئی صلاحیتوں کو اجاگر کرتے ہیں اور دلوں میں ایسے راستے اور کھڑکیاں کھولتے ہیں جنہیں مومن شدائد کے ہتھوڑوں (تھپیڑوں) کے بغیر اپنے نفس میں پا ہی نہیں سکتا اور اقدار، معیارات، پیمانے اور تصورات تو صرف ابتلا کی ایسی فضا میں ہی شفاف اور درست ہو سکتے ہیں جو فضا آنکھوں سے دھول اور دلوں سے زنگ کو ہٹا دے اور ان سب سے اہم بات یا ان تمام امور کے لیے قاعدہ ایسے وقت میں یکتا اللہ کی طرف رجوع کرنا ہے جب تمام سہارے ڈگمگانے لگیں اور تمام منتشر خیالات چھٹنے لگیں اور دل اللہ وحدہ کی طرف یکسر متوجہ ہو جائے

سوال نمبر ۲۱

، اللہ کے سوا کسی کا سہارا نہ پائے، صرف اس لمحے میں تمام پردے ہٹ جاتے ہیں اور بصیرت کھل جاتی ہے اور تا حدِ نگاہ افق واضح ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی قوت نہیں، اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی طاقت نہیں، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ٹھکانا نہیں، نصِ قرآنی یہاں پر نفس کو افق پر موجود اُس نکتے کی طرف پہنچاتی ہے: "وبشر الصابرین الذین اذا أصابتهم مصيبة قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون" یعنی ان صابرین کو خوشخبری سنا دیجیے جنہیں جس وقت مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں کہ یقیناً ہم اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں اور ہم نے اسی کی طرف لوٹنا ہے" (فی ظلال القرآن بتصرف یسیر)

شیخ محمد امین مصری فرماتے ہیں:

"تزکیۂ نفس اور اعمال میں اخلاص پیدا کرنے کی تربیت اسلامی جماعت کے زیر اہتمام اور جہاد کے محاذوں میں ہونی چاہیے، ابتدائی دور میں مسلمانوں کی تربیت اسی طرح ہوا کرتی تھی، مسلمان تیس دن غزوہ احزاب میں رہے، دشمن نے مدینے کا چاروں طرف سے محاصرہ کیا ہوا تھا اور صحابہ کرام کی راتیں ان کے دنوں کی مانند ہوتی تھیں (یعنی رات کو بھی آرام کا موقع نہیں ملتا تھا)، دائمی خوف، اور مسلسل بے خوابی، مسلمان خوف، بھوک اور دشمن کی طرف سے سخت تکلیف کا سامنا کر رہے تھے وہی پر اسی شدید پر ہیبت فضا میں کچھ نفوس اپنے خالق کی طرف متوجہ تھیں اور امور کی تدبیر ان کے کرنے والے (حقیقی مدبر) کے سپرد کیے ہوئے تھیں، ضمیر جاگ رہے تھے اور عزائم بیدار تھے، مومنین مدد کو شامل حال پا رہے تھے جو حرکات و سکنات میں ان سے جدا نہیں ہوتی تھی، ایسے خوفناک اور مہیب فضا میں اللہ کی راہ میں اقدام کے معانی واضح ہوتے ہیں اور ایمان کی قوت کئی گنا بڑھ جاتی ہے اور دل صاف ہو جاتے ہیں، یہ تمام امور اس طور پر حاصل ہوتے

ہیں کہ ان کے بقدر بلکہ ان کا ایک چھوٹا سا حصہ بھی

صفحہ نمبر ۲۲

سینکڑوں سال کی گوشہ نشینی اور خانقوں کی گہرائیوں میں حاصل نہیں ہو سکتا۔ یقیناً ایثار (قربانی) کی روح سختی کی گھڑیوں میں حاصل ہوتی ہے اور بلند صفات انہی لمحات میں دلوں میں جاگزین ہوتے ہیں جن لمحات میں جماعتیں خطرات کا سامنا کرتی ہیں اور تمام لوگوں پر موت اپنی تمام خوفناکیوں کے ساتھ سایہ فگن ہوتی ہے۔ شدائد اور مصائب پر صبر کی روح اور اللہ تعالیٰ پر ایمان، اعتماد اور اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص اور اس کی طرف سے (تکلیف کے بعد) راحت کا انتظار اور آپس میں تعاون اور اتحاد، یہ تمام امور جہادی میدانوں میں اور مومنین کی ان صفوں میں ظاہر ہوتے ہیں جو خالصتاً اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے اپنی جانوں کی قربانیاں پیش کرتے ہیں اور قتال کی زندگی ہی وہ زندگی ہے جس میں ایک مومن پاکیزہ صفات پیش کرتا ہے، پس ایثار آسان ہو جاتا ہے، انانیت اور (خود کو دوسرے پر) ترجیح ختم ہو جاتی ہے، جہاں تک آسانی، امن اور راحت کی حالت میں نفس کے ساتھ مجاہدے کا دعویٰ ہے تو درحقیقت یہ دعویٰ بہت سارے مغالطات پر مبنی ہے۔

(کتاب ''سبیل الدعوۃ الاسلامیۃ'')

اس قسم کی تربیت ہی ایسی نسل پیدا کرے گی جو اس دین کی امانت کو سنبھالنے اور امت کو جہادی محاذوں میں لا کھڑا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہوگی اور اسی تربیت (کے میدان) سے ہی امت (کی راہنمائی) کے لئے حقیقی قائدین نکلیں گے، کیوں کہ منبر پر بات کرنا آسان ہے اور اخبار میں لکھنا اس سے بھی آسان اور کتابوں میں لکھنا تو آسان تر ہے لیکن جب گھر منہدم ہو جائے اور خاندان جلا وطن ہو جائے اور مائیں، بہنیں معذور ہو جائیں تو اس امر (پر صبر و استقامت) کی طاقت تو صرف یکتائے روزگار مرد ہی رکھ سکتے ہیں۔

صفحہ نمبر ۲۳

عظیم قیادتیں اور سخت جنگجو اسی فضا سے ہی نکلتے ہیں امت صرف ایسے قائدین کا انتظار کر رہی ہے جو صحیح دوٹوک فیصلے کرنے پر قادر ہوں، مزعومہ مفاسد سے خائف نہ ہوں جیسے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا، ان سے کہا گیا کہ تمام دنیا ہی ہماری دشمن ہے، ہمارے سامنے مرتدین، روم اور فارس (کی صورت میں کئی دشمن) ہیں لہٰذا حضرت اسامہ کا لشکر (فی الحال) نہ بھیجیں اور اگر آپ امرِ نبوی کو پورا کرنا چاہتے ہیں تو مانعین زکوٰۃ جو کہ صراحتاً مرتد نہیں ہوئے ان کے ساتھ مصالحت کیجیے، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر کی گردن پکڑ کر فرمایا کہ:

''تو زمانہ جاہلیت میں تو بڑا زبردست تھا لیکن اب اسلام میں آکر بزدل ہو گیا، اللہ کی قسم اگر (لشکر بھیجنے کے) مفاسد (اس حد تک) رونما ہو جائیں کہ کتے مومنین کی عورتوں کو بھنبھوڑنے لگیں تب بھی میں حضرت اسامہ کے لشکر کو بھیجوں گا اور ضرور اُن لوگوں سے قتال کروں گا جو ایک رسی بھی روک دے''

کیا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قیادت اس لیے ملی تھی کہ انہوں نے ایک ایسا انتخابی پروگرام پیش کیا تھا جو دوسرے حضرات نہیں پیش کر سکے تھے؟ اور انہیں دوٹوک فیصلہ کرنے کی صلاحیت کیسے ملی؟ کیا وحی کے ترازو اور صحابہ کرام کے عقول اور قلوب میں حضرت صدیق کے اعمال نے انہیں مقدم نہیں کیا تھا؟ کیا حضرت ابوبکر صدیق نے اپنے قائد جناب رسول اللہ ﷺ کی معیت میں مشن کی تمام تر تکالیف نہیں اٹھائی تھیں؟ اور آپ علیہ السلام کے ساتھ انہوں نے تمام جنگوں میں کشت وخون اور کٹی پھٹی لاشیں نہیں دیکھی تھیں؟ اسی طرح کے لوگ ہی (امت کو درپیش) مسائل (کی صحیح نوعیت) سمجھنے، ان کا درست تجزیہ کرنے اور بروقت ایسا دوٹوک (اور نتیجہ خیز) فیصلہ کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں جس کے متعلق عسکری تجزیہ نگار جنگ کی کتابوں میں کہتے ہیں:

''دوٹوک فیصلہ وہی فیصلہ کہلاتا ہے جس کے کرنے سے سانحے کے رونما ہونے

صفحہ نمبر ۲۴

کا احتمال بلکہ غالب گمان ہوتا ہے لیکن کچھ وجوہات کی بنا پر ایسا فیصلہ کرنا لازمی ہوتا ہے، ایسا فیصلہ کرنے کی صلاحیت صرف حقیقی قائد ہی رکھتا ہے''۔

امت اس جیسے قائدین اور اس طرح کے فیصلوں کی کافی عرصے سے راہ تک رہی ہے، اس طرح کے قائدین صرف اس قسم کے (جہادی میدانوں میں) تربیت سے ہی نکلتے ہیں۔ الحمدللہ اس جیسے قائدین کے ہراول دستے ظاہر ہو چکے ہیں ہم اللہ کے اذن اور فضل سے مزید کا انتظار کر رہے ہیں۔ اس جیسی فضا میں ہم اور ہماری امت ان بڑے مصائب کا بہادری اور استقامت کے ساتھ مقابلہ کرنے کی تربیت حاصل کرے گی جو جنگوں کے ساتھ لازم ہوتے ہیں۔ ہم نے اگرچہ ان جنگوں کی کچھ تلخیوں اور ہمیں پہنچنے والی کمزوریوں کو شکست کے اس فلسفے کی مٹی میں چکھا ہے جسے بعض حضرات نے واضح کیا ہے لیکن اب ہمارے لیے وہ وقت آ چکا ہے کہ ہم ان مصائب کا عزم وہمت اور عزت کے ساتھ سامنا کریں شاید کہ اللہ تعالیٰ کسی دن انہیں بدل دے۔

روس کے خلاف افغان جہاد کے ایک معرکے میں کچھ لوگوں نے بمباری کے نقصانات کم کرنے کے لیے بچوں عورتوں اور بوڑھوں کو ایک مسجد میں جمع کیا، مسجد پر گولے آکر لگے جس سے سب شہید ہو گئے، صرف ایک بچی اپنی دادی کی گود میں زندہ بچ گئی جب کہ بچی کے سامنے اس کی دادی کا سر پھٹ کر اس کے اندر کا حصہ ظاہر ہو گیا تھا تو ایک عرب مجاہد روتے ہوئے اس بچی پر ماتم کرنے لگا جو خوف سے چیخ رہی تھی اس پر ایک افغانی نے عرب مجاہد سے پوچھا کہ آپ کیوں رو رہے ہو؟ عرب مجاہد نے اس سے کہا کہ کیا آپ کو معلوم نہیں

صفحہ نمبر ۲۵

کہ یہ آپ کے اہلخانہ اور رشتے دار ہیں، افغانی نے اس سے کہا: ''کہ یہ جنگ ہے اور ایک دن ہمیں بھی ان شہداء جیسے حالات کا سامنا کرنا ہوگا۔

ہم نے جو باتیں ایمانی صلاحیت کو بڑھانے کے حوالے سے کہی ہیں یہی باتیں ہم علمی صلاحتیوں کے بڑھانے کے حوالے سے بھی کہتے ہیں، آیات کے نزول کے اسباب اور رسول ﷺ کے اقوال کے درمیان مناسبات میں غور کرنے والے کو معلوم ہوگا کہ ان آیات اور احادیث (چاہے مکی ہوں یا مدنی) کا نزول و ورود خوفناک حوادث کے سائے میں ہوا، کیونکہ یہ (آیات اور احادیث) یا تو آزمائش اور معرکے سے پہلے یا ان کے دوران یا آزمائش اور ان کے بعد نازل ہوئیں بلکہ بعض صحابہ کرام نے عقیدے کے مسائل معرکے کے درمیان سیکھے، مثلاً آدمی اسلام میں کیسے داخل ہوگا؟ جیسے کہ حضرت اسامہ کے ساتھ یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب انہوں نے شہادتین کا اقرار کرنے والے شخص کو قتل کیا، اسی طرح ذات الانواط (وہ درخت جس کی مشرکین عبادت کیا کرتے تھے) کا مسئلہ، اس جیسی (جہادی) فضا میں یہ معانی راسخ ہوتے ہیں، اس لیے ہمارے اوپر یہ لازم ہے کہ ہم ان (جہادی) فضاؤں کو جن سے ہم اور ہماری امت گزر رہی ہے افراد اور لوگوں کی علمی ترقی کے لیے غنیمت جانیں۔

ان تمام باتوں سے جو میرے کہنے کا مقصد ہے وہ یہ ہے کہ لوگوں کی ایمانی اور علمی ترقی ''تباہی اور بربادی کی قوت'' اور ''پرآشوب حالات کی انتظامیہ'' کے مراحل کا ایک اہم مقصد ہے اور یہ ترقی ان دو مرحلوں کی حرارت اور ماحول کے علاوہ کسی اور ماحول میں اس قدر بہتر انداز سے نہیں ہوسکتی۔ ہم اللہ تعالیٰ سے ثابت قدمی اور مغفرت کا سوال کرتے ہیں۔

صفحہ نمبر ۲۶

حوادث کا وقوع اگر ایک طرف تربیت کے لیے ایک بہترین ماحول ہے تو دوسری طرف یہ ماحول ہمیں جہادی قافلوں میں شامل ہونے کے لیے روزانہ کی بنیاد پر نوجوانوں کی کثیر تعداد بھی فراہم کرتا ہیں، ہم ایشیاء کے کچھ ملکوں جیسے ملیشیا، انڈونیشیا اور سابق سویت یونین کی ریاستوں، اسی طرح فلوجہ وغیرہ جیسے شہروں کو دیکھتے ہیں کہ ہر دن ان مقامات سے جہاد کے انصار نکلتے ہیں جو نہ تو ''اکابر علماء کی تنظیم'' کو جانتے ہیں اور نہ ہی ان حالات کو جانتے ہیں جو عالمِ عرب کے بعض حصوں میں (شرع کے پابند) نوجوانوں کے (جہاد سے) انحراف کا سبب بنے ہیں، یہ (جہاد کے انصار) نوجوان ایک صاف کاغذ کی مانند ہیں، فطرت اور صادق جذبہ انہیں دین کی نصرت پر ابھارتا ہے البتہ کبھی اس کے کچھ منفی اثرات بھی ظاہر ہوتے ہیں جیسے (لاعلمی کی وجہ سے بعض اقدامات کا) شرعی اعتبار سے درست نہ ہونا، لیکن یہ ہمارا کام ہے کہ اس خلاء کو پر کریں، یہ نوجوان ہرگز اللہ تعالیٰ کے فضل سے جہاد نہیں چھوڑیں گے کیونکہ ان میں (صحیح) بشری فطرت پائی جاتی ہے اور عنقریب یہ جہاد کے کسی زندہ (باعمل) نمونے سے راہنمائی پالیں گے، یہ ہمارے اوپر اللہ تعالیٰ کی ایک بڑی نعمت ہے کہ جہاد کی اعلیٰ قیادت اور ان کے اردگرد کی قیادتوں میں موجود ہی نمونے راسخ علم رکھتے ہیں اور ان کے گرد اعلیٰ صلاحیتوں کی حامل علمی اور شرعی کمیٹیاں قائم ہیں، ہمیں اپنی سرگرمیوں اور قتال کے دوران ان نوجوانوں کی ترقی کے لیے صرف علمی اور تربیتی منہج کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے، شاید کہ اللہ تعالیٰ ان میں ہمارے لیے اپنے فضل سے قائدین، راہنما اور فاتحین ظاہر فرمائے۔

صفحہ نمبر ۲۷

نوٹ: بعض علاقوں جیسے انڈونیشیا، ملیشیا اور سابق سوویت یونین کی ریاستوں میں اسلامی تحریکوں اور علمی مراجع (یعنی وہ ادارے اور شخصیات جن کی طرف عامۃ الناس اپنے دینی معاملات میں رجوع کرتے ہیں) کی جڑیں ہیں لیکن یہ علمی مراجع (خصوصاً ان میں سے مخلصین) مرکز اسلام یعنی عرب دنیا کو تک رہی ہیں اور وہاں سے ایسی علمی اور جہادی قیادتیں ابھرنے کی منتظر ہیں جن کی یہ لوگ پیروی کر سکیں البتہ نوجوان اپنی صاف فطرت کی وجہ سے اسلام کی عظیم تاریخ کے خوشبو کے شیدائی ہیں، وہ صرف اس بات کے منتظر ہیں کہ کوئی آکر ان کی نقل وحرکت کی تعیین کرے اور انہیں بتائے کہ وہ اسلام کے کس دشمن سے شروع کرے۔

تربیت کے سلسلے میں مندرجہ ذیل مراجع کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے:

۱) شیخ محمد امین مصری رحمہ اللہ کی دو کتابیں

الف) سبيل الدعوة الاسلامية ب) من هدى سورة الانفال

۲) سید قطب شہید کی ''ظلال القرآن'' میں آیاتِ ابتلاء اور آیات غزوات خصوصاً غزوۂ احزاب کی تفسیر (واضح رہے کہ سید قطب شہید کی ''ظلال القرآن'' کا اردو ترجمہ بھی موجود ہے۔)

۳) بالعموم شیخ عبداللہ عزام رحمہ اللہ کی کتابیں اور کیسٹیں

نیز بحث کے آخر میں ہم مندرجہ ذیل امور پر تنبیہ کرتے ہیں:

۱) اس بحث اور اس سے ماقبل والی بحث میں میں نے ''کام کے حوالے سے لائحہ عمل (پالیسی)'' کا قصداً بار بار تکرار کیا ہے اور متعدد پہلوؤں سے اس کی مناسبات ذکر کی ہیں تاکہ قاری کے پاس کام اور اہداف کے حوالے سے واضح تصور موجود ہو۔ میں اس بات پر تنبیہ کرنا چاہتا ہوں کہ لائحہ عمل کے اسباب کو مختلف پہلوؤں سے ذکر کرنا کبھی سریع القراءت (بلا تامل جلدی جلدی پڑھنے والا)

صفحہ نمبر ۲۸

قاری کو اس وہم میں مبتلا کر دیتا ہے کہ یہ لائحہ عمل واضح نہیں ہے اس لیے کہ وہ تیز مطالعہ کے دوران اس پالیسی (کے تمام پہلوؤں کا) احاطہ کا نہیں کر پاتا لہٰذا قاری پر لازم ہے کہ مکمل

غور سے مطالعہ کرے اور بنیادی ریاستوں میں کام (کے طریقۂ کار) کا دوسری ریاستوں میں کام (کے طریقۂ کار) سے مختلف ہونے کو (بھی) ذہن میں رکھے اور اس بات کو ملحوظِ خاطر رکھے کہ مرکزی ریاستوں کا منصوبہ دو مرحلوں (تباہی اور بربادی کا مرحلہ، اور پر آشوب حالات کی انتظامیہ کا مرحلہ) پر منقسم ہو کر کنٹرول کے مرحلے تک پہنچ جاتا ہے اور پہلے مرحلے کے اقدامات دوسرے مرحلے کے اقدامات سے مختلف یا مشابہ ہوتے ہیں اس دوران عمومی طور پر باقی ریاستوں کے علاقے ایک ہی مرحلے (تباہی و بربادی کی قوت کا مرحلہ) کے نظام کے تحت کام کریں گے یہاں تک کہ ان میں فتح اور کنٹرول اللہ کے اذن سے باہر (مرکزی ریاستوں) سے آئیں گے البتہ اس میں سے کوئی شک نہیں کہ کاروائیوں کی منصوبہ بندی ریاستوں کے حالات سے متاثر ہوگی۔

جب ہم ان قواعد اور اپنی کاروائیوں کو پختہ کر کے ان کے دوررس نتائج حاصل کرلیں تو اس وقت لازم ہے کہ ہمارے دلوں میں کسی بھی لمحے خود پسندی یا غرور نہ آئے کیونکہ ہمارے پاس جو بھی فضل و کرم ہے وہ اللہ کی جانب سے ہے، جو شخص ہماری حقیقتِ حال پر غور کرے گا وہ ہماری کمزور حالت کو جان لے گا یقیناً اللہ کی توفیق کے بغیر کسی کو نیکی کرنے کی ہمت اور گناہوں سے بچنے کی طاقت نہیں مل سکتی، ہمارے اوپر لازم ہے کہ ہم (شریعت کی راہ پر) سیدھے رہیں اور اپنی اصلاح کریں اور (اللہ کا حکم سمجھتے ہوئے) مقدور بھر اسباب اختیار کریں اور تمام امور میں اللہ ہی پر امید رکھیں کہ وہی ہمارا مددگار ہے۔

نمبر ۲۹

اس کے سوا ہمارا کوئی مددگار نہیں، اگر وہ ہمیں اس ایک لمحے کے لیے اپنے نفسوں کے سپرد کردے تو ہم ہلاک ہو جائیں حتیٰ کہ جب میں بعض اوقات کچھ کاروائیوں کی خبریں سنتا ہوں ان کی منصوبہ بندی کرنے والوں کے انتہائی اہداف کا اندازہ کرلیتا ہوں تو اس کے بعد اچانک مجھے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے فضل سے کاروائی کے نتائج توقعات، اور منصوبہ بندی کرنے والے درجات کے وہم و خیال سے بڑھ کر ثابت ہوئے، پس تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں جس نے رجال توحید و جہاد کو اپنے دین کی نصرت کے لیے کام کرنے کی توفیق بخشی اور ان کاروائیوں کو کامیاب فرما کر ان کے نتائج میں برکت عطاء فرمائی۔

میں اس بات پر بھی تنبیہ کرنا چاہتا ہوں کہ میں بعض اوقات بعض ساتھیوں کی کارگذاریاں پڑھتا یا سنتا ہوں جن سے خود پسندی یا بڑائی ظاہر ہوتی ہے اگر یہ (اظہار بڑائی) کفار یا پروپیگنڈا کرنے والوں پر مجاہدین کے غلبہ اور فوقیت کے اظہار کی خاطر ہو تو اچھی بات ہے لیکن اگر محض غرور و تکبر یا خود پسندی کی وجہ سے ہو تو میں اپنے نوجوانوں کو اس سے روکتا ہوں۔

ہمارا طریقہ طویل اور پر مشقت ہے اس میں اب بھی بہت زیادہ جانی اور مالی قربانیوں کی ضرورت ہے، ہمیں چاہیے کہ ہم صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے انفاق کو یاد کریں اور غزوۂ احد کی شکست کے بعد ان کی کیا حالت تھی؟ اور (وہ کیسا منظر ہوگا کہ) وہ ابھی اپنے شہداء کو دفن ہی کر رہے تھے اور ان کے کپڑے خون آلود تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں حمراء الاسد تک (ان کے تعاقب کرنے) کا حکم فرمایا لیکن ان میں سے کسی نے نہیں کہا کہ ہمیں چھوڑیئے کہ گھروں کو لوٹ کر کپڑے تبدیل کر کے (از سرنو) تیار ہو کر آئیں۔

نمبر ۳۰

پس وہ (لوگ) تکالیف کی وجہ سے بزدل ہوئے نہ ہی کمزور ہوئے اور نہ ہی اپنی بے بسی ظاہر کی، ایک بعد دوسرا نفیر (جہاد کے لیے نکلنے کا حکم) ہوتا تھا اور لگاتار انفاق ہوا کرتا تھا لیکن ہمتیں ایسی تھیں کہ پہاڑ کی چوٹیوں کو چھوتی تھیں یہاں تک کہ انہوں نے دین و دنیا دونوں کی عزت پالی اور اس وقت ان پر یہ آیت نازل ہوئی: ''الذین استجابو الله والرسول من بعد ما اصابهم القرح للذين أحسنوا منهم واتقوا أجر عظيم''

''یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ایسے وقت میں اللہ اور رسول کی پکار پر لبیک کہا جب کہ انہیں زخم پہنچ چکے تھے اور ان میں سے نیکو کاروں اور پرہیز گاروں کے لیے عظیم اجر ہے''

اللہ کی قسم! گویا کہ میں (تصور کی آنکھوں سے) دیکھ رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے بلادِ مغرب (افریقہ) میں مجاہدین کو کنٹرول دے دیا ہے خصوصاً الجزائر میں، پس جب اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے آنے والے دنوں میں کسی صبح کے وقت مجاہدین پر یہ احسان فرمائے تو پھر آرام کا وقت نہیں ہے پھر وہ (اسی دن) عصر کی نماز لیبیا کی حدود میں واقع تیونس میں ادا کریں اور اس سے اگلا لیبیا اور مصر کی فتح کی تیاری کریں۔ دشمن ہمارے کاموں کے نتائج کو جانتا ہے چنانچہ تیونس کے وزیر خارجہ نے ۹۳ء میں صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے کہا: ''کہ کہیں تیونس میں حالات پر کنٹرول اور صورت حال کا پر امن ہونا تمہیں دھوکے میں مبتلا نہ کردے، جب الجزائر یا مصر میں کوئی تبدیلی آئے گی تو تیونس میں اس کے ۱۵ منٹ بعد تبدیلی آجائے گی''

نمبر ۳۱

اللہ کی قسم! گویا کہ میں (تصور کی آنکھوں سے) دیکھ رہا ہوں کہ مجاہدین کو جزیرۃ العرب میں فتح مل گئی ہے، جب اللہ تعالیٰ آنے والے کل میں مجاہدین پر اپنی قدرت سے یہ احسان فرمائے تو ان کو فوراً ان چھوٹی چھوٹی ریاستوں کی فتح کے لیے تیاری کرنی چاہیے جن پر اردن اور خلیج میں یہ حقیر حکومتیں قائم ہیں۔ اللہ کے اذن سے امریکہ کے عراق سے نکلتے ہی اسکا بچا کچا جھوٹا بڑائی کا خول بھی ختم ہو جائے گا اور وہ تمام حکومتیں زمین بوس ہو جائیں گی جنہیں امریکہ سہارا دیتا ہے اور ان ریاستوں کے شرفاء اٹھ کر امت کے وہ حقوق واپس لے لیں گے جنہیں ان کٹھ پتلی حکومتوں نے چھینا تھا، اور ان ریاستوں کے عوام اللہ کے فضل اور احسان سے فاتحین کے لیے اپنی بانہیں وا کر دیں گے کیوں کہ اللہ تعالیٰ جہد و جہد کرنے والوں کی کوششیں ضائع نہیں فرماتے، ضرورت صرف صبر اور یقین کی ہے۔ (مصنف کے پیشن گوئی کے عین مطابق اللہ تعالیٰ کے اذن سے عراق سے امریکہ کے نکلتے ہی عرب ملکوں میں انقلابات آئے اور کٹھ پتلی حکومتیں گر گئیں۔ مترجم)۔

"وجعلنا منهم أئمة يهدون بأمرنا لما صبروا وكانوا بآياتنا يوقنون" یعنی جب انہوں نے صبر کیا اور ہماری آیات پر یقین رکھا تو ہم نے ان میں سے ایسے آئمہ مقرر فرمادیئے جو ہمارے امر سے راہنمائی کرتے تھے۔"وان تصبروا وتتقوا لا یضرکم کیدھم شیئا واللہ بما یعملون محیط" یعنی اگر تم صبر کرو اور پرہیزگاری اختیار کرو تو ان (دشمنوں) کی تدبیریں تمہیں کچھ بھی ضرر نہ دے سکیں گی، اور اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کا احاطہ کرنے والا ہے (کوئی بھی عمل اس کے علم سے باہر نہیں)۔

پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی مدد سے لشکر القدس (فلسطین) اور اس کے اردگرد کے علاقے کی آزادی اور بخارا اور سمرقند اور مسلمانوں کی تمام سرزمینوں کی بازیابی کے لیے پیش قدمی کریں گے، اس کے بعد ہم دنیا اور انسانیت کو کفر اور ظلم کے شکنجے سے نکالنے کے لیے روانہ ہوں گے، اللہ تعالیٰ کے لیے یہ کوئی مشکل بات نہیں، یہ رسول اللہ ﷺ کی پیش گوئی ہے۔

صفحہ نمبر ۳۲

چوتھی بحث:

وہ اہم مشکلات اور موانع جو ہمیں پیش آئیں گے اور ان سے نمٹنے کے طریقے

اس بحث میں ہم ان اہم مشکلات اور رکاوٹوں کا تذکرہ کریں گے جو ہمیں پیش آئیں گی، ہم اللہ کے اذن سے دیکھیں گے کہ جب ہم ان قواعد اور اصولوں پر عمل کریں گے جن کی طرف ہم پچھلی بحث میں اشارہ کرچکے ہیں تو یہ مشکلات اور رکاوٹیں خود بخود ختم ہوجائیں گی۔ ہمیں گذشتہ بحث میں ذکر کردہ قواعد کے مطابق اپنی نقل وحرکت میں تبدیلی کیئے بغیر صرف اپنے کام کو ان مشکلات اور رکاوٹوں کے حل کی طرف متوجہ کرنا ہوگا۔ واللہ المستعان

۱) اہل ایمان (مجاہدین) کی کمی کا مسئلہ

گذشتہ صدی کے ساتویں دہائی میں افغان جنگ کے شروع میں جہاد پر ایسے سخت ایام گذرے ہیں کہ شدید حملوں کی وجہ سے ایک روایت کے مطابق مجاہدین کی تعداد گھٹ کر صرف ۳۰ افراد تک پہنچ گئی تھی لیکن اس کے بعد (مرتد) نظام اور پھر روس اور مرتد نظام کے مقابلے میں دس سال سے زائد مدت میں جہاد نے ۱۵ لاکھ شہداء پیش کیے (یقیناً ان میں ایک بڑی تعداد مسلمان عوام کی بھی تھی جو بمباریوں کے نتیجے میں شہید ہوئی)۔

تو اتنی بڑی تعداد کہاں سے آئی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تعداد عوام کو معرکے کی طرف کھینچنے اور انہیں قتال پر ابھارنے سے پیدا ہوئی، خصوصاً جب ہم جنگ کے نتیجے میں پیدا ہونے والے پرآشوب اور غیر یقینی صورت حال کی وجہ سے مہاجرین کیلئے محفوظ علاقوں کا بندوبست کریں گے اور لوگ اُن علاقوں کی طرف ہجرت کریں گے تو ہمارے لیے ممکن ہے کہ ہم ان علاقوں کو دعوت، تربیت اور تعلیم کے میدانوں میں بدل دے اس سے ہم ایسی تربیت کے ذریعے مثالی نتائج حاصل کرلیں گے، جو تربیت معرکے کے دوران ہی پایہ تکمیل کو پہنچتی ہے

صفحہ نمبر ۳۳

یہ (زیر تربیت) افراد معرکے کی فضا کے دوران ایسی اہلیت حاصل کریں گے کہ اپنے اساتذہ سے بھی سبقت لے جائیں گے۔

شیخ عبداللہ عزام رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "اسلامی تحریک جب افغان صدر داؤد کے مقابلے کے لیے مسلح مزاحمت کا اعلان کررہی تھی تو اس وقت اس کے حاشیہ خیال میں بھی اتنی بلند چوٹیوں کا تصور نہیں تھا جن تک وہ اپنے مبارک جہاد کے ذریعے پہنچی"۔

شیخ عزام شہید مزید فرماتے ہیں: ان دنوں میں جب انجینئر حبیب الرحمٰن شہید رحمہ اللہ اندھیرے کمروں کے تہہ خانوں میں بیٹھ کر کاغذ پر کلاشنکوف بناتے تھے پھر اس کی وضاحت کرتے تھے اور آج کے دنوں میں جب بچے آر۔ پی۔ جی (RPG) راکٹ جو ٹینکوں کو پھاڑ دیتا ہے، سے کھیلتے ہیں، زمین وآسمان کا فرق ہے۔

(۲) انتظامی عملے کی کمی کا مسئلہ:

گذشتہ مسئلے کے ساتھ ایک دوسرے مسئلے کا بھی تعلق ہے اور وہ ہمیں انتظامی مہارتوں کے حامل افراد کی کثیر تعداد کی ضرورت کا ہونا ہے، خصوصاً "پرآشوب حالات کی انتظامیہ" کے مرحلے کے ابتدائی ایام میں، جی ہاں! ہمارے پاس ہمارے تنظیمی مجموعہ جات کا انتظام چلانے کے حوالے سے سابقہ تجربات موجود ہوں گے لیکن جب ہم (نئے مفتوحہ) علاقوں میں اتریں گے تو ہمارے یہ انتظامی عناصر عددی اعتبار سے ان علاقوں اور ان کے باشندوں کا انتظام چلانے کے لیے ہرگز کافی نہیں ہوں گے

مناسب یہ ہے کہ پرآشوب علاقوں کا انتظام ہم اور ان علاقوں میں رہنے والے لوگ باہم مل کر چلائیں، اس نکتے کی مزید وضاحت سے قبل ہم اس کے ضمن میں ایک بنیادی شبہے سے متعلق بات کرنا چاہتے ہیں جو

صفحہ نمبر ۳۴

بعض نوجوانوں کے ذہن میں گھومتا ہے۔ وہ یہ کہ ہم ایسی صورت حال میں ہیں جو ناامیدی اور ایسے شبہات پیدا کرتی ہے جو ابتلا سے بچنے اور سلامتی کو ترجیح دینے کی طرف دھکیلتے ہیں (میں اپنی براءت ظاہر نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ سے ثابت قدمی کا سوال کرتا ہوں) مجھ سے ایک نے پوچھا کہ "یہ راستہ ہمیں ہرگز ہمارے مقاصد تک نہیں پہنچا سکتا، کیونکہ اگر بالفرض ہم آج ان حکومتوں کو زمین بوس کرنے میں کامیاب بھی ہوگئے تو وزارت زراعت، تجارت اور وزارت اقتصاد۔۔۔۔۔۔ الخ کو کون سنبھالے گا۔ میں نے اس سے معذرت کرتے ہوئے کہا:

"کہ حضرت ابوسفیان، حضرت عکرمہ اور۔۔۔۔ وہ میرا مقصد نہیں سمجھ سکا اور میں نے بھی اسے تفکر میں ڈال کر چھوڑ دیا، شاید کہ میں نے اس وقت اس کو نامکمل جواب دیا تھا، پورا

جواب یہ ہے کہ اس کا سوال اور شبہہ اس مفروضے کی بنیاد پر تھا کہ معرکہ کوئی اچھنا ہوا وار ہے (جو بلا سوچے سمجھے جلد بازی میں کیا جائے) اس کا یہ مفروضہ (کہ معرکہ کوئی اچھنا ہوا چانک لگایا جانے والا وار ہے) یا تو ایسے فہم کی بناء پر تھا جو جہاد کے سمجھنے سے قاصر ہے یا کبھی کبھار یہ مفروضہ ان محرکات میں فساد اور کھوٹ کی وجہ سے ہوتا ہے، جن کی وجہ سے اس نے جہاد میں حصہ لیا تھا۔(نسال الله العفو و العافية لنا جميعا و أن يغفر لنا) بے شک قیادتیں تو خون وکشت اور کئی پھٹی لاشوں کے طویل سفر کے بعد وجود میں آتی ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ جہادی تحریک زراعت، تجارت اور صنعت وحرفت کے ماہرین تیار کرے، چنانچہ

صفحہ نمبر ۳۵

مشاہدہ کرنے والا دیکھتا ہے کہ جو تحریکیں اور پارٹیاں دنیا میں حکومت کرتی ہیں وہ اپنے سیاسی عناصر کے ذریعے حکومت کرتی ہیں یہ (پارٹیاں یا تحریکیں) پارٹی یا تحریک کے اندر سے اپنے سیاسی عناصر کو مختلف وزارتیں چلانے اور ہر وزارت کی ریاست کی عام پالیسی کے مطابق بنانے کے لیے وزراء تعینات کر دیتی ہیں البتہ ممکن ہے کہ ہر وزارت میں ٹیکنالوجی اور فنی امور کا منتظم کوئی ایسا شخص ہو جو تنخواہ پر کام کرے اور سیاست میں اس کا کوئی حصہ نہ ہو اور نہ ہی اس کا کسی پارٹی یا تنظیم کے ساتھ کوئی تعلق ہو، اس کی مثالیں بہت ساری ہیں جن کی تفصیلات طویل ہیں۔ بلکہ اس مسئلے (انتظامی عناصر کی کمی) کا سب سے بہترین حل یہ ہے کہ ہم لوگوں کے نزدیک ہو جائیں اور ان میں سے کچھ لوگوں کو ہمارے زیر انتظام چلائے جانے والے علاقوں میں بعض کاموں کا انتظام چلانے کے لیے تنخواہوں پر ایک ایسے وقت میں مقرر کرے کہ وہ ہمارے افراد کو اپنے شانہ بشانہ بغیر اجرت کے کام کرتا ہوا دیکھے، یہ بات ضروری ہے کہ وہ ہم میں مبر، دنیا سے بے رغبتی، انفاق، قربانی، عدل اور مظلوموں کو انصاف دلانے کا عمل نمونہ دیکھیں، ہمارے معاشرے میں مظلوموں کی اکثریت ہے ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے ذمے لازم تمام گذشتہ مظالم اور حقوق کی واپسی کے لیے بایں طور مجالس/کورٹ قائم کریں کہ جب کوئی مظلوم گواہ لے کر حاضر ہو تو ہم اس کو اس کا حق دلا دیں یا اس کے اور ظالم کے درمیان معافی تلافی کی اس انداز میں دوڑ دھوپ کریں کہ مظلوم انصاف اور اپنا حق لینے پر قادر ہو، ہم لوگوں کے دلوں کو جوڑیں گے، کمزور اور

صفحہ نمبر ۳۶

مظلوم عوام جو کثرت میں ہیں، ان کا دفاع کریں گے اور ان سے کہیں گے کہ ہماری جانیں آپ پر قربان ہوں کہ آپ جناب محمد ﷺ کی امت ہو (طاقت اور انصاف کے باوجود ہم لوگوں کے ساتھ انکساری اور تواضع سے پیش آئیں گے) جی ہاں! ہمیں ایسے مصائب اور مشکلات کا سامنا کرنا ہوگا جنہیں دشمن اور منافقین بھڑکائیں گے لیکن اس فضا میں آپ عجائبات کا نظارہ کریں گے، جس وقت ایمان کی ہوائیں چل پڑتی ہیں تو عجائبات ظاہر کرتی ہیں۔ جب لوگ حیران کن بہادری، یقین، پاکدامنی، امانت، بے لوثی کا جذبہ، احتساب، انکساری، دوراندیشی، بلند ہمتی اور بلند شخصیتی کا مظہر دیکھیں گے تو ان کی نظر میں وہ تمام مصائب ہلکے ہو جائیں گے جو اس کے ساتھ ہیں۔

اللہ کی قسم! آپ دیکھیں گے کہ قریب اور بعید علاقوں سے لوگ فوج در فوج مجاہدین کے مجموعات کے پاس بیعت، توبہ اور اس سے بھی بڑے امور کے لیے آئیں گے، ہمارے لیے لازم ہے کہ ہم یہ بات جان لیں کہ ہم لوگوں کے ساتھ کیسے رہیں گے؟ اگر وہ ذات انواط (ایک درخت جس کی مشرکین عبادت کیا کرتے تھے) طلب کریں تو ہم ان کے ساتھ کیسا برتاؤ کریں گے؟ اور اگر وہ بدعات اور محرمات کا ارتکاب کریں تو ہم ان کے ساتھ کیسا سلوک کریں گے، اگر وہ مثلاً شراب پی لیں تو ہم کب اور کس قدر ان کو سزا دیں گے اور کب اور کس قدر ان کی دلجوئی کریں گے؟ شیخ عبداللہ عزام فرماتے ہیں ''یقیناً وہ معرکہ جس نے

صفحہ نمبر ۳۷

اسلامی تحریک کے بیٹوں کو پیس دیا ہے اس (معرکے) نے ان کو عوام کے تمام طبقات (جن میں ظالم بھی ہیں درمیانے درجے کے بھی ہیں اور وہ بھی جو اللہ کے اذن سے بھلائیوں کی طرف سبقت کرتے ہیں اور یہی بڑی کامیابی ہے) کے ساتھ زندگی گزارنے پر مجبور کر دیا ہے، اور ان کا لوگوں کے مختلف طبقات (جن میں ظالم، کوتاہ کار، خطاکار اور سچے ہر قسم کے لوگ شامل ہیں) کے ساتھ زندگی گزارنے پر مجبور ہونے نے انہیں مسلسل دس سال سے ایک ہی دشمن کے خلاف نبرد آزما، ایک ہی دستر خوان پر ایک ہی چھت تلے کھانے والے ایک ہی جگہ میں رہائش پذیر، ایک جسد واحد کی طرح نقل وحرکت کرنے والے مختلف متباین صلاحیتوں کے حامل لوگوں میں نظم وضبط پیدا کرنے کی کوشش اور ان کی صلاحیتوں کو بڑھانے کے حوالے سے تلخیوں کا سامنا کرنے کی وجہ سے ان میں تجربہ اور مہارت پیدا کر لی ہے۔ جب کہ اس دوران بہت سی اسلامی ریاستوں میں اسلامی تحریکیں ایسے مخصوص صاف معاشروں میں جیتی رہی جہاں ان کا دیگر لوگوں کے ساتھ میل جول

صرف خاص محافل، اجتماعات وغیرہ ہی میں تھا۔

اسی طرح ہماری قیادتوں کے تجربات اور مہارتوں میں بھی اتار چڑھاؤ آتا رہے گا۔ چنانچہ شیخ عبداللہ عزام فرماتے ہیں: ''ان (قائدین) میں سے ہر ایک پر لازم ہے کہ اجتماعی حالات اور ان گھمبیر مسائل کا حل نکالے جنہوں نے (مفتوحہ) علاقے کو اپنی ڈاڑھوں سے پکڑا ہوا ہے (یعنی پریشان کر رکھا ہے)، اسی طرح اس پر یہ ذمہ داری بھی عائد ہوتی ہے کہ مسلسل ... کے معاملات اور یتیموں اور بیواؤں کے مسائل کا حل نکالے، اور اس کے لیے یہ بھی ضروری

صفحہ نمبر ۳۸

ہے کہ ایسے سینکڑوں اور ہزاروں بچوں کے لیے بھی کوئی راستہ نکالے جو ناخواندہ ہیں لہٰذا یقیناً اسے کچھ مدارس بھی کھولنے پڑیں گے اگر چہ پہاڑوں کے اندر موجود غاروں اور

درختوں کے نیچے ہی کیوں نہ ہو، پس ان (قائدین) میں سے ہر ایک بذات خود ایک حکومت ہے، وہ وزیر اعظم بھی ہے اور ایک ہی وقت میں وزیر صحت، وزیر تربیت، وزیر تعلیم، وزیر دفاع، وزیر اجتماعی امور، وزیر زراعت اور وزیر اطلاعات وغیرہ بھی ہے۔ یہ قائدین موت کے جبڑوں کے درمیان زندگی گزارتے ہوئے حکومت چلانے کا فن سیکھ چکے ہیں۔

جب چند فوجی ''جنہوں نے نہ پہلے حکومت کی ہے نہ ان میں کچھ اسلامی رنگ ہے اور نہ ہی ان میں تحریکی روح اور ذہانت ہے اور نہ ہی وہ مسحور کن اخلاق کے مالک ہیں'' فوجی انقلابی ریاستوں (جن میں فوج بغاوت کر کے جمہوری حکومتوں کا تختہ الٹ کر زمام کار اپنے ہاتھ میں لے لیتی ہے) میں صرف ایک بیان کے ذریعے حکومت چلا سکتے ہیں تو کیا یہ جہادی قائدین حکومت نہیں چلا سکتے''!!

نویں کی دہائی میں جب ایک مغربی صحافی کی چند افغان نوجوان قائدین سے ملاقات ہوئی تو اس نے کہا کہ ''میرا خیال تھا کہ یہ جاہل، سادہ اور تہذیب سے دور نوجوان ہوں گے قتل اور خونریزی اُن کا محبوب مشغلہ ہوگا، اس کے سوا یہ کچھ نہیں جانتے ہوں گے، لیکن جب میں ان کے ساتھ بیٹھا تو مجھے فوراً یہ احساس ہوا کہ ان میں سے ہر ایک باوجود کم عمری کے ایسی سنجیدگی اور سیاسی حکمت ودانائی کا مالک ہے جو امریکہ میں کانگریس کے کہنہ مشق ارکان میں بھی نہیں پائی جاتی۔

(یہ اس مغربی صحافی کے کلام کا مطلب تھا)

صفحہ نمبر ۳۹

انتظامی عناصر کی پرانی وفاداری (خصوصاً دیگر اسلامی جماعتوں کے ساتھ وفاداری) کا مسئلہ

افراتفری پھیلنے، جہاد کے شعلے بھڑک اٹھنے اور اسامیوں کے خلاء کی صورت میں ہم کچھ پارٹیوں اور اسلامی اور غیر اسلامی جماعتوں کو پائیں گے کہ وہ (افراتفری کے) اس لہر سے فائدہ اٹھانے اور موقع کو غنیمت بنانے کی کوشش کریں گے، اس صورت میں دو احتمال ہیں:

۱) پہلا احتمال یہ ہے کہ بعض علاقوں کا انتظام سنبھالنے میں کامیابی ہو جاتی ہے۔ اس صورت میں ایسے علاقوں کے ساتھ طرز عمل اختیار کرنے کے قواعد ہم تیسری بحث میں ذکر کر چکے ہیں بالخصوص ''سیاسی کھیل کے قواعد سمجھنے'' کی بحث اور ''استقطاب'' کی بحث ملاحظہ فرمائیں۔

۲) دوسرا احتمال (جو ہمیں اس مسئلے میں درپیش ہے) یہ ہے کہ جب ہم کسی علاقے کا انتظام سنبھالیں اور ایسے افراد کو جہاد میں شریک ہونے اور انتظامیہ کو وفاداری دینے پر آمادہ کریں جو مختلف پارٹیوں یا اسلامی جماعتوں کے ساتھ عہدے دار رہ چکے تھے۔

اولاً تو ہم لوگوں کے دلوں کی کھوج لگانے یا ان کا امتحان لینے کے مامور نہیں لہٰذا جو بھی ہمیں وفاداری دے گا ہم کامل طور پر اس کی وفاداری کو قبول کریں گے البتہ اگر وہ اپنے گفتگو یا احوال سے سابقہ تنظیم کے ساتھ اب بھی اپنی وفاداری برقرار رہنے کو ظاہر کرتا ہے یا بعض معاملات یا مفاہیم میں اس کی پیروی کرتا ہے تو اب ہم یہاں رک جائیں گے مثال کے طور پر ہم دیکھتے ہیں کہ وہ کسی جماعت کی قیادت کے ساتھ روابط رکھتا ہے جیسے اخوان یا ارجائی تحریک (یا مرجئہ یعنی وہ فرقہ جن کے نزدیک کلمہ پڑھنے کے بعد کسی بھی عمل سے انسان اسلام سے نہیں نکلتا اگر چہ وہ عمل نواقض اسلام میں سے کیوں نہ ہو جیسے قرآن کریم (نعوذ باللہ) گندگی میں پھینکنا، نبی ﷺ کو گالی دینا، مسلمانوں کے خلاف کفار کا جنگی اتحادی بننا وغیرہ) تو ہم اس سے پوچھیں گے کہ کیا وہ بھی شرکیہ پارلیمنٹ میں جانے اور طاغوت سے برات (بے زاری) نہ کرنے کا

صفحہ نمبر ۴۰

اعتقاد رکھتا ہے جیسے کہ ان جماعتوں کا خیال ہے؟ اگر وہ اثبات میں جواب دیتا ہے یا دوسری صورت میں ان جماعتوں کے ساتھ اپنی وفاداری ظاہر کئے بغیر ساتھیوں کے ساتھ بحث مباحثہ کرتا ہے مثلاً یہ کہ اگر ہمیں اردگرد کے (مرتد) حکومتوں کی افواج اتحاد میں شامل ہونے کی پیشکش کریں یا ریفرنڈم یا انتخابات وغیرہ کروائیں (تو اچھا ہوگا) تو مذکورہ دونوں صورتیں ہمارے [illegible] کی داعی ہیں کہ ہم ایسے شخص کو اپنی صفوں سے نکال دیں البتہ تاویل کی گنجائش ہونے کی وجہ سے ہم اس پر کوئی حکم نہیں لگا سکتے لیکن یہ بات ضرور ہے کہ ہم اپنی صفوں میں اس قسم کے لوگوں کو نہیں چھوڑیں گے بلکہ مناسب ہے کہ پرآشوب معاشرے میں اس کے خیالات کے نقصان دہ ہونے کے پیش نظر ہر جائز طریقے سے اس کو اپنے خیالات ظاہر کرنے سے روکا جائے۔

اس کے مشابہ ایک مسئلہ میں شیخ علامہ عمر محمود ابو عمر (اللہ تعالیٰ ان کو رہائی نصیب فرمائے) فرماتے ہیں: ''کسی علاقے میں جہاد کے بھڑک اٹھنے کی صورت میں اسلامی تحریکات کو اپنے کارکنوں (خصوصاً وہ کارکن جن کی فطرت مکمل طور پر آلودہ نہیں ہو چکی ہوتی) کی طرف سے جہادی آوازوں کے بلند ہونے کے مسئلہ کا سامنا کرنا پڑتا ہے اس صورت میں یہ تحریکات انہیں جہاد کی اجازت دے دیتی ہیں البتہ ایسے نوجوانوں سے اب بھی مسئلہ درپیش ہے جو تنظیم میں تو آپ کے ساتھ ہوں اور تنظیم سے باہر کے علماء ومشائخ کے فتویٰ اور ان کے اشارات کے منتظر ہوں۔ نوجوانوں کی یہ قسم انتہائی خطرناک ہے یہ کسی بھی صورت حال میں کسی بھی تنظیم کی طاقت اور شوکت کو ختم کرنے کا باعث ہیں (مقالات بین منہجین للشیخ عمر محمود)

صفحہ نمبر ۴۱

البتہ شیخ عمر محمود ابو عمر ان میں سے ان نوجوانوں کے متعلق تنبیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں

''جو آزمائش اور تنگی کے مراحل میں آئے ہیں کہ عمومی طور پر ان سے کوئی خطرہ نہیں ہوتا: ''ہاں اس معاملے میں بدعتی جماعتوں (انتخابات میں حصہ لینے والی مذہبی سیاسی جماعتوں) کے کچھ افراد کا آپ کے ساتھ آزمائش اور ابتلاء کے وقت میں جہاد میں شرکت کرنے میں کوئی خطرہ نہیں ورنہ یہ ارکان اس میدان کی سختیوں کی وجہ سے آپ کے ساتھ نہ ملے ہوتے۔

وہ ان اندیشوں کی وجہ سے جن کا ہم ذکر کر چکے ہیں صرف شرعی فیصلہ سازی پر اکتفا کر لیں پھر اگر اس کے بعد وہ اپنا وعدہ توڑ کر کسی کفری معاملے جیسے برضا و رغبت طاغوتی قوانین پر فیصلے کرنا یا
کفار اور مرتدین کے ساتھ دوستی کر لینے کا ارتکاب کریں تو سب سے پہلے تو ہمیں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ ''(موقف سے) بدل جانا'' اور ''ہٹ جانا'' انسانوں کی طبیعت اور مزاج میں شامل
ہے پس صرف اس بنا پر کسی قائد یا امیر کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنانا کہ اس نے ان لوگوں کو مجاہدین کی صف میں شامل کیا تھا اور ان سے اجتناب نہیں کیا تھا، صحیح نہیں، کیونکہ ہم لوگوں پر نگران بنا کر ...
نہیں کئے گئے، جو بھی ہمارے لیے بھلائی کا اظہار کرے ہم اسے امان دیں گے اور اسے اپنے قریب کریں گے ہم نہیں جانتے کہ بعد میں وہ کیا کرے گا، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کے پاس فجاءت نامی شخص آیا اور ان سے مرتدین کے خلاف قتال کے لیے افراد اور مال طلب کیا، آپ نے مال وغیرہ دے کر انہیں امیر مقرر فرمایا لیکن وہ یہ مال لے کر ڈاکو بن گیا مسلمانوں اور
مرتدین دونوں کو قتل کر کے ان کے مال لوٹنے لگا یہاں تک کہ اس نے کچھ ایسے لوگوں پر بھی ڈاکہ ڈالا جنہوں نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت کی تھی۔

صفحہ نمبر ۴۸

چنانچہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے زندہ جلا دیا جیسے کہ ایک اثر میں آیا ہے۔ تو اس واقعہ کی وجہ سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ تمام انبیاء کے بعد
سب سے افضل ہیں کی بصیرت اور ان کے لوگوں اور حالات کے جاننے کی معرفت میں طعن و تشنیع نہیں کی جا سکتی بلکہ خود رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک پر کچھ لوگوں نے بیعت کی، آپ نے
ان میں سے بعض کو ان کے اقوام پر امیر اور والی مقرر فرمایا پھر آپ علیہ السلام کی وفات کے بعد ان میں سے کچھ لوگ مرتد ہو گئے اور ساتھ اپنی قوم کو بھی ارتداد کی طرف کھینچ لائے، نتیجتاً ان میں
سے کچھ لوگ ارتداد کی جنگوں میں حالت کفر میں قتل بھی ہوئے، ان (ارتدادی) جنگوں میں بہت سارے قراء صحابہ کرام بھی شہید ہو گئے تو کیا کسی بشر سے اس کے متعلق پوچھا جائے گا؟ کیا
رسول اللہ ﷺ یا آپ کے بعد کوئی شخص لوگوں پر نگران ہے؟ یہ انسانوں کا مزاج ہے اور اللہ تعالیٰ تو چاہتے ہیں کہ ہم میں سے ایسے ثابت قدم لوگوں کو (علم مشاہدہ کیساتھ) معلوم کر لیں جو اللہ
سے محبت رکھتے ہوں اور اللہ تعالیٰ ان سے محبت رکھتا ہو اور یہ کہ اللہ تعالیٰ صبر اور یقین سے بڑے بڑے مصائب کا سامنا کرنے والوں کو اچھا بدلہ دے گا۔
اللہ کی قسم! مصائب و آلام کی تلخیوں کا یہ راستہ ہمارے لیے قرآنِ کریم کی آیات کے اسرار کھول دے گا اگر ہم پوری عمر کتابوں میں ان آیات کی تفاسیر پڑھتے تو ہمیں ان کا اتنا
احساس اور مکمل سمجھ حاصل نہیں ہوتا جتنا ہمیں عملی طور پر ان آیات میں اتر کر ان کی تلاوت یا نمازوں میں ان کی سماعت سے حاصل ہوگا البتہ طبعی طور پر اہل علم کے کلام سے ان آیات کی تفسیر سیکھنے
کی ضرورت تو بدستور برقرار رہے گی: ''یا أیھا الذین امنو من یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم ویحبو نہ أذلۃ علی المومنین أعزۃ علی الکافرین
یجاھدون فی سبیل اللہ ولا یخافون لومۃ لائم ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ واسع علیم۔

صفحہ نمبر ۴۹

اے ایمان والو! تم میں سے جو بھی اپنے دین سے پھر جائے (تو یاد رکھو کہ) اللہ تعالیٰ ایک ایسی قوم کو لے آئے گا جن سے اللہ تعالیٰ بھی محبت کرے گا اور وہ بھی اللہ تعالیٰ سے
محبت کریں گے وہ مومنین کے لیے نرم جبکہ کفار کے لیے سخت ہوں گے یہ لوگ اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کریں گے یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے
جس کو نوازے اللہ تعالیٰ کشادگی اور علم والے ہیں۔
اس صورتِ حال میں ہمارے لیے ضروری نہیں کہ ہم اپنی اور ان کی قوت کے تناسب سے ان کا مقابلہ کریں کیوں کہ پہلی بات یہ ہے کہ ان علاقوں کی انتظامیہ مرتد ہو گئی ہے جبکہ ان
کے ماتحت عوام اس وقت تک مسلمان ہیں جب تک وہ اپنی رضامندی سے کسی ایسے امر کا ارتکاب نہ کریں جو کفر کا باعث ہو یہ بات قرائن احوال سے معلوم کی جا سکتی ہے اس طرح ان پر کوئی حکم
راسخین فی العلم علماء ہی لگا سکتے ہیں جیسے کہ ہم نے گذشتہ صفحات میں ذکر کیا ہے۔ قرائن احوال اور صورتِ حال ہم اپنے جاسوسوں اور اپنے ان وفادار لوگوں سے معلوم کر سکتے ہیں جو مخفی طور پر ان
علاقوں میں رہ رہے ہوں اگر ان منحرف علاقوں کی انتظامیہ طاقتور ہو تو اس صورت میں ہم مناسب انداز میں جنگ کریں گے۔
اور اگر کمزور ہو تو ہمارے اوپر لازم ہے کہ جو لوگ شر و فساد کے علم بردار ہیں اُن کی جڑیں مضبوط ہونے سے پہلے کچھ افراد بھیج کر ان کی بیخ کنی کریں، اس سے یہ علاقہ ان زعماء کے
شر سے کٹ کر ہمارے زیرِ انتظام آ سکے گا چھوٹے زعمائے شر کی جڑیں مضبوط ہونے سے پہلے ان سے نمٹنے (بالخصوص جب کہ ہم کئی پر آشوب علاقوں کا انتظام سنبھالنے کے مرحلے میں پہنچ چکے
ہوں گے) کے متعلق علامہ شیخ عمر محمود ابو عمر فرماتے ہیں'' ...... یہ بات مسلمان نوجوانوں کے بس میں تھی کہ لبنان میں ابتدائی مرحلے میں کم قیمت گولی کے ذریعے گمراہ بوڑھے حبشی کا علاج
کرتے، اگر یہ نوجوان یہ کام کر دیتے تو اب تک اس کا اثر محسوس کیا جاتا، لیکن اب تو اس حبشی اور اس جیسے دیگر لوگوں کی جڑیں خوب

صفحہ نمبر ۵۰

مضبوط ہو گئی ہیں چنانچہ اب (وہ اس پوزیشن میں ہیں کہ) ان کیساتھ نمٹنے کیلئے تحقیقات اور جہادی کورسز بھی ناکافی ہیں، اس زمانے کے اہل سنت ان جیسے انحرافات (بغاوتوں) سے نمٹنے کے
بہترین طریقوں کو اختیار کرنے سے بہت دور ہیں اور ان سے ایسے نہیں نمٹتے جیسے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ان سے نمٹا کرتے تھے۔ اس جیسے انحرافات اور اس جیسے بوڑھوں کو ابتدائی
مرحلے میں جبکہ عوام میں اُن کی کوئی شہرت نہیں ہوتی، ذبح کر کے ان کا کام تمام کرنا چاہیے، لیکن افسوس کہ اہل سنت کے پاس اب اپنے عمومی مسائل سے نمٹنے کیلئے ایک راستہ رہ گیا ہے اور وہ ہے
رونا دھونا اور فریاد کرنا اور ان معاملات میں ان کی آہ و فغاں ایسے شروع ہوتی ہے گویا کہ یہ روافض کے کسی کربلائی مجلس میں ماتم کے لیے بیٹھے ہوں۔
یہ پیراگراف اگرچہ حبشیوں کے موضوع کے درمیان کارآمد نہیں رہا لیکن اس پر غور و فکر کرنا اگرچہ سرسری طور پر کیوں نہ ہو ضروری ہے اس سے ہمیں اہل سنت کی طرف منسوب تمام

لیکن خطرہ اس صورت میں ہے جب جہاد کا غلغلہ ہو اور عوام کی طرف سے اس کو وسیع پیمانے پر کمک حاصل ہو تو اس صورت میں ان تنظیموں کے مشائخ کبھی اپنے افراد کو جہاد کی
اجازت دے دیتے ہیں یا کبھی خاموشی اختیار کر لیتے ہیں، یہ خطرے کا وقت ہے، اسی کے متعلق ہم گفتگو کر رہے ہیں۔

راجع کامل المقالة رقم ٩٥ من مقالات بین منهجین للشیخ عمر محمود ابو عمر فک الله اسره

۴) جاسوسوں اور نقب زنی کا مسئلہ

یہ اللہ تعالیٰ کا ہمارے اوپر احسان ہے کہ ہماری زیادہ تر نقل و حرکت اور ہمیں درپیش مصائب، ہماری صفوں میں موجود ایجنٹوں کو پہلے مرحلے میں ہی بے نقاب کر دیتی ہے، جب کہ
دیگر ایسی تحریکات جو حوادث، آزمائش اور قتال کا سامنا نہیں کرتیں، ان میں اس بات کا امکان ہوتا ہے کہ ایجنٹ ان کی صفوں میں طویل عرصے تک رہے بلکہ ممکن ہے کہ ان میں کوئی ایجنٹ ترقی
کرتا ہوا اعلیٰ منصب تک پہنچے اور کسی کو اس کا احساس تک نہ ہو۔ جہاں تک توحید و جہاد کی تحریکات کا تعلق ہے تو ذرا مجھے بتایئے کہ کونسا ایسا ایجنٹ ہوگا جو معرکہ قتل میں شرکت کر کے اپنے آپ کو
موت کے لیے پیش کرے گا (اپنے آپ کو موت کے لیے پیش کرنا صحیح العقیدہ

صفحہ نمبر ۴۲

تحریک میں ترقی کا ایک اہم سبب ہے) البتہ جب تحریک وسیع ہو جاتی ہے بالخصوص جب کہ ہمارے زیر اہتمام چلائے جانے والے علاقوں کے معاشروں کے افراد کے ساتھ ہمارا اختلاط ہوتا
ہے تو اس صورت میں جاسوس پائے جا سکتے ہیں لیکن جب ہم لوگوں کے ساتھ اچھے تعلقات رکھیں گے تو پھر مشکل ہے کہ ان میں سے کوئی ہمارے خلاف جاسوسی کرے بلکہ وہ ہمارے لیے
جاسوسوں سے بچاؤ کے حوالے سے بہترین ڈھال اور جاسوس ثابت ہونگے جبکہ گذشتہ مباحث میں جو ہم نے جاسوس پھیلانے اور دشمنوں میں نقب زنی کو مضبوط بنانے پر زور دیا تھا اس سے بھی
پہلے مرحلے میں ہی ہمیں دشمن کے جاسوسوں کی خبر ہو جائے گی، خصوصاً جب کہ ہمارے جاسوس، دشمن کے جاسوسی اداروں میں پہنچ چکے ہوں گے، اسی طرح یہ بات بھی لازم ہے کہ میڈیا کے
ذریعے لوگوں کے درمیان اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کے ساتھ دوستی اور دنیا و آخرت میں ان لوگوں کے لیے جاسوسی کرنے کے نقصانات اور اس کے برعکس رسول اللہ اور اہل ایمان کے ساتھ دوستی
کے اخر[illegible] واضح کر کے بیان کیا جائے۔ جاسوسوں کو بے نقاب کرنے کے قواعد ان ڈائریوں میں موجود ہوتے ہیں جنہیں مجاہدین عام طور پر شائع کرتے ہیں لیکن ہم جس بات کی
تحقیق کرنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ سابقہ مباحث میں ہم "شدت (سختی سے نمٹنا) کے ضابطے کی اتباع" کے متعلق ذکر کر چکے ہیں اس ضابطے کے دائرہ عمل میں جاسوسوں کا معاملہ بھی آتا ہے ابتدا
جس پر گواہوں کے ذریعے جاسوسی ثابت ہو جائے اس کو ایسی عبرت ناک انجام سے دوچار کیا جائے جو اس جیسے دوسرے جاسوسوں کے باز آنے یا پسپا ہونے کا باعث بن جائے اور اگر ایسا
جاسوس بھاگ جائے تو لازماً اس کا تعاقب کیا جائے اور اس کو نہ چھوڑا جائے اگرچہ

صفحہ نمبر ۴۳

کئی سال بعد ہی کیوں نہ ہو اور ضروری ہے کہ یہ اعلان کیا جائے کہ ایک نہ ایک دن یہ شخص اپنے انجام تک پہنچایا جائے گا اگرچہ طویل عرصے بعد ہی کیوں نہ ہو، اس سے کم ہمت قسم
کے لوگ جاسوسی کرنے میں پریشانی کا شکار ہو جائیں گے (اور ممکن ہے کہ بھیانک انجام کے ڈر سے وہ باز آ جائے)

اسی طرح تھوڑے تھوڑے عرصے کے بعد (خصوصاً کسی جاسوس کے پکڑے جانے اور اس کو سزا دیئے جانے کے بعد) یہ بیان جاری کرنا مناسب ہے کہ ان جاسوسوں کے لیے
توبہ کا دروازہ کھلا ہے جو خود آ کر یہ اعتراف کر لیں کہ انہوں نے اس اس طرح کے دباؤ یا لغزش کی وجہ سے دشمن کے ساتھ تعاون کیا ہے اس کے ساتھ ساتھ اس بات کی خوب تشہیر کی جائے کہ
اس طرح کا واقعہ (یعنی دشمن کے جاسوسوں کا توبہ تائب ہونا) پیش آ چکا ہے تاکہ دشمن کو کسی طرح سے یہ بات پہنچ جائے (اگرچہ نفس الامر میں اس طرح کا کوئی واقعہ پیش ہی نہ آیا ہو) اس طریقے
سے دشمن اپنے جاسوسوں پر بھی شک کرنے لگے گا (کہ نہ معلوم اس اعلانِ معافی سے کس کس جاسوس نے فائدہ اٹھایا ہوگا اور اب وہ ہمارا جاسوس رہا یا نہیں رہا)

اس بات پر تنبیہ کرنا مناسب ہے کہ یقینی طور پر جن لوگوں پر جاسوسی ثابت ہو جائے ان کے ساتھ سختی کرنے اور نرمی نہ برتنے کو مجاہدین کے بعض ایسے چاہنے والے اور خیر خواہ ناپسند
کریں گے جنہوں نے عملی طور پر جہاد نہ کیا ہو ان کا موقف یہ ہوگا کہ تمام تر توجہ آئمہ کفر پر مرکوز کی جائے اور دشمن کے چھوٹے جاسوسوں اور مخبروں وغیرہ پر اپنی طاقت ضائع نہ کی جائے، میں قسم کی
یہ باتیں پڑھ چکا ہوں، یہ لوگ اگرچہ ایک پہلو سے حق پر ہیں لیکن ان سے کئی دیگر پہلو مخفی رہ گئے ہیں، ان کا یہ کہنا تو صحیح ہے کہ دشمن کے چھوٹے فوجیوں کو نشانہ بنانے میں اپنی طاقت ضائع نہ
کی جائے الا یہ کہ کوئی فنی مقصد ہو اور بغیر کسی نقصان کے ان چھوٹے فوجیوں کو نشانہ بنایا جائے البتہ مخبروں اور رہنمائی کرنے والوں کو نشانہ بنانا طاقت کو ضائع کرنے کے باب سے نہیں (اس لئے
کہ جاسوس جنگ کیلئے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے اور میدان معرکہ میں اس کے بغیر فوج اندھی شمار کی جاتی ہے)

صفحہ نمبر ۴۴

اس لیے کہ دشمن اور اس کی افواج کے قائدین اور تفتیش کے بڑے آفیسرز ان (چھوٹے جاسوسوں) کے بغیر حرکت نہیں کر سکتے (چاہے کسی بھی معاملے کی تحقیق ہو یا عملی تنفیذ) اور ا
ن مخبروں کے بغیر کوئی معاملہ کامیابی سے سرانجام دے سکتے ہیں اور نہ ہی کسی جگہ پر حملہ کرنے یا چھاپا مارنے یا گرفتاری کرنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں، ان جاسوسوں اور مخبروں کو ختم کرنا در
حقیقت دشمن کے آفیسرز کی نقل و حرکت کو مکمل طور پر مفلوج بنانا ہے بلکہ سختی اور سنگ دلی کے ساتھ ان کو ختم کرنے سے ان تمام لوگوں کی حوصلہ شکنی ہوگی جو ان جیسے سرگرمیوں میں فی الحال ملوث
ہونے یا ان کا ارادہ رکھتے تھے اس کے ساتھ اگر ہم ذمہ داری بھی قبول کر لیں تو اس صورت میں اس پورے واقعے کے نشر کرنے اور اس کی وجہ بیان کرنے یا صرف وجہ بیان کرنے کے حوالے سے

میڈیائی اعلامیہ جاری کرنا بھی اہم ہے جیسے کہ ہم نے میڈیا کے کردار کے حوالے سے بحث میں ذکر کیا تھا۔

جاسوسوں اور نقب زنی سے متعلق ایک مسئلہ پر تنبیہ کرنا چاہتا ہوں یہ مسئلہ عمومی طور پر "تباہی اور بربادی پھیلانے کی قوت" کے مرحلے میں پیش آتا ہے۔

مسئلہ یہ ہے کہ کبھی کوئی مجاہد قید ہو جاتا ہے (اللہ ہم سب کی حفاظت فرمائے) (عنقریب اس تحقیق کے ساتھ ملحق مضامین میں موت تک قتال کرنے اور گرفتاری نہ دینے کے اسباب اور اہمیت کی بحث آجائے گی) تو تار جبر اور دباؤ کی وجہ سے گفتگو پر مجبور ہو جاتا ہے ایسا مجاہد کبھی کبھار تفتیشی اہلکار کو گمراہ کرنے کے لیے کئی ایسے بھائیوں کے نام ذکر کر دیتا ہے جن کا جہاد کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا مختلف دلائل اور حیلوں بہانوں سے شیطان اس کے لیے یہ بات مزین کر دیتا ہے، ان میں ایک دلیل یہ ہے کہ یہ نسبتاً کم درجے کا ضرر ہے (یعنی میدانی مجاہد کی بجائے ایسے لوگوں کا نام بتلانا اور پھر ان کا گرفتار ہونا نسبتاً کم نقصان ہے)

صفحہ نمبر ۴۵

اور یہ کہ دشمن کو ایسے لوگوں سے کچھ بھی حاصل نہ ہوگا اور یہ کہ اس (قسم کے افراد کی گرفتاری) سے اہم اور مقصودی افراد خطرے کا ادراک کرتے ہوئے احتیاط شروع کر دیں گے نیز یہ کہ تفتیشی اہلکار ایسے افراد کو بعد میں بے گناہ ثابت ہونے پر چھوڑ بھی دے گا نیز یہ کہ ایسے ساتھی جیل میں جانے کے بعد اس نظام کے ظلم اور کفر کو جان لیں گے اور مزید برآں یہ کہ اس جیل میں ان کا مجاہدین سے تعارف ہوگا جس کی وجہ سے وہ جیل سے نکلنے کے بعد تحریک سے آملیں گے۔

مذکورہ بالا تاویلات میں سے بعض اگرچہ نفس الامر میں اسی طرح سے ہو بھی جاتی ہیں لیکن اس سے مذکورہ فعل کا جواز (بوجوہ ذیل) ثابت نہیں ہو سکتا:

۱) اسیر مجاہد نے ایک ایسے مسلمان پر ظلم کیا ہے اور اسے ایذا دی ہے جس کا اس کاروائی سے کوئی تعلق نہیں۔

۲) کبھی کبھار ایسے بھائی کے پاس (جس کا جہاد سے کوئی تعلق نہیں ہوتا) ایسی اہم یا غیر اہم معلومات ہوتی ہیں جو تفتیشی اہلکار کے لیے تحقیق کی ابتدائی کڑیاں ثابت ہو سکتی ہیں، یاد رہے کہ دشمن کا کسی علاقے میں اترنے کے وقت نوجوانوں کو پکڑنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے (کہ ان سے ملنے والی بعض عمومی قسم کی معلومات کی کڑیاں بسا اوقات مجاہد بھائیوں سے ملتی ہیں جن کی مدد سے ان کی گرفتاری وغیرہ ہو سکتی ہے)

۳) کبھی کبھار یہ بھائی مجاہدین سے اپنی ایذا کا بدلہ لینے کے لیے ایسے امور کا راز فاش کر دیتا ہے جو اسے اتفاقاً معلوم ہوئے ہوں لیکن بسا اوقات یہ معلومات خطرناک نقصانات کا باعث ثابت ہوتے ہیں، مثال کے طور پر اس بھائی نے کسی جگہ یا کسی ٹھکانے میں مجاہدین کو دیکھا ہو وغیرہ، نیز اگر اس بھائی کو رہائی نہیں ملتی تو عموماً جیل اور تحقیق میں گذرنے والی زندگی اس کے لیے اور اس کے گھر والوں کے لیے ایک عذاب بن جاتی ہے۔

اس ضمن میں قصے اور سانحات بہت سارے پیش آئے ہیں، اور کبھی کبھار اس طرح کے بھائی جب جیل سے باہر آتے ہیں تو ایسے ساتھیوں کے خلاف جاسوس بن جاتے ہیں جو ان کی تکلیف کا باعث بنے تھے۔

صفحہ نمبر ۴۶

عمومی طور پر تفتیشی افسر پر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ان کا جہاد کے ساتھ کوئی تعلق نہیں لیکن وہ ایسے مختلف مقاصد کے لیے اس موقع کو غنیمت بنانے کی کوشش کرتا ہے جن میں سے بعض مقاصد ہم نے یہاں ذکر کر دیئے، عمومی طور پر اسیر مجاہد اپنے کسی پڑوسی کا جو کسی بھی معاملے میں ملوث ہو، تذکرہ نہیں کرتا لیکن خبیث تفتیشی اہلکار اس پڑوسی کو پکڑ لیتے ہیں اور اپنی طرف سے بات گھڑ لیتے ہیں کہ فلاں مجاہد نے تمہارے خلاف اس اس چیز کا اعتراف کیا ہے تا کہ ان دونوں کے درمیان پھوٹ پڑ جائے اور چونکہ اس صورت حال میں یہ بھی احتمال ہوتا ہے کہ وہ پڑوسی اس حالت میں (تہمت لگائے جانے کے دباؤ اور تہمت لگانے والے کے خلاف غصے کی وجہ سے اس سے متعلق بعض) ایسے (عسکری) معاملات بتا دیتا ہے، جو عام حالات میں وہ کبھی نہیں بتاتا۔

ان تمام باتوں کی وجہ سے تمام ساتھیوں پر لازم ہے کہ تفتیش کے دوران اس طرح کے بھائیوں کے نام بتلانے گریز کریں خصوصاً جبکہ اس (طرح کسی کا نام بتلانے میں) لوگوں پر ظلم بھی ہے حالانکہ ہم تو لوگوں سے کفر اور ظلم مٹانے کے لیے جہاد کر رہے ہیں بلکہ مناسب یہ ہے کہ کوئی مجاہد سرے سے گرفتاری ہی نہ دے اور موت تک لڑتا رہے اور گرفتار نہ ہونے پائے بلکہ اس مقابلے کو چھاپا مارنے والی افواج کے لیے مذبح خانہ بنا دے۔

۵) افراد، مجموعات یا پورے کے پورے علاقوں کا منحرف ہو کر وفاداری بدلنے کا مسئلہ:

ان کو ہم کیسے سمجھائیں گے اور ان کے ساتھ ہم کیا طرز عمل اختیار کریں گے؟

صفحہ نمبر ۴۷

گذشتہ صفحات میں قواعد کی بحث میں آیا تھا کہ کچھ "پر آشوب علاقے"، قبائلی انتظامیہ یا مرتد حکومتوں کے بچے کھچے مسلح گروہوں (جو مرتد حکومتوں سے اپنا تعلق ختم کر چکے ہوں گے) یا کسی پارٹی کے زیر تسلط آجائیں گے، ہم حکم اسلام کو غلبہ دیتے ہوئے ان کو مسلمان سمجھ کر ان کے ساتھ (مسلمانوں جیسا) برتاؤ کریں گے ہمارے اوپر لازم ہے کہ ہم ان تک کچھ پیغامات پہنچائیں اور کچھ امور کی انہیں تاکید کریں اور وہ امور یہ ہیں کہ وہ آپس میں (پیش آنے والے مسائل کا) شرعی قانون کے مطابق فیصلے کرتے ہوئے ہمارے ساتھ وفاداری اور نصرت کا تبادلہ کرے (اور وفاداری کا عملی ثبوت دیتے ہوئے) ہمارے ساتھ اتحاد یا اتحاد کے مقدمات قائم کرے۔ اس قسم کے پیغامات کے بعد ممکن ہے کہ وہ یہ تمام افعال سرانجام دیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ

وہ ان اندیشوں کی وجہ سے جن کا ہم ذکر کر چکے ہیں صرف شرعی فیصلہ سازی پر اکتفا کر لیں پھر اگر اس کے بعد وہ اپنا وعدہ توڑ کر کسی کفری معاملے جیسے برضا و رغبت طاغوتی قوانین پر نیست... یا کفار اور مرتدین کے ساتھ دوستی کر لینے کا ارتکاب کریں تو سب سے پہلے تو ہمیں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ ''(موقف سے) بدل جانا'' اور ''ہٹ جانا'' انسانوں کی طبیعت اور مزاج میں شامل ہے پس صرف اس بنا پر کسی قائد یا امیر کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنانا کہ اس نے ان لوگوں کو مجاہدین کی صف میں شامل کیا تھا اور ان سے اجتناب نہیں کیا تھا، صحیح نہیں، کیونکہ ہم لوگوں پر نگران بنا کر مسلط نہیں کئے گئے، جو بھی ہمارے لیے بھلائی کا اظہار کرے ہم اسے امان دیں گے اور اسے اپنے قریب کریں گے ہم نہیں جانتے کہ بعد میں وہ کیا کرے گا، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس فجاءت نامی شخص آیا اور ان سے مرتدین کے خلاف قتال کے لیے افراد اور مال طلب کیا، آپ نے مال وغیرہ دے کر انہیں امیر مقرر فرمایا لیکن وہ یہ مال لے کر ڈاکو بن گیا مسلمانوں اور مرتدین دونوں کو قتل کر کے ان کے مال لوٹنے لگا یہاں تک کہ اس نے کچھ ایسے لوگوں پر بھی ڈاکہ ڈالا جنہوں نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت کی تھی۔

صفحہ نمبر ۴۸

چنانچہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے زندہ جلا دیا جیسے کہ ایک اثر میں آیا ہے۔ تو اس واقعہ کی وجہ سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ تمام انبیاء کے بعد سب سے افضل ہیں کی بصیرت اور ان کے لوگوں اور حالات کے جاننے کی معرفت میں طعن و تشنیع نہیں کی جاسکتی بلکہ خود رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک پر کچھ لوگوں نے بیعت کی، آپ نے ان میں سے بعض کو ان کے اقوام پر امیر اور والی مقرر فرمایا پھر آپ علیہ السلام کی وفات کے بعد ان میں سے کچھ لوگ مرتد ہو گئے اور ساتھ اپنی قوم کو بھی ارتداد کی طرف کھینچ لائے، نتیجتاً ان میں سے کچھ لوگ ارتداد کی جنگوں میں حالت کفر میں قتل بھی ہوئے، ان (ارتدادی) جنگوں میں بہت سارے قراء صحابہ کرام بھی شہید ہو گئے تو کیا کسی بشر سے اس کے متعلق پوچھا جائے گا؟ کیا رسول اللہ ﷺ یا آپ کے بعد کوئی شخص لوگوں پر نگران ہے؟ یہ انسانوں کا مزاج ہے اور اللہ تعالیٰ تو چاہتے ہیں کہ ہم میں سے ایسے ثابت قدم لوگوں کو (علم مشاہدہ کیساتھ) معلوم کر لیں جو اللہ سے محبت رکھتے ہوں اور اللہ تعالیٰ ان سے محبت رکھتا ہو اور یہ کہ اللہ تعالیٰ صبر اور یقین سے بڑے بڑے مصائب کا سامنا کرنے والوں کو اچھا بدلہ دے گا۔

اللہ کی قسم! مصائب و آلام کی تلخیوں کا یہ راستہ ہمارے لیے قرآن کریم کی آیات کے اسرار کھول دے گا اگر ہم پوری عمر کتابوں میں ان آیات کی تفاسیر پڑھتے تو ہمیں ان کا اتنا احساس اور مکمل سمجھ حاصل نہیں ہوتا جتنا ہمیں عملی طور پر ان آیات میں اتر کر ان کی تلاوت یا نمازوں میں ان کی سماعت سے حاصل ہوگا البتہ طبعی طور پر اہل علم کے کلام سے ان آیات کی تفسیر سمجھنے کی ضرورت [illegible] برقرار رہے گی: ''یا أیھا الذین اٰمنو من یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم ویحبو نہ أذلۃ علی المومنین أعزۃ علی الکافرین یجاھدون فی سبیل اللہ ولا یخافون لومۃ لائم ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ واسع علیم۔

صفحہ نمبر ۴۹

یعنی اے ایمان والو! تم میں سے جو بھی اپنے دین سے پھر جائے (تو یاد رکھو کہ) اللہ تعالیٰ ایک ایسی قوم کو لے آئے گا جن سے اللہ تعالیٰ بھی محبت کرے گا اور وہ بھی اللہ تعالیٰ سے محبت کریں گے وہ مومنین کے لیے نرم جبکہ کفار کے لیے سخت ہوں گے یہ لوگ اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کریں گے یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو نوازے اللہ تعالیٰ کشادگی اور علم والے ہیں۔

اس صورت حال میں ہمارے لیے ضروری نہیں کہ ہم اپنی اور ان کی قوت کے تناسب سے ان کا مقابلہ کریں کیوں کہ پہلی بات یہ ہے کہ ان علاقوں کی انتظامیہ مرتد ہو گئی ہے جبکہ ان کے ماتحت عوام اس وقت تک مسلمان ہیں جب تک وہ اپنی رضامندی سے کسی ایسے امر کا ارتکاب نہ کریں جو کفر کا باعث ہو یہ بات قرائن احوال سے معلوم کی جاسکتی ہے اس طرح ان پر کوئی حکم راسخ فی العلم علماء ہی لگا سکتے ہیں جیسے کہ ہم نے گذشتہ صفحات میں ذکر کیا ہے۔ قرائن احوال اور صورت حال ہم اپنے جاسوسوں اور اپنے ان وفادار لوگوں سے معلوم کر سکتے ہیں جو مخفی طور پر ان علاقوں میں رہ رہے ہوں اگر ان منحرف علاقوں کی انتظامیہ طاقت ور ہو تو اس صورت میں ہم مناسب انداز میں جنگ کریں گے۔

اور اگر کمزور ہو تو ہمارے اوپر لازم ہے کہ جو لوگ شر و فساد کے علم بردار ہیں اُن کی جڑیں مضبوط ہونے سے پہلے کچھ افراد بھیج کر ان کی بیخ کنی کریں، اس سے یہ علاقہ ان زعماء سے کٹ کر ہمارے زیر انتظام آسکے گا چھوٹے زعمائے شر کی جڑیں مضبوط ہونے سے پہلے ان سے نمٹنے (بالخصوص جب کہ ہم کئی پر آشوب علاقوں کا انتظام سنبھالنے کے مرحلے میں پہنچ چکے ہوں گے) کے متعلق علامہ شیخ عمر محمود ابو عمر فرماتے ہیں'' ...... یہ بات مسلمان نوجوانوں کے بس میں تھی کہ لبنان میں ابتدائی مرحلے میں کم قیمت گولی کے ذریعے گمراہ بوڑھے حبشی کا علاج کرتے، اگر یہ نوجوان یہ کام کر دیتے تو اب تک اس کا اثر محسوس کیا جاتا، لیکن اب تو اس حبشی اور اس جیسے دیگر لوگوں کی جڑیں خوب

صفحہ نمبر ۵۰

مضبوط ہو گئی ہیں چنانچہ اب (وہ اس پوزیشن میں ہیں کہ) ان کیساتھ نمٹنے کیلئے تحقیقات اور جہادی کورسز بھی ناکافی ہیں، اس زمانے کے اہل سنت ان جیسے انحرافات (بغاوتوں) سے نمٹنے کے بہترین طریقوں کو اختیار کرنے سے بہت دور ہیں اور ان سے ایسے نہیں نمٹتے جیسے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ان سے نمٹا کرتے تھے۔ اس جیسے انحرافات اور اس جیسے بوڑھوں کو ابتدائی مرحلے میں جبکہ عوام میں اُن کی کوئی شہرت نہیں ہوتی، ذبح کر کے ان کا کام تمام کرنا چاہیے، لیکن افسوس کہ اہل سنت کے پاس اب اپنے عمومی مسائل سے نمٹنے کیلئے ایک راستہ رہ گیا ہے اور وہ ہے رونا دھونا اور فریاد کرنا اور ان معاملات میں ان کی آہ و فغاں ایسے شروع ہوتی ہے گویا کہ یہ روافض کے کسی کربلائی مجلس میں ماتم کے لیے بیٹھے ہوں۔

یہ پیراگراف اگر چہ حبشیوں کے موضوع کے درمیان کار آمد نہیں رہا لیکن اس پر غور و فکر کرنا اگر چہ سرسری طور پر کیوں نہ ہو ضروری ہے اس سے ہمیں اہل سنت کی طرف منسوب تمام

تنظیموں، جماعتوں اور پارٹیوں کے درمیان موجود کوتاہیوں کا انداز ہو سکے گا مثال کے طور پر اگر ہم جمال عبدالناصر اور اخوان المسلمین کو ہی لے لیں تو ہمیں اپنی بات کے عملی نمونے کا مشاہدہ ہو سکے گا، سوال یہ ہے کہ عبدالناصر پر ابتدائی مرحلے میں کاری وار کرنے میں کس چیز کی ضرورت تھی، جواب یہ ہے کہ کسی چیز کی بھی نہیں یہ اس طرح اگر ہم یمنی صدر علی عبداللہ صالح اور دستور پر ریفرنڈم کے مظاہرے میں اسلامی تحریک کے فیصلہ کن وار کرنے کی صلاحیت کے متعلق سوال کریں تو۔۔۔۔۔۔؟ (جواب یہی ہے کہ معمولی اسباب سے اس کا کام تمام ہو سکتا تھا) اگر اس وقت اس کا کام تمام کر دیا جاتا تو کوئی اس پر روتا اور نہ ہی اس کا تذکرہ کرتا لیکن اب تو اس کی جڑیں مضبوط ہو رہی ہیں اور وہ آنے والے دنوں میں یمن میں اسلامی تحریک کو کھانے پینے اور

صفحہ نمبر ۵۱

ذرائع تفریح میں انہماک کی طرف دھکیل دے گا، مثالیں بہت ہی زیادہ ہیں اور یہ مثالیں واضح کر رہی ہیں کہ اہل سنت خون (بہانے) سے ڈرتے ہیں اور مصلحت کا بے بنیاد بہانہ بنا کر ڈر کی وجہ سے خون بہانے سے کتراتے ہیں، لیکن ان کو بعد میں اس ڈر اور خوف کی کئی گنا بڑھ کر قیمت چکانی ہوگی، اللہ تعالیٰ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راضی ہو جائیں کہ انہوں نے اس وقت مرتدین کی بیخ کنی کی اور ان کے خلاف جہاد کیا جب ان کی جڑیں مضبوط نہیں ہوئی تھیں اور حالات ان کے موافق نہیں ہوئے تھے۔

ہمیں [illegible] ہے کہ موجودہ زمانے میں کفار ہی اس تکوینی سنت (فطری طریقہ) پر صحیح طور سے عمل کر رہے ہیں (یعنی ہر ابھرنے والے دشمن سے ابتدائی مرحلے میں نمٹنا) کیونکہ وہ اپنے مخالفین اور دشمنوں کے بڑے اور کارآمد افراد کو قتل کر کے اور موت کے گھاٹ اتار کر ان سے نمٹتے ہیں اور اس قاعدے پر عمل کر رہے ہیں کہ ''بڑوں کے لیے تو قبریں ہیں جبکہ چھوٹوں کو نظر انداز کیا جائیگا'' من فصل الأحباش بكتاب ''نظرة في الجرح والتعديل '' وتجد هناك العديد من الامثلة

ہم جس بات پر تنبیہ کرنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ کبھی کبھار قتال کرنے والے مجموعات کے اندرون میں انحراف واقع ہو جاتا ہے (نستعیذ باللہ لنا ولغیرنا) (یہ انحراف یا تو ارتداد کی صورت میں یا ایسے غلو کی صورت میں ہوتا ہے کہ انحراف کرنے والی جماعت سے قتال کرنا پڑ جاتا ہے) ہمارے لیے مناسب نہیں کہ ہم اسے انوکھا جانیں یا اس سے تعجب میں پڑیں اس سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ ہر مجموعہ اپنی اصلاح کرے اور جس معاملے میں گنجائش ہو اس میں سختی نہ کرے یا جس میں معاملے میں طاقت کی ضرورت ہو اس میں نرمی نہ کریں۔ یہ بات لازمی ہے کہ ہمیشہ اس کا بھروسہ اپنے رب پر ہو نتائج، طریقہ کار اور منہج کی پختگی اور صحت یا اتباع اور انصار کی کثرت پر دھوکا نہ کھانا چاہیے کہ طریقہ کار اور منہج کی صحت اور قوت تو اللہ کی کتاب اور سنتِ رسول کا ایک نمبر ہے جب کہ مجاہد ساتھیوں کی کثرت تو محض اللہ تعالیٰ کی جانب سے دلوں کو جوڑنے کا ثمرہ ہے اور یقیناً مدد تو اللہ ہی کی جانب سے ہے اگر اللہ تعالیٰ نہ چاہتا تو ان امور میں کوئی چیز بھی حاصل نہ ہوتی۔

صفحہ نمبر ۵۲

۴) حد سے زیادہ بہادری اور اس کے متعلقات جیسے کاروائیوں میں جلد بازی یا حماقت یا غلو کا مسئلہ:

کاروائیوں میں جلد بازی کرنا:

جلد بازی کا علاج سمجھانا، نوجوانوں کے ساتھ بیٹھنا، کام کرنے کے عام طریقے کی وضاحت کرنا اور بعض معرکوں میں دشمن کو نڈھال کرنے کے لیے جلد بازی نہ کرنے کی اہمیت بتانا وغیرہ باتیں ہیں ہم ان کو بتائیں گے کہ یہ معاملہ صرف اس شخص کے لیے صحیح ہے جو پہاڑوں کی طرح ثابت قدم ہو اور آرام سے دشمن کے قابو میں نہ آتا ہو البتہ مومن کے لیے مناسب نہیں کہ اس کے جذبات ٹھنڈے ہو جائیں، لازم ہے کہ وہ اللہ کے لیے غضب ناک ہوں اور مکمل طاقت کے ساتھ عزتوں کی دفاع کی خاطر اٹھنے والا ہو لیکن اس کے ساتھ یہ بھی مناسب ہے کہ وہ یہ جانتا ہو کہ اسے اپنے مقصود کو حاصل کرنے کے لیے کب اور کیسے حرکت کرنی ہے؟ اس طرح ہم انہیں اطاعت کی اہمیت بتائیں گے خصوصاً ان امور میں جن کی رازداری کی وجہ سے ان کی حکمت واضح نہیں کی جا سکتی، اس سلسلے میں ہم رسول اللہ ﷺ کی سیرت کے بہت سارے احوال انہیں بتائیں گے (جن میں آپ نے جلد بازی سے کام نہیں لیا تاکہ وہ انہیں سن کر یہ جان لیں) کہ ہم یہ سب کچھ کمزوری یا نرمی وغیرہ کی وجہ سے نہیں کر رہے ہیں وگرنہ تو ہم سرے سے جہاد کا اعلان ہی نہ کرتے اور یہ کہ ہم حسب استطاعت اپنی اصلاح کرتے ہوئے مناسب مقام اور وقت میں ایسے معرکوں کے ذریعے ان کی شجاعت کے جذبوں کی تسکین اور حفاظت کریں گے جو دشمن پر تباہی مسلط کر دیں کیونکہ ہمارا کام جنگ سے بیٹھے ہوئے لوگوں کی طرح نہیں۔

اسی طرح اس قسم کی حد سے زیادہ بہادری کو نفع بخش کاموں میں مصروف رکھ کر بھی ٹھنڈا کیا جا سکتا ہے، لیکن اس کے ساتھ پہلے

صفحہ نمبر ۵۳

اجتماعی کاموں کے نظام میں داخل کسی بھی کام کی اہمیت اور اس میں پختگی پیدا کرنے کے فوائد بیان کرنا ہوں گے اگر چہ دیکھنے والے کو وہ کام حجم کے اعتبار سے کتنا ہی چھوٹا اور غیر اہم کیوں نظر نہ آتا ہو یہ (اہمیت بیان کرنا) بھی ضروری ہے کہ بسا اوقات حد سے زیادہ بہادر لوگوں کی نفسیات پر بڑے کاموں خصوصاً جنگی امور، کو سرانجام دینے کی خواہش سوار ہوتی ہے۔ یہ ایک عمدہ صفت ہے جو عمومی طور پر بلند ہمتی کی دلیل ہے مگر اس کا ایک نقصان یہ ہے کہ اب یہ شخص مذکورہ (بڑے) کاموں (میں لگنے کی وجہ) سے چھوٹے کاموں کو استخفاف کی نظر سے دیکھتا ہے جس کی وجہ سے یہ چھوٹے کام نہیں کرتا یا اگر کرتا بھی ہے تو ان میں پختگی نہیں ہوتی (جان چھڑاتا ہے) نیز اگر ہم ایسے اچھے افراد کو کام کی قیادت سپرد کریں گے جو تمام افراد کے نزدیک قابل اعتماد ہوں تو اتنا ہی ان کے اوامر سے ہٹ کر جلد بازی کرنے والوں کی کمی ہوگی۔

جہاں تک غلو (حد سے زیادتی) کا تعلق ہے تو اس کا بنیادی علاج علم ہے، جتنی نوجوانوں کی علمی صلاحیت مضبوط ہوگی اتنا ہی اس مسئلے پر قابو پایا جا سکے گا کم از کم ایسے علمی اسٹاف کا ہر

علاقے میں موجود ہونا ضروری ہے جو اس مسئلے کا ابتداء میں ہی قلع قمع کر سکیں البتہ جو فرد جلد بازی یا غلو پر مبنی مسائل کو بھڑکاتا رہتا ہو تو اس کو صف سے دور کر دینا چاہیے البتہ اس سے ساتھ تعلق نہیں ختم کیا جائے گا اس کے ساتھ اس کے غلو وغیرہ کے بقدر، مناسب انداز میں رویہ اختیار کیا جائے گا اور اس کو اس طرح کے امور میں شرعی سیاست کے موافق مجموعے کو نقصان پہنچانے سے باز رکھا جائے گا۔

حماقت/ بے وقوف ــــــــ سے بطور فرد جس سے بے وقوفانہ حرکتیں صادر ہوتی ہیں

صفحہ نمبر ۵۴

اور فراست یا قرائن احوال سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا علاج ناممکن ہے تو ایسے شخص کو مکمل طور پر صف سے دور رکھنا چاہیے خصوصاً ''تباہی و بربادی کی قوت'' کے مرحلے میں، کیوں کہ ایسا فرد بسا اوقات بڑے سانحات کا سبب بنتا ہے جن کا نقصان صرف اس مجموعے کے ساتھ خاص نہیں ہوتا جس کو یہ جانتا ہے بلکہ دوسرے کئی مجموعوں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے اور اس کی وجہ سے لاتعداد مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے اس سلسلے میں ہر اس شخص کو تجربات ہوئے ہوں گے جس کا اس قسم کے لوگوں سے واسطہ پڑا ہو چنانچہ بعض بڑی بڑی باتیں جنہیں اخبارات اور میڈیائی ذرائع اٹھاتے ہیں درحقیقت ان کا سبب یہ ہوتا ہے کہ اس طرح کا کوئی بے وقوف (اپنی سوچ اور اندازے کی حد تک) کسی بڑی کاروائی کے لیے منصوبہ سوچتا ہے عموماً وہ کاروائی قابل عمل نہیں ہوتی یہ (بے وقوف) اسے کاغذ پر لکھ کر اپنی الماری میں رکھ دیتا ہے......!! اور چونکہ یہ بہت تعلقات والا اور باتونی ہوتا ہے تو جب تفتیشی اہلکار اس کے گھر تلاشی کے لیے آجاتے ہیں تو وہ کاغذات ان کے ہاتھ لگ جاتے ہیں جن پر خطرناک منصوبہ درج ہوتا ہے اور وہ انہیں لے اڑتے ہیں اور تحقیقات شروع کر دیتے ہیں اور یہ احمق خود دباؤ کے تحت کچھ ایسے غیر مربوط نام بھی بتا دیتا ہے جن کا جہاد سے کوئی تعلق نہیں ہوتا بلکہ بسا اوقات ان کا تعلق عوام سے ہوتا ہے یہ احمق اپنے کثیر تعلقات اور اپنی بہادری کی وجہ سے متعدد جہادی مجموعہ جات کے افراد کو پہچانتا ہے چنانچہ ان کا نام لے لیتا ہے اس طرح یہ سلسلہ ان بعض اسلامی گروپوں کی طرف بھی دراز ہو جاتا ہے جن کا آپس میں کوئی تعلق نہیں ہوتا اور پھر باہمی الزامات اور نئے نت ناخوشگوار حالات سامنے آتے ہیں اور اس طرح اس بے ہودہ بات سے ایک بڑا معاملہ بن جاتا ہے بعض اوقات تفتیشی افسر کو بھی معلوم ہوتا

صفحہ نمبر ۵۵

کہ یہ ایک بے ہودہ معاملہ ہے لیکن اس کی وجہ سے دسیوں افراد عدالتوں کا سامنا کرتے ہیں اور ذرائع ابلاغ (مجاہدین کے خلاف) وہمی اور فرضی قصے اچھالتے رہتے ہیں نتیجتاً جہاد سے تعلق رکھنے والوں کو جیل اور قید کی طویل سزائیں سنائی جاتی ہیں اور عوام اور ایسے افراد کو جن کا عملاً جہاد سے تعلق نہیں ہوتا، کیس اور عدالتوں میں پیشیوں کے عرصے (جو غالباً سال سے زیادہ ہوتا ہے) تک جیلوں میں رہنے اور عدالتوں کی پیشیاں بھگتنے کے بعد بری کر دیا جاتا ہے۔ حالانکہ ریاست کے انسداد دہشت گردی کورٹس اور تفتیشی افسران کے درمیان (اس جیسی صورتحال کے) فیصلے متفقہ طور پر ہوتے ہیں اور اس میں (قید کاٹنے کے بعد حکومت کی طرف سے) براءت کے احکام صرف اس لیے صادر ہوتے ہیں تاکہ یہ کتے لوگوں کو دکھا سکیں کہ ہم بڑے انصاف پسند لوگ ہیں۔ یا کبھی کبھار یہ کورٹس عام عوام اور عملاً جہاد سے تعلق نہ رکھنے والوں کو اس کیس میں غلطی سے یا تفتیشی افسر کے کسی فاسد مقصد کی خاطر قید کی سزا سنا دیتے ہیں۔ یہ سب کچھ اس بے وقوف کے خوابوں کی وجہ سے ہوتا ہے پھر جو بری ہو جاتا ہے یا اس کی سزا میں تخفیف ہو جاتی ہے تو وہ باہر غیر دانستہ طور پر ان (طواغیت) کا آلہ کار بن جاتا ہے۔ (یقیناً ہمیں اس شخص کے (جو آلہ کار بنا ہے) یا اس کے علاوہ کسی بھی فرد کی قید پر خوشی نہیں)

(حماقت کی) ایک صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ کسی احمق سے کہا گیا کہ وہ مخصوص کاغذات اور پیغامات کا مطالعہ کرے اور پھر مطالعہ کے بعد اسے جلا ڈالے لیکن وہ ان کو جلاتا نہیں بلکہ خوب محفوظ کر کے رکھ دیتا ہے، جب اندھا دھند چھاپوں کے دوران اس کے گھر کی چیکنگ ہوتی ہے تو تفتیشی اہلکاروں کی رسائی ان کاغذات تک ہو جاتی ہے پھر بڑے بڑے معاملات کھل جاتے ہیں، اس بات کی حقیقت بہت زیادہ کڑوی ہے۔

جب جیل میں ایسے شخص سے پوچھا جاتا ہے کہ آپ

صفحہ نمبر ۵۶

نے ان کاغذات کو جلایا کیوں نہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہوتا ہے کہ ''میرا جی نہیں چاہا کہ اتنے بڑے مشائخ اور قائدین کے خطوط جلاؤں''

مقصد یہ ہے کہ ایسے لاعلاج بے وقوف کو خصوصی طور پر ''تباہی و بربادی پھیلانے'' کے مرحلے سے دور رکھا جائے۔ میرے بھائی! آپ کو چاہیئے کہ مندرجہ ذیل ابیات کو اچھی طرح یاد کر کے ان سے عملی طور پر استفادہ کریں، یہ آپ کے حق میں اس سے بہتر ہے کہ آپ انہیں ایک ایسے ترانے کے طور پر سنیں جو جیل کی دیواروں کے پیچھے آپ کے ارد گرد موجود بھائی آپ کو سنا رہے ہوں (یعنی جیل جانے سے قبل ہی اس سے عبرت پکڑ کر ایسی حماقتوں سے اپنی حفاظت کیجئے)

لا تصحبن الاحمق	عمائم الشمقمق
عدو سوء عاقل	ولا صديق جاهل
لايحفظ الا سرارا	ولا يخاف عارا
وربما تمطى	فكشف المغطىٰ

وربما نظر — أراد نفعا فاضر

كفعل ذاک الدب — لخله المحب

یروی اولوا الاخبار — الخ الابیات

یعنی پاگل کی طرح خوش ہونے والے احمق کی صحبت مت اختیار کر، بدترین عقل مند دشمن ایسے جاہل دوست سے بہتر ہے جو رازوں کو چھپاتا ہے اور نہ ہی عار سے ڈرتا ہے، جو کبھی کبھار انگڑائی لے کر سب کچھ ظاہر کر لیتا ہے اور کبھی کبھار فائدہ پہنچانے کا ارادہ کر کے نقصان پہنچا دیتا ہے جیسے کہ اس ریچھ نے اپنے دوست کے ساتھ اس طرح کا معاملہ کیا۔

یہ بات تو ''تباہی اور بربادی پھیلانے'' کے مرحلے کے حوالے سے حماقت کے سلسلے میں تھی، البتہ ''پر آشوب حالات کی انتظامیہ'' کے مرحلے میں بے وقوفی کے نقصانات کی تلافی ہو سکتی ہے، بایں طور کے اس طرح کی بیماری میں مبتلا شخص کو اُن بہت سارے کاموں میں شریک کیا جائے جن میں اس کی شرکت انتظامیہ کے افراد یا انتظامی علاقے کے عوام کی تکلیف کا باعث نہ ہو لیکن اس بات سے احتیاط ضروری ہے کہ کہیں ایسا شخص جھانک تھانک کی کوششوں یا ایسے کاموں میں شریک نہ ہو جائے جو اس کے متعلق نہ ہو۔

صفحہ نمبر ۵۷

پانچویں بحث/ خاتمہ: کیا اس سے آسان دیگر حل بھی موجود ہیں؟

کبھی کبھار بعض لوگ پوچھتے ہیں کہ کیا اس مشکل حل کے علاوہ بھی کوئی آسان حل موجود ہے، جس میں خونریزی زیادہ نہ ہو؟ اسی طرح کچھ لوگ تو (ہمارے پیش کردہ) مذکورہ حل کے متعلق شبہات پھیلاتے ہیں، ہم اس اہم خاتمے میں اسی بات کو زیر بحث لائیں گے۔

سب سے پہلے تو میں اس اہم نکتے کی طرف اشارہ کرتا ہوں کہ جو بھی غلط راستہ یا بے ہودہ شبہہ ہو اس کا محض ذہن میں تصور کرنا ہی اس کے فساد کو ظاہر کر دیتا ہے، کسی دلیل کی طرف دیکھنے کی ضرورت بھی محسوس نہیں ہوتی (البتہ اصل تو یہ ہے کہ شرعی دلیل کو دیکھ کر فساد کا حکم لگایا جائے)

بعض لوگ پرامن حل (جیسے انتخابات اور پرامن دعوت پر اکتفاء کرنا) پیش کرتے ہیں، جبکہ اکثریت عقلی طور پر ایسے حل پیش کرتی ہے جن میں اچانک تیز وار کے ذریعے اس انداز میں قوت استعمال کی جائے کہ تھوڑے سے وقت میں سب کچھ (باطل نظام) ختم ہو جائے اور زیادہ خون ریزی بھی نہ ہونے پائے، پھر یہ تیز وار (اپنے منصوبہ سازوں کے نظریے اور طریق کار کے مطابق) دو قسم پر ہیں:

بعض تو فوجی انقلاب کے ذریعے اچانک وار کرنے کی تجویز پیش کرتے ہیں جبکہ دیگر حضرات ایسی طویل پرامن تربیت کے ذریعے وار کرنے کے قائل ہیں جو تربیت طواغیت کی نظروں میں ہو اور اس تربیت کے دوران اسلامی، سیاسی، اقتصادی، علمی، شرعی اور ٹیکنالوجی الخ کے ادارے قائم کیے جائیں پھر اس کے بعد ان اداروں کے ذریعے سے اچانک وار کیا جائے، جبکہ بعض احمق تو یہ کہتے ہیں کہ یہ ضرب (وار) ہماری آنے والی نسل لگائے گی ہم نہیں (مجھے سمجھ نہیں آتی کہ اگلی نسل کیسے قتال کرے گی جبکہ ان کے آباء واجداد کا یہ حال ہے) مقصودی بات یہ ہے کہ ابتداء ہمیں یہ سمجھنا چاہیے کہ درحقیقت

صفحہ نمبر ۵۸

بڑی اور عظیم فتح چھوٹی چھوٹی فتوحات کا نتیجہ ہوتی ہیں، یہ ممکن ہی نہیں کہ فتح وشکست کے میدان میں جیتنے یا ہارنے والے کو اچانک (چھلانگ کے مانند) فتح وشکست کی صورتحال پیش آ جائے، کیوں کہ ایسی اچانک ''چھلانگ'' جس کے مقدمات نہ ہو، کا وجود ہمارے مشائخ (اکابرین) اور (سیاسی مذہبی جماعتوں کے) قائدین کی عقلوں کے سوا (خارج اور نفس الامر میں) کہیں بھی نہیں پایا جاتا (یعنی یہ ایک خیالی پلاؤ ہے) کیوں کہ یہ لوگ اپنے اقوال وافعال اور پروگراموں میں ایک ایسے وار کے لیے مکمل تیاری پر ابھارتے ہیں جو دشمن کی آنکھوں سے مخفی ہو، پھر اس اچانک وار کے ذریعے ہم دشمن کا کام تمام کر دیں گے اور بہت زیادہ خونریزی اور جانی نقصانات سے بچ جائیں گے، ہمارے مشائخ اور اکابرین کو اپنی اس سوچ پر بڑا ناز ہے اور یہ حضرات اسی سوچ کی روشنی میں ''تربیت'' اور ''تیاری'' کے نعروں کے تحت لڑائی سے پیچھے ہٹتے ہیں۔ یہ سوچ مقبول عام ہو رہی ہے کیوں کہ یہ بہت خوبصورت، پرکیف اور نہایت ہی گلابی قسم کا سوچ ہے لیکن اس کے باوجود یہ انتہائی ناقص اور کمزور سوچ ہے البتہ یہ سوچ خوبصورت اور گلابی کیوں نہ ہوگی؟ جبکہ اس سے اسلام پسندوں کو گلاب کے ہاروں میں سجی ہوئی فتح، نصرت، عزت اور ریاست ملے گی اور یہ سوچ گلابی کیوں نہیں ہوگی جبکہ یہ خوابوں کی جنت میں رہنے والوں کے اوہام پر مبنی سوچ ہے اور خواب جب انسان کے ذہن میں حقیقت کے ساتھ خلط ملط ہو جائیں تو پھر ان میں عقلاء اور اذکیاء کی طرح مناقشہ نہیں ہوتا

ہم تباہی اور بربادی کی قوت کے مرحلے سے گزرے بغیر ہی کنٹرول حاصل کرنے کے بلند وبالا رتبیوں کے متعلق خواب دیکھتے ہیں، حالانکہ ''تباہی وبربادی کی قوت'' کے مرحلے میں تو ایسے حالات وقوع پذیر ہوتے ہیں جن کا ذکر ان دو آیتوں میں واضح الفاظ میں کیا گیا اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ''ان تکونوا تالمون فانهم یالمون کما تالمون''

صفحہ نمبر ۵۹

یعنی اگر تمہیں تکلیف پہنچتی ہے تو انہیں بھی ایسے ہی تکلیف پہنچتی ہے جیسے تمہیں ہیں اور ''یقاتلون فی سبیل الله فیقتلون ویقتلون'' یعنی وہ اللہ کی راہ میں قتال کریں گے پس (کفار کو) قتل کریں گے اور خود بھی شہید ہوں گے۔ جبکہ اس ''تباہی وبربادی'' کے مرحلے کے بغیر ''کنٹرول'' کے مرحلے میں پہنچنا ممکن ہی نہیں، کیوں کہ یہ ایک جداگانہ لنگڑی سوچ اور فاسد

فیصلہ ہے۔ اور یہ جو ہم اپنے مشائخ اور اکابرین سے حکومت میں باریوں اور سیاست میں مختلف ہتھکنڈوں کے جواز اور حملہ آور جہاد (اقدامی جہاد) کے عدم جواز اور اسلامی ریاست میں کفار کو سیاسی، عسکری اور عدالتی مناصب کی فراہمی کے جواز کے متعلق سنتے ہیں تو درحقیقت یہ سب کچھ اسی فاسد خواب پر مبنی ہے جو مختلف متضاد افکار کے باہمی ملاپ اور امتزاج سے وجود میں آیا ہے۔

اس کی وضاحت یہ ہے کہ ہماری زمینی صورتحال مختلف شیطانی عوامل کی وجہ سے شرور سے پر ہے اور اسلامی امیدیں ضائع ہو چکی ہیں، تو جب کوئی شیخ اس صورت حال سے اس ترکیب (یعنی "تباہی و بربادی" کا مرحلہ طے کئے بغیر کنٹرول حاصل کرنے کا خواب) کے ذریعے فقہی احکام کے موافق نمٹنا چاہے تو اس زمینی صورتحال کی روشنی میں اس کا طریق کار اسے اس حالت پر لا کھڑا کر دیتا ہے کہ وہ سلف کی بہت سی تشدیدات (سخت گیریوں) سے دستبردار ہو کر خلف (متاخرین) کے انحرافات جنہیں یہ لوگ اعتدال کہتے ہیں، اختیار کر لیتا ہے۔ یہ سب کچھ اس وجہ سے ہوتا ہے کہ یہ حضرات کنٹرول حاصل کرنے کے لیے مناسب پلیٹ فارم تیار کیے بغیر کنٹرول حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ واضح رہے کہ کنٹرول کا مناسب پلیٹ فارم "تباہی و بربادی" کے مرحلے کے ذریعے سے ہی حاصل ہوگا۔" مقالات بين منهجين للشيخ عمر محمود أبو عمر فك الله أسره.

صفحہ نمبر ٦٠

یہ بھی واضح رہے کہ بنیادی تبدیلی کی وہ تحریک جو ہمارا مقصد ہے اور جس کے بہترین طریقے کو ہم نے واضح کیا ہے اس کے مرحلہ وار نتائج پر کوئی حکم لگانا مشکل ہے، کیوں کہ یہ ایک لمبی تحریک ہوتی ہے جس میں زندگی کے تمام عناصر موجود ہوتے ہیں (یہ انسان کی زندگی میں مشکل ترین سوال ہے اور انسان کو اپنی زندگی میں پیش آنے والی نقل و حرکت کی مشکل ترین گھاٹی ہے کیوں کہ انقلابی تحریک میں زندگی بالکل ہی الٹ پلٹ جاتی ہے یہاں تک کہ انسان کو یہ گمان ہوتا ہے کہ وہ ایسی مسلسل لہروں کی زد میں ہے، جن میں وہ اچھی طرح تمیز یا جدائی نہیں کر سکتا۔ اور حقیقت بھی یہی ہوتی ہے کیوں کہ گردش زمانہ کے رنگ آپس میں متداخل (ظاہراً ایک جیسے) ہونے کے باوجود متباین ہوتے ہیں) تو ہماری ناقص عقلیں کیسے ہر چیز کا ادراک کر سکتی ہیں؟ اور مرحلہ وار نتائج کو سمجھ سکتی ہیں؟ (مسلمان غیب کا علم نہیں جانتا لیکن اگر ہم میں سے کوئی زندہ رہے اور آخری پھل (تحریک کا ثمرہ اور نتیجہ) ایسے لوگوں کے دامن میں گرتا دیکھے جن پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہے تو اس کو ادراک ہو جائے گا کہ اہل توحید و جہاد کی کوئی بھی نقل و حرکت آخری عمارت کی ایک اینٹ ہی ہوتی ہے: ولو كنت أعلم الغيب لاستكثرت من الخير وما مسني السوء۔ یعنی اگر میں غیب کا علم جانتا تو میں اپنے لیے ڈھیروں بھلائیاں جمع کر لیتا اور مجھے کوئی ناگوار معاملہ بھی پیش نہ آتا......)" مقالات بين منهجين للشيخ عمر محمود أبو عمر فك الله أسره. لہٰذا ہمارے اوپر صرف شرعی اوامر کی پابندی اور حسب استطاعت جائز اسباب اختیار کرنا لازم ہے، ہمیں اللہ کی مدد اور تمکین کے وعدے کا انتظار ہے جب تک ہم ثابت قدم رہیں اور تبدیل نہ ہو جائیں۔

کوئی کہہ سکتا ہے کہ ہم آپ کے گزشتہ طریقے اور تحقیق .

صفحہ نمبر ٦١

میں پیش کردہ حل پر عمل کر بھی لیں تو معاملہ آپ پر الٹ جائے گا یعنی آپ کے پیش کردہ حل کا محض ذہن میں تصور کرنا ہی اس کی ناکامی کو ثابت کرتا ہے۔ میں اس کے جواب میں یہ کہتا ہوں کہ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ (ہمارے بتلائے ہوئے حل کے علاوہ) مسئلے کے دیگر حلوں کا محض ذہن میں تصور کرنا (جیسا کہ ہم مزید تفصیل بیان کریں گے) ہی عقلی طور پر ان کے فساد کو ظاہر کر دیتا ہے (یعنی ہمارے بتلائے ہوئے حل کے علاوہ اور کوئی بھی حل کارگر نہیں)

مزید برآں یہ (دیگر) حل اپنی بہت ساری جزئیات میں شرعی اوامر کے مخالف ہیں جبکہ (ہمارے تجویز کردہ) مثالی جہادی حل کے فساد پر کوئی بھی شخص ایسی شرعی دلیل پیش نہیں کر سکتا جو قابل التفات ہو، بالخصوص جبکہ ہم یہ نہیں کہتے کہ یہ بھی دیگر حلوں کی طرح ایک حل ہے بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ ایک شرعی فریضہ ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ مسلمانوں اور غیر مسلموں کے موجودہ اور گزشتہ تاریخی تجربات نے ہمارے پیش کردہ حل کی کامیابی کو ثابت کیا ہے (کیونکہ لفظ ریاست ایک تکوینی لفظ ہے تمام ریاستیں حتی کہ جمہوری ریاستیں بھی خون کے سمندروں سے گزرنے کے بعد قائم ہوئی ہیں)، بلکہ اس جیسے (مماثل) تاریخی حالات کے پیش نظر اس حل کا ہر مرحلہ دوسرے مرحلے کی تائید کرتا ہے، یہ کوئی ذہنی اختراع نہیں۔

گزشتہ صورت حال میں جو بھی ناکامی واقع ہوتی ہیں وہ تکوینی اور شرعی اسباب کے استعمال کرنے میں کوتاہیوں کی بناء پر ہوتی ہیں، جس کی وجہ سے اس صورتحال میں پسپائی واقع ہو جاتی ہے، لیکن حل میں فی نفسہ کوئی کمی کوتاہی نہیں ہوتی کیوں کہ یہ حل تو ایک شرعی فریضہ ہے جیسا کہ میں نے کہا ہے۔ زیادہ تر اسلامی تحریکیں اس حل کو مستبعد (دوراز امکان) سمجھتی ہیں کیوں کہ یہ ایک پرمشقت حل ہے، اور ابتداء میں اس حل کو اختیار کرنے کا

صفحہ نمبر ٦٢

فیصلہ کم ہی افراد کر سکتے ہیں، لیکن یہ لوگ (سیاسی مذہبی جماعتیں وغیرہ) اس بات کا اعتراف تو نہیں کرتے البتہ ایسے دلائل ضرور پیش کرتے ہیں جن کی اللہ تعالیٰ کے کلام سے تائید نہیں ہوتی یا بسا اوقات دھوکہ دہی پر مبنی نعرے لگاتے ہیں، ان تحریکوں کے لیے مناسب یہی تھا کہ جھوٹ اور شکست دونوں کو یکجا نہ کرتیں، اگر یہ لوگ اپنے ساتھ بھی سچے ہوتے تو یہ کہتے کہ "کہ راستہ طویل اور پرخار ہے اور ان انگاروں پر ہمارے پاؤں نہیں چل سکتے" اس لیے ہمارا بحران (افسوس سے) درحقیقت سچائی کا بحران ہے

میں نے سیاسی تحقیقات کے ایک ماہر (جو مصر میں ۹۰ کی آزمائشوں میں پرامن تحریک کی طرف چلے گئے تھے) کا مقالہ دیکھا جس میں اس نے جہادی تحریکات کی طرف سے



عسکریت کی طرف دعوت دینے پر رد کیا تھا (کیوں کہ اجمالی طور پر اس کی نظر میں اسلامی تحریک دعوتی تحریک کا نام تھا) تو میں نے کہا کہ کیا رسول اللہ ﷺ (میرے ماں باپ ان پر قربان ہوں)
نے اپنے صحابہ کو عسکریت پسند نہیں بنایا تھا؟ رسول اللہ ﷺ سے زیادہ تکوینی اور شرعی قوانین کو کون جانتا تھا؟ (کیسے تسلیم کیا جائے کہ) رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو عسکریت پسندی نہیں سکھائی
جبکہ صحیح مسلم کی حدیث قدسی میں آتا ہے "قاتل بمن أطاعك من عصاك" یعنی اپنے فرمانبرداروں کے ذریعے نافرمانوں سے قتال کیجیے۔ صحابہ کرام کے جو افراد (جیسے حضرت مصعب
حضرت معاذ اور قراء کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) آج اصطلاحی معنی میں مبلغین اور دعاۃ کے نام سے معروف ہیں درحقیقت یہ سب مجاہد تھے چنانچہ یہی مبلغین، مجاہدین شہداء کی فہرست میں
بھی شامل ہیں، اکثر صحابہ کرام چونکہ مجاہد تھے

صفحہ نمبر ٦٣

اس لیے ہم انہیں اس اعتبار سے (اللہ کی طرف بلانے والے) بہترین داعی کہہ سکتے ہیں کہ اقدامی جہاد دور دراز اقوام تک دعوت پھیلانے کا ذریعہ ہے اسی طرح دفاعی جہاد اپنی قوم
کے افراد کو کفار، مرتدین اور ان کے بے حیائی کے طوفان (جو دعوت کے اثر کو ختم کر دیتا ہے) سے چھڑا کر دعوت کو آزاد کرنے کا ذریعہ ہے۔
اسلام کیا ہے؟ بہترین دین ہے جو فطری اسباب کے موافق ہے کاش ہم اس بات کو سمجھیں۔ ابتدائی مراحل میں دعوتی کام کا مقصد ممتاز (اعلیٰ صلاحیت کی حامل) اقلیت کو اپنی طرف
کھینچنا ہے جہاں تک بکثرت عامۃ الناس کا اس دعوت کو قبول کرنے کا تعلق ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصرت، فتح اور کنٹرول کے بعد ہی ہوگا، اس کی وجہ یہ ہے کہ جب لوگ داعیوں کے
سامنے خاموشی اختیار کر لیں گے تو دعوت ان کے دلوں میں اتر جائے گی، کیا آپ کو معلوم نہیں کہ جنات کی جماعت نے جب قرآن کریم کو غور سے سنا اور اس کے سامنے خاموشی اختیار کی تو انہوں
نے نہ صرف دعوت کو قبول کیا بلکہ اپنی قوم کے لیے داعی اور منذر (ڈرانے والے) بھی بن کر لوٹے۔ یہی وجہ ہے کہ طواغیت لوگوں کو دعوت کے سننے سے روکنے کے لیے کئی قسم کے ایسے نت نئے
منصوبے آئے دن سامنے لاتے ہیں جو خواہشات کو بھڑکاتے ہیں تاکہ لوگ ان میں محو رہیں اور حق کی دعوت قبول نہ کریں، اس وجہ سے مجھے ایک سچے داعی کی اس بات پر حیرت نہیں ہوتی جو کہا
کرتا تھا کہ "میں ایک سال میں جو محنت کر لیتا ہوں اس پر ایک ڈانسر لڑکی کے ٹیلی ویژن پر جلوہ دکھانے سے پانی پھر جاتا ہے، اسلیئے اللہ کا محکم دین جس پر باطل غالب نہیں آ سکتا، ہمیں ایسے
احکام نہیں دیتا جن پر نتائج مرتب نہ ہوں، چنانچہ شریعت ہمیں لوگوں کے استجابت کو آسان بنانے کے لیے اولاً ان رکاوٹوں اور غفلت انگیز چیزوں کے ہٹانے کا حکم دیتی ہے جو دعوت کی راہ میں
حائل ہوں۔

صفحہ نمبر ٦٤

رسول اللہ ﷺ کے حصے میں جس قدر استجابت آئی (یعنی ان کی دعوت پر جس قدر لبیک کہا گیا اور اسے دل و جان سے قبول کیا گیا) وہ آج کے دور کے کسی بھی انسان یا داعی کی
استجابت سے بڑھ کر ہے، کافر شخص محض آپ کا چہرہ انور دیکھنے سے ہی پکار اٹھتا کہ یہ جھوٹے شخص کا چہرہ نہیں ہو سکتا اور ایمان لے آتا، اور اس کے ساتھ رسول اللہ ﷺ وحی کی تائید اور نصرت سے
کفار کے شبہات کا ایسے بہترین اور بلیغ انداز میں جواب دیتے جنہیں وہ لوگ اچھی طرح سمجھتے کیوں کہ وہ عربی زبان کے مدلولات اور معانی سے خوب واقف تھے اور آپ علیہ السلام کا مقابلہ
ایسے کفار کے ساتھ تھا جن کا اگر موجودہ دور کے بعض اذھان کے ساتھ موازنہ کیا جائے تو ان کے لیے نسبتاً جلد استجابت ممکن تھی چنانچہ اگر کسی شخص سے کہہ دیا جاتا: "أم خلقوا من غير شيء
أم هم الخالقون" یعنی یہ (بت وغیرہ) بغیر کسی خالق کے پیدا ہوئے ہیں یا یہ خود خالق ہیں" اور وہ اپنے پتھر سے بنے ہوئے بت کو دیکھتا تو اس کے لیے استجابت آسان تھی لیکن اس کے باوجود
لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کی استجابت نہیں کی اور آپ کے پاس لوگوں کی کثیر تعداد جمع نہ ہو سکی لیکن جب رسول اللہ ﷺ نے اس کم عدد کو ساتھ لے کر تلواریں سونت کر انہیں دعوت دی تو ان سب
نے استجابت کی، تو ہماری کیا مجال ہے جب کہ رسول اللہ ﷺ بھی ہم میں نہیں ہے، آپ کے صحابہ بھی ہمارے پاس نہیں ہیں اور ہمیں ایک ایسے فکری ارتداد کا سامنا ہے جس (کے شکار لوگ) بزعم
خود مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں تو اس صورت میں یقیناً استجابت معدوم ہوگی، اسی طرح ہمیں ایسے ادیان (جمہوریت وغیرہ) اور کفریہ افکار کا سامنا ہے جن کا مدعیٰ یہ ہے کہ اسلام ان ادیان
و افکار کو نہ صرف جائز قرار دیتا ہے بلکہ یہ ادیان و افکار درحقیقت موجودہ انسانیت کے فکری عروج کی آخری حد ہیں، دشمن ہمارے اور لوگوں کے درمیان خوفناک

صفحہ نمبر ٦٥

خلیج پیدا کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ یہی تو مرورِ زمانہ کے ساتھ کفار کا وطیرہ رہا ہے تو ایسی صورت حال میں ہمارا کیا خیال ہے کہ استجابت، اکثریت کا حصول اور اقلیت کی حفاظت
ممکن ہو سکے گی

جو لوگ طواغیت کے زیر سایہ ادارے بنا کر ترقی کرنا چاہتے ہیں وہ یا تو بھول رہے ہیں یا بتکلف بھلانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ طواغیت تو باہم ایک دوسرے کو ہی تجربات
ٹرانسفر / منتقل کرتے ہیں تو جب وہ ان ربڑ سٹیمپ پارلیمانوں میں ایسے لوگوں کو رکنیت کی اجازت نہیں دیتے جن کی کوئی قیمت نہیں ہوتی تو وہ اپنی ناک کے نیچے ایسے اداروں اور نوجوانوں کے
افرادی قوت کو پنپنے کی کیسے اجازت دیں گے؟ بلکہ طاغوت کے سامنے اس بات میں کیا رکاوٹ ہے کہ وہ ایک عرصہ بعد حکومتی (طاغوتی) نظام کو گرانے کی کوششوں میں مصروف عمل ان اداروں
کے اثاثہ جات وغیرہ کو ہڑپ کر کے بغیر کسی جھجک اور حیاء کے اسے فخریہ انداز میں فلسطین اور چیچنیا کے لیے چندہ جمع کرنے کی مہم قرار دے اور رہی سہی قوت جس کی کوئی وقعت نہیں ہوگی، کو (کسی
نظری اور قتالی منہج اور نظریے کے بغیر) خواہشات کے غلام بنا کر چھوڑ دے تاکہ وہ اسے ہڑپ کر لے؟ چنانچہ ان کے بعد جب نئی نسل آئے گی تو وہ نئے سرے سے اسی خالی دائرے میں گھومتی
رہے گی ان کے سامنے جہاد کرنے کا کوئی عملی نمونہ نہیں گا (اور جب صورتحال یہ ہوگی) تو وہ کیسے جہاد کریں گے جیسا کہ بعض لوگ خواب دیکھتے ہیں؟ اور یہ بھی اس صورت میں ہوگا جب اگلی نسل

بچلوں کی پیروکار ہوگی۔۔۔۔!

اس لیے جب آپ ان لوگوں کی طرف سے جہاد کے لیے وقت مقرر کرنے کے اعلانات سنیں گے تو اس وقت آپ عجیب وغریب باتیں سنیں گے کیوں کہ یہ لوگ ایک ایسے مرحلے میں جہاد (شروع کرنے) کی منصوبہ بندی کرتے ہیں جس مرحلے کا وجود اس سے قبل قتال کے بغیر ایک حد تک ممتنع ہے یہ لوگ اگر اس حقیقت کو سمجھے تو یہ ان کی بری روش اور جہاد سے بیٹھ جانے کو اچھا سمجھنے کے غلط طریقہ کار کی وضاحت کے لیے کافی ہے کیونکہ اس سے ان کو یہ بات معلوم ہو جائے گی کہ وہ دن ہرگز نہیں آئے گا کہ جس دن یہ لوگ جہاد کریں گے۔

یہ حل (ادارے وغیرہ بنانا) کچھ معمولی فرج۔ کے دنیاوی منافع جیسے فلاحی اداروں کا طواغیت کے زیر سرپرستی باقی رہنا اور پھر ہزاروں لاکھوں روپے کے چندے حاصل کرنے کے لیے پیش کیلئے جاتے ہیں کیونکہ یہ چندہ عام حالات میں تو مل سکتا ہے لیکن سختیوں مصائب اور تکالیف میں نہیں مل سکتا۔ ان (فاسد) حلوں کا نتیجہ ان دنوں مسلمانوں کے دلوں میں بھڑکنے والے ایمانی شعلے اور بہادری کے چنگاریوں کو بجھانا ہے۔ یہ ایام ہمارے لیے ایسی فرصت ہے جو طویل زمانے بعد ہی پیدا ہوتی ہے اور اگر ان لمحات میں اگلی نسل بھی اسی روش پر چل پڑیں جس کا ہم نے تذکرہ کیا (یعنی ادارے وغیرہ بنانا) تو وہ نسل ہم پر کام کے ضائع کرنے کی وجہ سے لعنتیں بھیجے گی۔ یہ ایک ایسی فرصت ہے کہ اگر ہم نے اسے ضائع کر لیا تو ہماری اگلی نسل طاغوتی، قانونی عدالتوں سے اپنے فیصلے کرنے پر مجبور ہو جائے گی اور طرح طرح کی شہوت انگیز زندگی میں گرفتار ہو جائے گی جس سے چھوٹے بڑے طواغیت کیلئے کا راستہ ہموار ہو جائے گا اور پھر (بعید نہیں کہ) اس نسل کی اکثریت کی موت بھی فسق وفجور اور کفر کی بدترین صورت میں (دنیاوی احکام سے قطع نظر) واقع ہو، البتہ اگر اس جنگ میں پوری امت اول تا آخر فنا ہو جائے

صفحہ نمبر ۶۷

تو یہ سب اصحاب الأخدود (خندق والوں) کی طرح شہداء ہوں گے جو کہ بے شک دو کامیابیوں میں سے ایک کامیابی ہے جیسا کہ شیخ سلیمان بن سحمان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اگر شہر اور شہروں اور دیہاتوں کے تمام لوگ لڑ پڑیں حتی کہ تمام لوگ ختم ہو جائیں تو یہ اس سے بہتر ہے کہ لوگ زمین میں کوئی طاغوت نصب کرے جو جناب رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کے خلاف فیصلے کرے"

طواغیت نوجوانوں اور تحریکات کو خریدنے، جہاد (کے جذبے) کو بجھانے، امت کو ذلیل کرنے اور اس کے اموال کو دائمی طور پر لوٹنے کے لیے سازشیں کر رہے ہیں اور منصوبے بنا رہے ہیں اس لیے ہم پر لازم ہے کہ ہم تمام لوگوں کو معرکے کی طرف کھینچ لائیں تا کہ زندہ رہنے والا دلیل پر زندہ رہے اور ہلاک ہونے والا دلیل (قائم ہونے) پر ہلاک ہو جائے

ہمارے اوپر لازم ہے کہ ہم تمام عوام، تحریکات اور پارٹیوں کو اس معرکے میں کھینچ لائیں اور تمام کے سروں پر (مذاکرات کے ذریعے امت کے مسائل حل کرنے کی) میزائلیں اور ہمارے گروہوں کے باہمی اتحاد، ان کے پھیلاؤ کے بہترین تنظیم وتنسیق اور ہماری ایک دوسرے سے وفاداری اور دنیا کے کونے کونے میں ایک دوسرے کی مدد ونصرت، جب کہ دشمنوں کے درمیان افتراق اور ان کے مقاصد کا باہمی اختلاف ہمیں اللہ ہی کے اذن سے ایسی واحد قوت بنا دیں گے جو اسلامی احکامات کے نفاذ، اپنے اور انسانیت کے ان حقوق کے حصول پر قادر ہوگی جن سے کافر اور مرتد طواغیت کھیلتے رہتے ہیں پس ہمارے اوپر لازم ہے کہ ہم طواغیت کے پاؤں کے نیچے زمین کو آگ کا بھگولا بنا دیں تا کہ ان کی زندگی توحید اور مظلوموں کے ساتھ انصاف کے بغیر ختم ہو جائے یا پھر ہم مر جائیں۔

صفحہ نمبر ۶۸

جن لوگوں کو ان کی قیادت نے تھکا دیا ہے اور موجودہ شیطانی ثقافت کو دیکھتے ہوئے (اس سے مرعوب ہو کر) ان کے بیمار اذہان ان کو یہ تصور فراہم کرتے ہیں کہ آنے والی اسلامی ریاست وہی ریاست ہوگی جس کی اقوام متحدہ میں نمائندگی ہوگی اور وہ اپنے پڑوسیوں کے ساتھ مفادات کے تبادلے کی بنیاد پر بنے گی۔

تو درحقیقت (یہ سوچ صحیح نہیں کیوں کہ) اسلامی ریاست ان سب کے کھنڈرات پر قائم ہوگی اور ہم اللہ تعالیٰ کے فضل سے شرعی اور تکوینی اسباب کو سب سے زیادہ جانتے ہیں، ہم امید رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی رحمت میں ڈھانپ لے گا اور اپنی مہربانی سے ہماری نگہبانی فرمائے گا یہاں تک کہ ہم اپنی اُن امیدوں تک پہنچ جائیں جو کہ برحق اور سچا وعدہ ہے۔ (یہ اللہ تعالیٰ کے وعدے ہیں جو یقیناً پورے ہوں گے، اگر ہم میں سے بعض (شہید ہونے کی وجہ سے) ان کو نہ دیکھ سکیں تو جو لوگ استقامت اختیار کر کے اس راستے پر چلتے رہیں گے اور زمانہ اور گردش دوران سے کمزور نہیں پڑیں گے بلکہ اس کی وجہ سے ان کا ایمان مزید مضبوط ہوتا جائیگا کہ مصائب اور مشکلات کی شدت تو راستے کی حقانیت کی دلیل ہے تو یقیناً ایسے لوگ ان وعدوں کو پورا ہوتا دیکھیں گے۔)

(فوجی انقلاب) ایک حل رہ گیا جو کبھی ایک طرح جزوی طور پر کامیاب ہو جاتا ہے (جزوی اس لیے) کہ اس کے عناصر ناقص ہوتے ہیں، جن سے ایسے ناقص نتائج نکلتے ہیں جن کو دوبارہ پلٹنے میں دیر نہیں لگتی، اس حل کو ہماری نقل وحرکت کے تکمیلی جزء کے طور پر تو اختیار کیا جا سکتا ہے البتہ اس پر اسلامی ریاست کی بنیاد نہیں کھڑی کی جا سکتی جیسے کہ اللہ تعالیٰ کے صالح بندے حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ یہی بات اسود عنسی کے مقابلے کے وقت پیش آئی۔

صفحہ نمبر ۶۹

یہ فوجی انقلاب کا حل ہے، جی ہاں! یہ حل کچھ (تکوینی اور شرعی) اسباب سے استفادہ کرنے کی بناء پر بطور افراد اپنے سرانجام دینے والوں کے لیے ریاست کے قیام کا سبب بن جاتا ہے۔ لیکن ایسی ریاست کا مکمل اسلامی ریاست کے طور پر برقرار رہنا مشکل ہے الا یہ کہ یہ حل (فوجی انقلاب) سابقہ تحقیق میں پیش کردہ بہترین اور کامل حل کے منصوبے کے ایک جز کے طور پر

ہو(تو اس صورت میں مکمل اسلامی ریاست قائم ہو کر برقرار رہ سکتی ہے) جیسا کہ حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحریک کا ایک جز تھی نقل و حرکت کا بنیادی ستون نہیں تھی۔

شیخ عبداللہ عزام فرماتے ہیں "جو لوگ یہ انتظار کر رہے ہیں کہ مٹھی بھر (فوجی) افسران کا گروہ ان کے لیے اللہ کا دین روئے زمین پر نافذ کر دے گا اور یہ افسران ایک ایسے معرکے کے بعد جس میں نہ آلام و مصائب ہوں اور نہ ہی تکالیف (جبکہ اس مرحلے سے پہلے کتمان حق (حق چھپانا) مداہنت (احکام دین میں کمزور پڑنا) اور راز داری کا مرحلہ واقع ہوا ہوگا) ذرائع ابلاغ پر پہلے اعلان کے ذریعے سے ہی لوگوں کو اوامر دینا شروع کر دیں گے تو درحقیقت ان لوگوں کا خیال یہ ہے کہ معاشروں کا قیام (وجود میں آنا) نفوس اور اشخاص کی تبدیلی ارواح کی تعمیر اور ان کو جلا بخشنا اتنی آسانی اور سستی قربانی سے ممکن ہے، اللہ تعالیٰ کی مدد طویل آزمائشوں کے بعد ہی آتی ہے: أم حسبتم أن تدخلوا الجنة ولما يأتكم مثل الذين خلوا من قبلكم مستهم البأساء والضرآء وزلزلوا حتى يقول الرسول والذين آمنوا معه متىٰ نصر الله ألا ان نصر الله قريب:

یعنی تمہارا کیا خیال ہے تم (یوں ہی) جنت میں چلے جاؤ گے؟ حالانکہ اب تک تمہیں ان آزمائشوں کا سامنا نہیں کرنا پڑا

صفحہ نمبر ۷۰

جو پہلے لوگوں کو پیش آئے تھے ان کو جانی مالی نقصانات کا سامنا کرنا پڑا، انہیں جھنجوڑا گیا یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ اور ایمان والوں کو کہنا پڑا کہ اللہ کی مدد کب آئے گی؟ سنو اللہ کی مدد قریب ہے

پس جو لوگ اس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ مدارس و دفاتر میں اپنی نشستوں پر بیٹھ کر ان پر اللہ تعالیٰ کی مدد نازل ہو تو درحقیقت ایسے لوگ معاشروں (میں انقلاب) کے حوالے سے اللہ کی سنت کو سمجھتے ہیں اور نہ ہی دعوت کے سلسلے میں اللہ کے قانون سے باخبر ہیں۔ مجھ سے ایک داعی (مبلغ) نے کہا: کہ میں نے دو سال ایک دفتر میں ایک دوسرے ملازم کے ساتھ گزارے لیکن وہ ملازم ان دو سالوں میں میرے موقف سے آگاہ نہ ہو سکا تو میں نے اسے کہا کہ مطلب یہ ہوا کہ آپ نے ان دو سالوں میں اس حق کے متعلق ایک لفظ بھی نہیں کہا جو آپ کے سینے میں ہے! آپ بتائیں کہ اگر صحابہ کرام یہ طریقہ استعمال کرتے جو آج کل کے بہت سارے مخفی داعیوں نے اختیار کیا ہے تو کیا خیال ہے اسلام مکہ کے حدود سے باہر نکل سکتا؟!

اگر حضرت بلال خاموش ہو جاتے، حضرت یاسر اور حضرت سمیہ (ورغلانے) کا مظاہرہ کرتے (ہوئے ظاہراً کفار کی بات مان لیتے) حضرت عثمان بن مظعون بظاہر صلح کر لیتے اور حضرت ابوبکر، ابن الدغنہ (جس نے انہیں پناہ دی تھی) کی یہ شرط مان لیتے کہ بلند آواز سے تلاوت نہ کریں کیوں کہ مکہ اور قریش کے نوجوان آپ کی تلاوت سے متاثر ہوتے ہیں تو اگر یہ حضرات جاہلیت کی کش[illegible]دسری کے سامنے خاموشی اختیار کر لیتے تو ممکن ہی نہ تھا کہ اسلام بطحاءِ مکہ سے نکل کر حرور آء تک ہی پہنچ جاتا، یقیناً حضرت بلال کی احد احد پر حرکت کرتی انگشت شہادت کفر کے ایوانوں کے تہہ میں زلزلہ برپا کرتا تھا

صفحہ نمبر ۷۱

اور گویا کہ جاہلیت کے درخت کی جڑوں کو ہلا ڈالتا تھا۔ عقل کی آواز تو یہ کہتی ہے کہ اے بلال! امیہ بن خلف کو دھوکہ دے کر کہہ دے کہ میں لات اور عزیٰ کے پجاریوں کے دین پر ہوں اور رات کو اپنے حقیقی قائد آقا اور راہنما حضرت محمد ﷺ کے پاس آکر ان سے کہو میں نے امیہ کو دھوکہ دے کر گویا کہ اس کا مذاق اڑایا چنانچہ اس نے مجھے اپنا ساتھی سمجھ کر چھوڑ دیا لیکن دعوتیں اس طرح کی چالاکیوں اور سیاسی (مکر فریب) کے بل بوتے پر کامیاب نہیں ہوتیں بلکہ جب دعوتوں کو خون سے سیراب نہ کیا جائے اور ان کی عمارتوں کو کھوپڑیوں اور کٹی پھٹی لاشوں پر تعمیر نہ کیا جائے تو ایسی دعوتیں ختم ہو کر ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے۔

جہالت کے ظلم پر طویل صبر کرنا اور (دل کی) گہرائیوں سے نکلنے والی گرم آہوں کو دبانا اور سینوں سے نکلتی سسکیوں اور آہوں کو سینوں ہی میں دفن کر دینا، ان باتوں کو تو بعض لوگ دعوت کے لیے مفید سمجھتے ہیں لیکن ان کو اس بات کا ادراک نہیں کہ درحقیقت یہی بات سم (زہر) قاتل ہے خصوصاً جبکہ اس کے ساتھ جزع فزع اور ہوس کی حد تک پہنچتا ہوا احتیاط اور ایسی تباہ کن بزدلی بھی ہو جو آہستہ آہستہ تدریجی موت تک پہنچاتی ہو۔

غیرت پہلے مرحلے میں دبائی جاتی ہے پھر وہ ماند اور کمزور پڑ کر مر جاتی ہے تو جب غیرت مر جاتی ہے تو انسان ایک ایسا بے جان جسم بن جاتا ہے جو برائی کو برائی اور نیکی کو نیکی نہیں سمجھتا پھر انسان کی مثال ایسے ہو جاتی ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ کسی دن اس کے چہرے کا رنگ اللہ کی خاطر غصے میں آکر متغیر نہیں ہوتا۔

یری الجبناء ان الجبن حزم ‏ ‏ ‏ ‏ وتلک خدیعة الطبع اللئیم

بزدل یہ سمجھتے ہے کہ بزدلی احتیاط ہے حالانکہ یہ کمینے مزاج کا دھوکہ ہے۔

صفحہ نمبر ۷۲

قاتل راز داری کے ساتھ کفر پر طویل عرصے تک صبر کرنا دن بدن انسان کو سرکش جاہلیت سے مانوس کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ ایک دن انسان کو اس جاہلیت سے ایسی الفت ہو جاتی ہے جو غیرت کو مسخ کر دیتی ہے اور نظریات کو تبدیل کر دیتی ہے

رسول اللہ کی دعوت میں راز داری بہت کم مدت کے لیے تھی اور پھر جلد ہی اعلان کی صورت اختیار کر گئی، راز داری اور احتیاط ضروری ہے لیکن (اُس وقت) جب انسان جہاد کے لیے

بھی نکلتا ہو(یاایھا الذین آمنوا خذوا حذرکم یعنی احتیاط کرتے ہوئے جہاد کے لیے نکل کھڑے ہوں) ایسی رازداری اور احتیاط (شرعاً مقصود) نہیں جس سے انسان (ذہنی طور پر) مفلوج ہو کر موت سے کانپنے لگے۔

معرکہ اور جہاد فی سبیل اللہ ہی قربانیوں کے ذریعے قیادتوں اور رجال کو جنم دیتا ہے، مسلمانوں میں حضرت ابوبکرؓ کی قدر و منزلت (بایں طور کہ خلافت کے لیے ان کا انتخاب ایک اجماع کی صورت میں ہوا تھا) اتفاقی طور پر یا اچانک نہیں تھی بلکہ حوادث نے حضرت ابوبکر کو نمایاں کیا تھا اور قربانیوں نے انہیں ممتاز اور یکتا بنایا تھا اور مصائب اور شدائد نے ان کو بلند کیا تھا چنانچہ غزوۂ تبوک کے موقع پر جب حضرت عمرؓ اپنا آدھا مال لے کر حاضر ہوئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا پورا مال لے کر آئے اور جب آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ اے ابوبکر! گھر والوں کے لیے کیا چھوڑ کر آئے ہو؟ تو انہوں نے جواباً فرمایا: کہ میں نے اللہ اور اس کے رسول کا نام چھوڑا ہے تو اس وقت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جب بھی کسی مسئلہ میں میرا اور ابوبکر کا مقابلہ ہوا ہے تو حضرت ابوبکرؓ مجھ سے بازی لے گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کسی پروپیگنڈا انتخابی مہم کی ضرورت تھی اور نہ ہی انہیں امیدواروں کے لسٹ میں شامل ہونے کی حاجت تھی۔

صفحہ نمبر ۷۳

کیونکہ ان کا مرتبہ مشن اور طویل (صبر آزما) راستوں (پر چلنے) کے دوران (ثابت قدمی کی صورت میں) ظاہر ہو چکا تھا لہٰذا انہیں مال کے ذریعے لوگوں کے ضمیر خریدنے کی ضرورت تھی اور نہ ہی انہیں ملمع سازی اور میڈیا کی آنکھوں کو خیرہ کر دینے والی (جھوٹی) چمک دھمک (دکھانے) کی حاجت تھی۔

تا[illegible] حق و باطل کی رسہ کشی اور باہمی زور آزمائی) تاریخ اور حوادث و مصائب کی اسلامی تفسیر ہے، چاہے جاہلیت حرکت کرے یا حرکت نہ کرے، اسلام کے لیے ضروری ہے کہ اپنے اس ذاتی نقل و حرکت کو بروئے کار لائے جو قانون تدافع کے لیے لازمی ہے (ولو لا دفع الله الناس بعضهم ببعض لفسدت الارض یعنی اگر اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو بعض لوگوں کے ذریعے نہ دھکیلتا تو زمین میں فساد واقع ہو جاتا) جامد معاشروں پر کھڑے پانی کی طرح بدبو، کیچڑ اور غلاظت کے جوہڑ ہی ابھر کر سامنے آتے ہیں، وہ ترقی یافتہ معاشرے جو قتال کے لیے حرکت میں نہیں آتے ان کی قیادت متعفن اور بےکار ہوتی ہے، مجاہد معاشرے ایسے جاری پانی اور نہروں کے مانند ہوا کرتے ہیں جن پر تعفن اور غلاظت نہیں ابھر سکتی۔

یہ بات ضروری ہے کہ قیادت طویل معرکے اور گہرے زخموں کے درمیان سے ابھرے وگرنہ تو ریاستیں ضائع ہو جاتی ہیں اور صورتِ حال مزید بگڑ جاتی ہے اور عوام کے مصائب مزید بڑھ جاتے ہیں۔ حقیقی قیادتوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ (معرکوں میں کود کر اپنی جانوں کی) قیمت چکا چکی ہوں اور حلق سے کانٹے اتار چکی ہوں اور زخم برداشت کر چکی ہوں اور قربانیاں دے چکی ہوں اور (جنگوں کے دوران ہونے والی تباہی میں اپنے) باپ، بھائی۔۔۔ وغیرہ کھو چکی ہوں تاکہ اسے اس مسئلہ کی قیمت کا صحیح ادراک ہو جس کی اس نے ذمہ داری اٹھائی ہے اور اسے اپنے اس عقیدے اور افکار و نظریات کی صحیح قدر معلوم ہو جن کی وجہ سے اس نے قربانیاں دی ہیں۔ اس کے بغیر اسلام کی شوکت قائم نہیں ہوگی۔۔۔۔) ختم شد کلام الشیخ عبد اللہ عزام مع بعض اضافات و ترمیمات

ہم جس بات کی وضاحت کرنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ یہاں نقل کئے گئے کلام کا مقصد رازداری کو چھوڑنا (یا اس کی اہمیت کو کم) کرنا نہیں ہے، کیوں کہ ہمارا یہی موقف ہے کہ جنگ اور معرکے سے متعلق امور میں رازداری ضروری ہے جیسا کہ ہم نے پیچھے ذکر کیا ہے کہ "رازداری اور احتیاط ضروری ہے" لیکن جب انسان جہاد کے لیے بھی نکلتا ہو (خذوا حذرکم فانفروا) وہ رازداری اور احتیاط شرعاً مطلوب نہیں جس سے انسان مفلوج ہو کر موت سے کانپنے لگتا ہے۔

اللہ کے اذن سے ان شاء اللہ تعالیٰ ہم تکوینی اسباب کی روشنی میں عنقریب اس تحقیق کے ساتھ ملحق مضامین میں فوجی انقلاب اور رازداری کے مسئلے کو ذکر کریں گے۔

(ادارے قائم کرنے کے حامی حضرات کے متعلق بحث کی طرف واپسی)

شیخ عبد اللہ عزام رحمہ اللہ تعالیٰ کی یہ گفتگو جو کہ سونے کے پانی سے لکھنے کے قابل ہے ان لوگوں کے نظریئے کی طرف بھی اشارہ کرتی ہے جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ مکی زندگی کے مرحلے پر عمل پیرا ہیں حالانکہ مکی زندگی سے ان کا دور کا بھی واسطہ نہیں، کیوں کہ (دور حاضر کے) لوگوں نے مکی مرحلے کے احکام کو (ان کی حقیقت میں تحریف کر کے) مداہنت، کفار کی طرف میلان اور ان کے ساتھ جینے کی دعوت میں بدل دیا ہے حالانکہ مکی مرحلہ کفار کے سامنے دوٹوک الفاظ میں حق کے اظہار، ان کے ساتھ دشمنی اور ان کو ذبح کرنے کی دھمکیوں اور ان کے (معبودانِ باطلہ) کو بے وقوف ٹھہرانے کا مرحلہ تھا، سب سے اہم بات یہ ہے کہ یہ مرحلہ انصار کے مسلح گروہ تیار کرنے اور واضح مادی تیاری کا مرحلہ تھا حتیٰ کہ اگر اس کی وجہ سے وطن، اہل و عیال، اموال اور مزعومہ مفادات کیوں نہ چھوڑنا پڑتے تو صحابہ کرام اس کے لیے مکمل تیار تھے کیونکہ وہ لوگ یہ بات جانتے تھے کہ جہاد اور قتال کی وجہ سے اموال، زمینیں، مساجد، بعض ان مفادات کے دوبارہ حاصل ہو سکتے ہیں البتہ جہاد کی قیمت پر ان مفادات کو سینے سے لگائے رکھنا اور ان کی طرف میلان اختیار کرنا ہی جہاد کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے، اور درحقیقت یہی راستہ ہی

صفحہ نمبر ۷۵

اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو کوئی زک پہنچائے بغیر ان مزعومہ مفادات کے ضیاع کا راستہ ہے یہ (سیاسی مذہبی جماعتیں، علماء سوء وغیرہ) لوگ ایک طرف تو ان مفادات کو دعوت سے حاصل شدہ فوائد وغیرہ کا نام دیتے ہیں اور دوسری طرف اموال اور وطن چھوڑنے کی تیاری سے متعلق اللہ کے مطلق اوامر سے روگردانی کرتے ہیں بلکہ اموال اور وطن وغیرہ بھی ان کے نزدیک

قابل لحاظ مفادات میں داخل ہیں، دوٹوک انداز میں حق بات کہنے کو تو یہ لوگ چھوڑ چکے ہیں، اس طرح مسلح انصار پیدا کرنا بھی ان کی پالیسی میں شامل نہیں کیوں کہ ان کا دعویٰ ہے کہ ممل حق گوئی اور مسلح انصار بنانا دعوت سے حاصل شدہ فوائد کو ختم کر دیں گے تو ان کے پاس کس مرحلے کی کونسی چیز ہے؟ اور یہ لوگ کس طرح اپنے اس طرز عمل کو مکہ مکرمہ میں جناب رسول اللہ ﷺ کی طریقہ کار کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

مزید برآں جب بھی یہ لوگ (طویل عرصہ کی محنت بلکہ مداہنت اور کفار کیساتھ تعامل کے نتیجے میں) کچھ مفادات حاصل کر لیتے ہیں تو ہر دس پندرہ سال بعد طاغوت اپنے لاؤ لشکر لا کر بغیر کسی محنت کے اپنی ''نو کیلے دانت کھٹے کرنے کی پالیسی'' پر عمل پیرا ہو کر ان کے مفادات کے بیخ کنی کر دیتا ہے اور ان جماعتوں کو ایک گہرے سنسان تاریک دائرے میں چھوڑ دیتا ہے تا کہ یہ لوگ نئے سرے سے صفر یا صفر سے نیچے کے درجے سے اپنا کام شروع کریں اور کبھی کبھار تو یہ جماعتیں (بالکل بیخ کنی ہونے کی وجہ سے) دوبارہ کام شروع کرنے کے لائق بھی نہیں ہوتیں، اس ضمن میں تونس کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ طاغوت اپنی اس پالیسی (نو کیلے دانت کھٹے کرنے کی پالیسی) پر لازماً عمل کرتا ہے چاہے اس کے خلاف انہوں نے خروج کیا ہو جن کو تخریب کار کہا جاتا ہے یا نہ کیا ہو اور چاہے کوئی خود ساختہ سبب موجود ہو یا نہ ہو، اس ضمن میں کئی ریاستوں کی بہت ساری مثالیں موجود ہیں جن میں نوجوانوں کے گروہ در

صفحہ نمبر ۷۶

گروہ ذبح کرنے کے لیے ہنکائے جاتے ہیں حالانکہ انہوں نے طاغوت کے خلاف ایسی کوئی تباہ کن کاروائی بھی نہیں کی ہوتی جو طاغوت کو اس طرح کا عمل دھرانے سے قبل ہزار بار سوچنے پر مجبور کر دے اور ایسی تباہ کن کاروائی ہو بھی کیسے سکتی ہے جب کہ نوجوان اس کے لیے اس فطری قانون کے معیار کے مطابق تیار ہی نہیں جو شرعی قانون بھی ہے (واعدوا لهم مااستطعتم من قوة)

''نو کیلے دانت کھٹے کی پالیسی'' دشمن کا طریقہ کار اور وطیرہ ہے اور یہ درحقیقت اس براہ راست مقابلے کی پالیسیوں کا حصہ ہے جن پر طواغیت اسلامی تحریک اور اس کی تمام شاخوں کا مقابلہ کرنے میں عمل پیرا ہیں اس پالیسی کے تحت طاغوت ہر دس پندرہ سال بعد اپنی ریاست میں اسلامی تحریک پر کسی سبب سے یا بغیر کسی سبب کے یا کوئی خود ساختہ سبب تراش کر حملہ آور ہو جاتا ہے اور بہت سوں کو شہید، کافی تعداد کو قید اور بہت ساری مساجد، دعوتی مراکز اور ممبروں سے بہت سارے داعیوں کو روک دیتا ہے، طاغوت کا مقصد ان ناخنوں کو تراشنا اور نو کیلے دانتوں کو اکھیڑنا ہوتا ہے جو اسلامی تحریک میں نکل آئے ہوں تا کہ انہیں طاغوت کے خلاف استعمال نہ کیا جا سکے چونکہ اسلامی تحریک کی اکثر شاخیں اس عرصہ کے دوران اس طرز عمل سے مانوس ہو چکی ہوتی ہیں اس لیے ہر اسلامی تحریک اسے آزمائش سمجھ کر قبول کر لیتی ہے، ان لوگوں کے نزدیک ابتلاء اور آزمائش کا مطلب وہ نہیں جو حقیقی اسلام کے حاملین سمجھتے ہیں بلکہ ان کے نزدیک ابتلاء کا مطلب یہ ہے کہ آپ شارع کے بتلائے ہوئے طریقوں پر چل رہے ہوں تو (بسا اوقات) ابتلاء کی وجہ سے آپ اپنے اہداف کے برعکس دوسرے اہداف اور مقاصد تک پہنچ جاتے ہیں (حسبنا الله ونعم الوكيل)

صفحہ نمبر ۷۷

اس لیے جو شخص ان لوگوں سے سرزد ہونے والے امور کا مشاہدہ کرے گا تو اس کو مسخ شدہ فطرت اور اسباب کا الٹا فہم نظر آئے گا چنانچہ آپ دیکھیں گے کہ یہ لوگ ایک صحیح انسان کی نفسیات سے صادر ہونے والی ان باتوں کا انکار کریں گے جو باتیں اس صحیح انسان کی فطرت اور عقل کے بالکل موافق ہوں، میں نے ان کی ایک شخصیت کی یہ بات پڑھی کہ اس کو اس بات پر حیرت اور افسوس محسوس ہو رہا تھا کہ وہ بہت سارے ایسے نوجوانوں کو دیکھتا ہے جو اللہ کی راہ میں کام کے حوالے سے بلند ہمت اور قوت حاصل کیے ہوتے ہیں لیکن (اسے چھوڑ کر) الجھوٹے چھوٹے کاموں (بزعم خویش) کی طرف پلٹ جاتے ہیں۔

درحقیقت اس کا مقصد یہ تھا (جیسا کہ وہ خود بھی کہتا ہے) کہ نوجوان اپنے جہاد و قتال اور محنت و کاوشوں کو تدریجی مقابلے کی طرف اور اپنی بردباری اور وقار کو ایسے اداروں کے قیام کی طرف پھیر دیں جو ادارے (اس کے زعم کے مطابق) کفر کا مقابلہ کر سکیں، اس لیے جب ہم ایسی شخصیات کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ لوگ امت کا علاج غلط موقف کے ذریعے کر رہے ہیں تو ہم غلط نہیں کہتے کیوں کہ یہ لوگ ہمارے افراد سے یہ مطالبہ کر رہے ہیں کہ اپنی اس فطرت کو مسخ اور عقل کو ختم کر دیں جو انہیں یہ کہہ رہی ہے کہ کفر کے کنٹرول کے سائے میں یہ ادارے نہیں پنپ سکتے الا یہ کہ ہم یہ ادارے اس لیے بنائیں کہ کفر ان کا وارث ٹھہرے یا کفری ریاست کے لیے بنیادی جاسوسی کے اڈے بن جائیں اور یہ بھی تب ہوگا کہ جب کفر تمہیں اس طرح ادارے بنانے کی اجازت دے تو کسی نے سچ کہا ہے

صفحہ نمبر ۷۸

متى يبلغ البنيان يوما تمامه　　　　اذا كنت تبنيه وغيرك يهدم

یعنی ایسی عمارت کی تعمیر کب مکمل ہو سکتی ہے؟ جس کی آپ تعمیر کرتے رہیں اور دیگر لوگ اسے منہدم کرتے رہیں، پس صحابہ کرام کیا ہی بہترین لوگ تھے جو قوانین (تکوینیہ اور شرعیہ) کو سمجھتے تھے!

مزید برآں ان (ادارے وغیرہ قائم کرنے کا نظریہ رکھنے والے) حضرات کی یہ بات تو ان کے مذکورہ طرز عمل پر مستزاد ہے کہ یہ لوگ جہادی کام پر تعریض (چوٹ لگاتے) ہوئے بے صبر لوگوں کا کام قرار دیتے ہیں، یہ لوگ خود ان مجاہد نوجوانوں کے ساتھ زندگی گزارنے کا تصور اور ان کے ساتھ میدانوں میں اترنے اور ان کی راہنمائی، تربیت اور ان کے ساتھ صف

میں مل کر عملی جہاد کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتے، یہ لوگ تو اس بات کا ہی تصور نہیں کر سکتے کہ اپنی ائیر کنڈیشن والی مساجد یا اپنے مدارس کے پنکھوں والی نشستوں سے باہر آنے کا سوچ بھی سکیں، پھر بمباری سے شہید مسجد کے کھنڈرات پر بیٹھ کر درس وتدریس کرنا یا ہجرت کر کے مجاہد عوام میں علم پھیلانا تو ان کی سوچ سے بہت دور ہیں، یہ لوگ تو اپنی تعبیر کی حد تک ''تدریجی مقابلہ'' ہی کرنا چاہتے ہیں!

یقیناً جب ان اداروں کو ان صریح شرعی اوامر (جن کے مشقت کی وجہ سے بہت سارے لوگ ان میں کمزوری دکھاتے ہیں) کے متبادل کے طور پر رکھا جائے گا تو ان کی طرف اعتراضات تو اٹھیں گے ہی بلکہ افسوس کا مقام تو یہ ہے کہ یہ ادارے نہ صرف صریح شرعی اوامر (جو جہاد وقتال سے متعلق ہیں) کے متبادل بنا دیئے گئے ہیں بلکہ ان کے کچھ لوگ تو اسلامی تحریک (مسلح تحریک) پر یہ زور بھی دیتے ہیں کہ وہ (ان اداروں کے اقامت کی وجہ سے) جہاد کو روک دیں، حالانکہ اہل توحید وجہاد کی پالیسی تو خود

صفحہ نمبر ۷۹

ہی ایسے ہر ادارے کے قیام پر زور دیتی ہے جو اسلام کی خدمت کے لیے ہو بشرطیکہ اس میں کسی حرام یا شرکیہ ذریعے کو اختیار نہ کیا جائے اور اس تاسیسی عمل کی ترتیب میں شرعی واجبات اور زمانے کے موافق تکوینی قوانین کا لحاظ رکھا جائے۔

اس تحقیق کے تمام مباحث اور فصول کے آخر میں عرض ہے کہ سلفی جہادی تحریکات ہی (شرعی اور تکوینی قوانین کی روشنی میں) باقی تمام تحریکات سے اللہ کے دین کو زیادہ بہتر سمجھتی ہیں اور یہی تحریکات ہی ان شاء اللہ امید کی کرن ہیں، البتہ اللہ کے قوانین کسی کی طرفداری نہیں کرتیں، جہاں ایمان ہو گا وہاں اللہ کی نصرت ہو گی، جہاں ضروری ایمان کا فقدان ہو وہاں (اللہ کی مدد نہ آنے پر) ہر کوئی اپنے آپ ہی کو ملامت کرے (کہ کوتاہی خود اس کی طرف سے ہے، اللہ کی طرف سے قانونِ نصرت اب بھی وہی ہے) اور امت کی اس مخصوص حالت (یعنی امت کی ذلت کی حالت) میں اب ضروری ایمانِ مزاحمت اور جہاد کی ذمہ داری (نبھانا) ہے، پس جب اللہ کے کچھ بندے مزاحمت کی ذمہ داری پوری کرتے ہوئے مکمل تیاری کے ساتھ جہاد شروع کریں تو پھر الٰہی وعدہ (نصرت) ضرور پورا ہو گا، کیوں کہ مومن کی زندگی میں سبب اور اس کا اثر (نتیجہ) لازم اور ملزوم ہیں (جب بھی سبب پایا جائے گا اس کا اثر اور نتیجہ بھی پایا جائے گا) اور یہ تلازم وعدہ کے باب (مسئلے) میں مطلق ہے، بخلاف وعید کے کہ وعید میں تلازم مطلق نہیں، پس نتیجہ یہ ہوا کہ اگر وعدہ (نصرت) پورا نہیں ہوتا تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ صحیح سبب اختیار نہیں کیا گیا ہے۔ پاک ہے وہ ذات جس کے شرعی اور تکوینی قوانین، کائنات اور زندگی کی حرکت کے موافق اور ہم آہنگ ہیں۔ آخر میں میں دوبارہ اسی اہم بات کی تاکید کرنا چاہتا ہوں جس کو میں اس سے پہلے مقدمے میں ذکر کر چکا ہوں وہ بات یہ ہے کہ

صفحہ نمبر ۸۰

یہ تحقیق واضح وعریض خطوط سے عبارت ہے، اس میں جو کچھ بھی تفصیلات ہیں وہ یا تو اہمیت کی بناء پر یا ذہنوں کو تیز کرنے کے لیے بطور مثال ذکر کی گئی ہیں بلکہ ان عریض خطوط میں بڑی غلطیوں کے علاوہ بھی بہت ساری کوتاہیاں ہو سکتی ہیں، اس لیے ضروری ہے کہ ماہر اور باصلاحیت حضرات اس تحقیق کو تکمیل تک پہنچائیں۔ زمینی صورتحال کا سامنا کرنے والے علاقوں اور مجموعات کے امراء پر لازم ہے کہ اس تحقیق کی مکمل تفصیلات پر عمل کرتے ہوئے اپنی صورت حال کے پیش نظر اس میں مناسب تبدیلیاں کریں

میں اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں کہ ہمارے اوپر رحم فرمائے اور ہمارے گناہ معاف فرمائے اور ہمیں ثابت قدمی نصیب فرما کر کافر قوم کے خلاف ہماری مدد فرمائے۔ اللہ تعالیٰ اُس بھلائی کے فیصلہ فرمائے جس میں اللہ کے مطیعین معزز اور نافرمان ذلیل ہوں اور جس میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دیا جاتا ہو، بے شک اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے۔

والحمد للہ رب العالمین (نوٹ: یہاں تک کتاب ''ادارۃ التوحش'' ختم ہو گئی۔ آگے شیخ ناجی کے چند مفید مضامین ہیں مترجم۔

صفحہ نمبر ۸۱

پہلا مضمون: (صبر کا معرکہ)

وجعلنا بعضكم لبعض فتنة أتصبرون

ترجمہ: ہم نے تم میں سے بعض کو بعض کے لیے آزمائش بنا دیا ہے کیا تم صبر کرو گے؟

الحمد للہ والصلاۃ والسلام علیٰ رسول اللہ امابعد: انما النصر صبر ساعة

فتح تو ایک گھڑی صبر ہی کا نام ہے۔ یہ نص دشمن کے خلاف کسی بھی معرکے میں ہماری فتح کے راستے کو مختصر کر دے گا، اس کی وضاحت کے لیے ایک لطیف مثال دی گئی ہے، جو اس مطلب کو مزید واضح کرتی ہے:

''آپ یہ تصور کریں کہ آپ نے اپنی انگلی اپنے حریف کے دانتوں میں دے دی ہے جبکہ آپ کے حریف کی انگلی آپ کے دانتوں میں ہے، بایں طور کہ شکست خوردہ وہی کہلائے گا جو پہلے چیخ اٹھے گا پس آپ پہلے چیخ پڑے تو آپ کے حریف نے اپنی فتح کے بعد آپ سے کہا کہ اگر آپ اس لمحے صبر کر لیتے تو میں آپ سے پہلے چیخ پڑتا اور اپنے دانتوں کا دباؤ آپ کی انگلی سے اٹھا دیتا تو یقیناً اس صورت میں آپ جیت جاتے''

جس دن اور جس لمحے روس نے افغانستان سے پسپائی کا فیصلہ کیا تو اس وقت اس کی طاقت اور اسلحہ افغانیوں سے کم نہیں تھا بلکہ افغانیوں کی طاقت اور اسلحے سے کمیت اور کیفیت کے اعتبار سے کئی گنا بڑھ کر تھا، اسی طرح اس کی تربیت یافتہ افواج افغانیوں سے تعداد اور صلاحیت کے اعتبار سے کم نہیں تھیں، اسی طرح ابتدائی فتوحات کے زمانے میں جب روم اپنی سلطنت کے اراضی یعنی مصر اور شام سے پسپا ہوا تو اس وقت اس کی تعداد اور تیاری مسلمانوں کی تعداد اور تیاری سے کئی گنا بڑھ کر اور بہتر تھی، تو پھر کس وجہ سے اس کو شکست ہوئی؟ (جنگوں میں) کبھی کبھار ایسے نتائج سامنے آجاتے ہیں کہ عسکری تجزیہ نگاروں کو ان کے آنے سے ایک دن قبل تک ان کی توقع بھی نہیں ہوتی۔

صفحہ نمبر ۸۱

یہ جو کچھ وقوع پذیر ہوا اس کو عسکری کتابوں میں ''جنگی ارادے کی شکست اور زوال پذیری'' کہتے ہیں، اور جنگی ارادے کی زوال پذیری دو صورتوں میں ہوتی ہے:

۱) جب پسپائی اختیار کرنے والا فریق (بشرطیکہ وہ عقلمند ہو) دیکھتا ہے کہ جنگ کے دوام کی صورت میں مالی اور مادی خسارہ (اس کی کئی صورتیں ہوتی ہیں) حاصل ہونے والے فوائد سے زیادہ ہوگا۔

۲) پسپائی اختیار کرنے والے فریق کا صبر ختم ہو جانا۔

پہلی صورت کو دوسری صورت میں ضم کر کے یوں کہہ جا سکتا ہے کہ: ''جنگی ارادے کی زوال پذیری، پسپائی اختیار کرنے والے فریق کے صبر کے ختم ہونے کی بناء پر ہوتی ہے''

اس مضمون سے ہم یہ بات سمجھانے کی کوشش کریں گے کہ دشمن ہمارا صبر جلد ختم کرنے کے لیے کیا طریقے اختیار کرتا ہے اور ہمیں اسکا صبر جلد ختم کرنے کے لیے کیا طریقہ کار اختیار کرنا ہوگا؟

اس سوال کے جواب میں ان اہم امور کا ذکر کیا جائے گا جنہیں دشمن ہمارے صبر کو جلد ختم کرنے کے لیے بروئے کار لائے گا، نیز یہ بات بھی ذکر کی جائے گی کہ (کچھ وجوہات کی بنا پر جن کا تذکرہ عنقریب آجائے گا) دشمن کے اٹھائے گئے عملی اقدامات کا مقابلہ کرنا ہی دراصل اس کے صبر کے جلد ختم کرنے کی چابی ہے، اسی طرح ہمیں اپنا مقصد حاصل کرنے کے لیے کچھ کام جلد سرانجام دینے ہوں گے۔

ہم شروع میں ایک اہم نکتہ ذکر کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ طواغیت اور ان کی افواج اپنے نفسیات اور مزاج کی بناء پر زیادہ طویل مدت تک دباؤ کی کیفیت تلے باقی نہیں رہ سکتی، یہی ایک سبب (جملہ اسباب نہیں) ہے کہ یہ لوگ یک بارگی اور تسلسل کے ساتھ اسلامی تحریک کی بیخ کنی نہیں کر پاتے بلکہ کچھ

صفحہ نمبر ۸۳

مناسب عرصے کے بعد ہی اسلامی تحریک پر ضرب لگانے کی کوشش کرتے ہیں اور ضرب لگانے کے فیصلے کے وقت بھی ایسا منصوبہ تشکیل دیا جاتا ہے کہ آنا فانا کام ہو جائے کیوں کہ ان کو پتہ ہے کہ ان کی اور ان کے افواج کی تعداد اور طاقت کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو جائے یہ لوگ طویل معرکے کے متحمل نہیں ہو سکتے۔

معرکے کی مدت بڑھانے اور دشمن کو مزید سخت دباؤ تلے رکھنے کا ایک طریقہ دشمن کے افراد کو بڑی تعداد میں قتل کرنا ہے، اس سے اولاً دشمن اپنے منصوبوں کی طرف مراجعت کر کے معرکے کی طوالت کو ختم کرنے کی کوشش کرے گا، ثانیاً اس سے دشمن کی قیادت اور اس کی افواج ایسی بری نفسیاتی صورتِ حال سے دوچار ہو جائے گی جس کا طویل مدت تک سامنا کرنا ان کے بس سے باہر ہوگا، اس لیے ان کے فوجی اور افسران تڑپنے لگیں گے یا اوامر کو نافذ نہیں کریں گے یا پھر راہ فرار اختیار کریں گے، چنانچہ (مذکورہ صورتِ حال کو دیکھتے ہوئے) طاغوت اپنی سپاہ کو بچا کر کے معرکوں سے بچائے گا اور تصادم سے بچتے ہوئے معرکے کو طول دے گا (یہ تب ہوگا جب وہ (مقبوضہ علاقے) سے نہ نکلے اور اس کے پاس کوچ مؤخر کرنے کی جرات ہوگی) حالانکہ اسے معلوم ہوگا کہ اس (معرکے کے روکنے کی مدت دراز کرنے) سے وہ مجاہدین کو اپنے معسکرات مضبوط کرنے اور اپنی صلاحیتیں بڑھانے کا موقع دے رہا ہے لیکن وہ اس امید پر مجبور ہوگا کہ ممکن ہے کہ وہ داخلی یا خارجی ذریعے سے مستقبل میں اپنی صلاحیتوں کو مضبوط کر لے اور بدترین حالات میں بھی وہ یہ کام (یعنی تصادم سے بچتے ہوئے معرکے کو طول دینا) یا تو کوچ کرنے سے قبل بڑی تعداد میں اموال لوٹنے کے لیے

صفحہ نمبر ۸۴

یا بڑی مدت تک (مذکورہ علاقے میں) بقاء کے متعلق اپنی قیادت کے احکامات پر عمل کرنے کی خاطر کرے گا تا کہ اس دوران ان کی قیادت کوئی متبادل وغیرہ تلاش کر سکے (اور اس کو تیار کرتے ہوئے ان کو طویل عرصے تک بقا ملے) اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ دشمن چاہتا ہے کہ:

۱) حتی الامکان معرکے کی طوالت کم کرے۔

۲) دشمن حتی الامکان اپنے فوجیوں کو خونریزی سے بچائے گا کیوں کہ وہ جانتا ہے کہ اس سے اس کے سپاہیوں پر رعب پڑے گا، نیز یہ معرکے کو طول دینے کا ایک محرک ثابت ہوگا۔

مذکورہ دونوں اہداف کے حصول کے لیے دشمن ایک اور خبیث چال چلے گا وہ یہ ہے کہ وہ ابتداء میں حتی الامکان خونریزی سے پرہیز کرے گا بلکہ نوجوانوں کی کثیر تعداد کو جیلوں میں بند کرے گا اور ایسا تصور پیش کرے گا کہ جو نوجوان مزاحمت کئے بغیر گرفتاری دیں گے ان کی جان بخشی کی جائے گی حالانکہ بنیادی طور پر اس کو یہ امید نہیں ہوگی کہ معاملہ یہاں تک پہنچ پائے (یعنی دشمن کو اتنی قدرت حاصل ہوگی)

جیل کے مرحلے میں ابتدائی طور پر جب کہ نوجوانوں کی کثیر تعداد جیل سے باہر ہوگی دشمن اکثر جیلوں میں اپنا دباؤ زیادہ تر صرف ان افراد پر بڑھائے گا جن پر دباؤ بڑھانے کے حوالے سے اس کا کوئی مقصد ہوگا پھر جب بڑی تعداد میں ساتھی جیل میں جمع ہو جائیں گے تو دشمن جیل کے اندر تمام ساتھیوں اور جیل سے باہر ان کے اہلخانہ پر دباؤ بڑھائے گا چنانچہ وہ جیلوں کو جہنم کا نمونہ بنا دے گا اور ملاقاتوں پر تقریباً پابندی عائد کر دے گا اور (جیل سے باہر) ایسی ہر قسم کی (مالی یا غیر مالی) تعاون پر کڑی نظر رکھنا شروع کر دے گا جو جیلوں میں موجود ساتھیوں کے اہل خانہ تک پہنچ رہی ہو نتیجتاً حالات بد سے بدتر ہو جائیں گے اور لوگ بھی اپنے

صفحہ نمبر ۸۵

اہلخانہ کو مجاہدین کے ساتھ جا ملنے سے یا ان کی معاونت کرنے سے روک دیں گے کیوں کہ ان کے سامنے (عبرت کی) بہت ساری مثالیں موجود ہوں گی۔ مجاہدین کی حالت خراب سے خراب تر ہوتی جائے گی، اس پر مستزاد یہ ہوگا کہ طاغوت اس صورت میں اپنی کم سے کم خونریزی اور زیادہ سے زیادہ گرفتاریوں کی پالیسی تبدیل کر کے بیخ کنی کی پالیسی اپنائے گا (واضح رہے کہ اس سے پہلے طاغوت تمام لوگوں کو میڈیا کے ذریعے اس پالیسی کے لیے تیار کر چکا ہوگا) چنانچہ وہ چھاپوں کے دوران قتل کرنے کی کاروائیاں شروع کرے گا، یہیں سے معاملہ اپنی انتہاء کے قریب ہو جائے گا اور مجاہدین کا صبر ختم ہونے لگے گا (اللہ تعالیٰ ایسا لمحہ نہ لائے) اور اس سے قبل جیل میں موجود نوجوانوں کا صبر ختم ہونے کو شروع ہو چکا ہوگا۔

اسی طرح دشمن کی ایک پالیسی ''افواج جمع کرنا'' بھی ہے، اس پالیسی کے تحت دشمن کچھ شہروں اور علاقوں کو پرسکون کرنے کے لیے ایک یا دو علاقوں میں اپنی افواج جمع کر کے ان میں گرفتاریوں اور جھڑپوں کو بڑھا دیتا ہے، تاکہ اس کی افواج کو اطمینان حاصل ہو جائے کیوں کہ ان کی تعداد مجاہدین سے کئی گنا ہوتی ہے، پھر دشمن اس علاقے پر اپنا قبضہ مضبوط کرنے کے بعد دوسرے پرسکون علاقوں کی طرف اپنی افواج منتقل کر دیتا ہے۔

تقریباً یہ سب کچھ خبیث مصری نظام جہادی تحریک سے مقابلے کے وقت کر چکا ہے جب اس نظام نے نویں کی دہائی کے شروع میں عمومی طور پر ان تمام اسلامی قوتوں اور خصوصی طور پر ان جہادی قوتوں کو نشانہ بنانے کا منصوبہ بنایا جو اسی کی دہائی کے ابتداء میں ہونے والے حملے کے بعد دس سالہ مدت میں زور پکڑ چکی تھیں

صفحہ نمبر ۸۶

واضح رہے کہ اسی کی ابتداء میں ہونے والا حملہ سادات کے قتل سے قبل شروع ہوا اور سادات کے قتل کے بعد عدالتوں سے چھٹکارا پانے پر ختم ہوا، مقصد یہ ہے کہ خبیث مصری نظام نے جب نویں کی دہائی میں اسلامی تحریکات پر ضرب لگانے کا منصوبہ بنایا تو اس کا مقصد سریع انداز میں حملہ کرنا تھا لیکن جماعت اسلامی نے جب محجوب (پارلیمان کے سربراہ) کو قتل کر کے سخت ردعمل کا مظاہرہ کیا تو اس سے یہ کاروائی دو سال کے لیے موخر ہو گئی چہ جائیکہ جماعت اسلامی مصری نظام کے اس تردد سے فائدہ اٹھاتی، اس نے مصری نظام کو اپنے منصوبے کو منظم کرنے اور اسے ترتیب دینے کے لیے خوب مہلت دی اور بڑے پیمانے پر مقابلہ شروع کرنے کے لیے دو سال سستی کا مظاہرہ کیا حالانکہ وہ ایک سال کی مدت میں ضروری احتیاط اور بہت کچھ کر سکتی تھی، اور پھر جب اس نے مقابلہ شروع بھی کیا تو مصری نظام کے لیے اپنی افواج ایک جگہ جمع کرنے کی کاروائی کو آسان بنا دیا چنانچہ مصری نظام نے یکے بعد دیگرے مختلف علاقوں اور شہروں میں جماعت اسلامی کے ڈھانچے کو ختم کرنے کا کام شروع کر دیا کچھ افتاد اس جماعت کے بعض قائدین کی سوچ کی وجہ سے بھی پڑی جو معرکے کی ابتداء سے ہی مذاکرات پر نظریں جمائے ہوئے تھے بلکہ ان کا خیال یہ تھا کہ حسنی مبارک جیسے نظام کے چند سو فوجی اور رہنما قتل کر کے اس کو مذاکرات پر مجبور کیا جا سکتا ہے حالانکہ یہ لوگ بھول گئے کہ ان نظاموں کے ہاں (مقتولین کی) تعداد کوئی اہمیت نہیں رکھتی البتہ انہیں ان (مقتولین کی تعداد) کے بقدر تعداد کے منحرف ہونے کا اندیشہ لگا رہتا ہے (اور انحراف اور فرار (بھگوڑا ہونا) تب ہوتا ہے جب بڑی تعداد کو قتل کرنے کے ساتھ خوب اچھی طرح میڈیائی پروپیگنڈا اور عمدہ توجیہات پیش کی جائیں

صفحہ نمبر ۸۷

پھر جب بات چیت کا دور آیا تو دباؤ ڈالنے کے تمام ذرائع مصری نظام کے ہاتھ میں تھے (مثلاً یہ کہ جماعت اسلامی کے اراکین کی بڑی تعداد جیلوں میں یرغمال تھی) جس سے اسے شرائط منوانے کا موقع ملا کیوں کہ ظاہر ہے کہ جس کے ہاتھ میں اس جیسے امور زیادہ ہوں گے وہی اپنے شرائط منوائے گا اور دوسرا فریق پسپائی کا مظاہرہ کرے گا۔

واضح رہے کہ ہمیں تو اس بات (مذاکرات) پر تحفظات ہیں کیونکہ مرتد کے ساتھ مذاکرات سرے سے جائز ہی نہیں اور پھر خصوصاً ایسے مذاکرات جو اس کو اپنے ارتداد پر چھوڑ کر برقرار رکھے۔

(یہ تو دیگر اسلامی جماعتوں کا طرز عمل تھا) جہاں تک جہادی جماعت کا تعلق تھا تو اس نے تو اب تک مقابلے کا فیصلہ کیا ہی نہ تھا کیوں کہ اس کی پالیسی یہ تھی کہ نقل و حرکت سے قبل بھی تیاری کرنی چاہیے (بعد ازاں جہادی تحریکوں کی یہ پالیسی ختم کر دی گئی کیوں کہ اس سے سانحات جنم لے رہے تھے اور اس کی جگہ متبادل پالیسیاں اختیار کی گئیں) اور رازداری کے حوالے سے غلطیاں کرنے کے بسبب اس کے کم از کم آدھے اراکین کی اصل شناخت اچانک ظاہر ہوئی

واضح ہے کہ ایک ایسے نظام کی موجودگی میں جو اندھا دھند چھاپہ مار کاروائیاں کرنے کی پالیسی پر عمل پیرا ہو اس قسم کی (رازدارانہ) غلطیوں کے مضر اثرات سے نمٹنا بہت مشکل ہے خصوصاً جبکہ جہادی جماعت نے اب تک مقابلہ کرنے کا فیصلہ بھی نہ کیا ہو۔ بہر حال جہادی جماعت کی قوت کو بڑا نقصان اٹھانا پڑا یہاں تک کہ انہوں نے کچھ عرصے کے لیے کاروائیاں روک دیں (اگر چہ نظام کے حوالے سے ان کے موقف میں تبدیلی نہیں آئی) لیکن اس کے باوجود اس کی قیادت کی ثابت قدمی اور نقصانات سے جلد نمٹنے کی پالیسی نے اسے اب تک اللہ کے

قل سے (مرتد) نظام اوراس کے علم برداروں کے حلق کا کانٹا بنایا ہوا ہے۔

صفحہ نمبر ۸۹

چنانچہ مرتد نظام جہادی جماعت کی بیخ کنی کی اپنی پالیسی مکمل کرنے پر قادر نہیں ہوا اور پھر اس کے نتیجے میں وہ اسلامی دعوتی جماعتوں کی بیخ کنی بھی نہ کرسکا جیسے کہ جہادی جماعت کی بیخ کنی کے بعد اس کی امید تھی۔

اس نکتے کا خلاصہ یہ ہے کہ جماعت اسلامی کی شکست کا سبب یہ تھا کہ اس کی قیادت کے پاس کوئی عمدہ منصوبہ بندی اور واضح عسکری پالیسی نہیں تھی جس کی وجہ سے اس نے اپنی قوت کے پانچ حصوں میں سے چار حصے دعوتی پالیسی کے تحت ناکارہ کردیئے بلکہ ان کی شناخت ظاہر کردی جس سے مصری نظام انہیں یرغمال بنانے اور ان کے ذریعے جماعت اسلامی کا صبر ختم کرنے کے لیے انہیں دباؤ کے ہتھکنڈے کے طور پر استعمال کرنے پر قادر ہوا، یہ سب کچھ ایک ایسے طویل عرصے کے درمیان ہوا جس عرصے میں جماعت اسلامی نے اس کے متعلق کوئی عملی اقدام نہیں کیا حالانکہ اس کے پاس فرصت تھی۔

جہاں تک جماعت اسلامی کے عقیدے کی زوال پذیری اور اس حوالے سے اس کی پسپائیوں کا تعلق ہے تو اس کی وجہ یہ تھی کہ اس نے شکست کے ساتھ ساتھ مصری نظام کیساتھ طرز عمل سے متعلق غیر شرعی موقف اپنایا ہوا تھا، اس بات کے کچھ اور پہلو اور تفصیلات ہیں جن کی وضاحت طویل ہے۔ اور جہاں تک جہادی جماعت کا تعلق تھا تو میں نہیں جانتا کہ جاہل لوگ کیسے یہ کہنے کی جرأت کرتے ہیں کہ اس کو جو نقصان ہوا وہ اس کے قتال کی وجہ سے ہوا حالانکہ جہادی جماعت کو پہنچنے والا اکثر نقصان اسے اس وقت پہنچا جب کہ اس نے ابھی جنگ کا فیصلہ بھی نہیں کیا تھا

موضوع کی طرف دوبارہ واپسی:

ہمیں دشمن کا صبر تمام کرنے اور اس کے مذکورہ دونوں اہداف اور پالیسیوں کو ناکام بنانے کے لیے کیا کرنا چاہیے؟

صفحہ نمبر ۸۹

اگر ہمارے پاس دشمن کے برابر طاقت ہوتی تو ہمارے پاس ابتداء ہی میں معرکہ ختم کرنے کی صلاحیت ہے کیوں کہ ہمارے سپاہی خون اور موت سے نہیں ڈرتے بلکہ انہیں طلب کرتے ہیں، لیکن چونکہ ہمارے پاس دشمن کے برابر قوت نہیں (یہ دعوتوں کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ کا قانون ہے) اس لیے ہماری پالیسی تمام گزشتہ نتائج کو دیکھ کر دشمن کے اہداف کا مقابلہ کرنے اور اس کو دردناک اور طاقتور ضربیں لگانے کے ذریعے معرکے کی مدت کو دراز کرنا ہوگی جب کہ ابتدا میں ہماری توجہ دشمن پر اقدامی ضربیں لگانے کی بنسبت اس کے اہداف کے مقابلے میں رد عمل ظاہر کرنے پر زیادہ ہوگی (یعنی اقدامی قتال کی بنسبت دفاعی جنگ پر توجہ زیادہ ہو)، پھر ایک عرصہ بعد جب ہماری یہ پالیسی کامیاب ہوجائے گی تو پھر ہم صرف دشمن پر ضرب لگانے میں عمل کرنے پر ہی توجہ دیں گے کیوں کہ کامیاب تجربے کی روشنی میں دوسرے مرحلے میں دشمن کا کام ہمارے حملوں کا مقابلہ کرنا ہوگا یہاں تک کہ ہم اللہ کے اذن سے اس کو تباہ کرنے کے مرحلے تک پہنچ جائیں۔

دشمن کا اپنی افواج ایک یا دو علاقوں میں جمع کرنے کی پالیسی کے حوالے سے ہمارے اوپر لازم ہے کہ ہم اس کی اس پالیسی کو زمین کے بڑے حصے پر اپنی کاروائیاں پھیلا کر ناکام بنا ئیں اگرچہ یہ کاروائیاں ابتداء میں محدود ہی کیوں نہ ہو لیکن ان کا زمین کے بڑے حصے پر پھیلنا ضروری ہے اور (دشمن کا بڑی تعداد میں ہمارے ساتھیوں کو جیل میں جمع کرنے اور نفسیاتی دباؤ کے مختلف طریقوں کو استعمال کرنے کی پالیسی کو مندرجہ ذیل طریقوں سے ناکام بنایا جاسکتے ہیں:

) وہ اسباب جو ایک مجاہد کی امنیت کو نقصان پہنچاتے ہیں ان کی تلافی کرنا اور امنیتی تدابیر پر حتی المقدور عمل کرنا، اور اس نکتے کے مناسبت سے ساتھیوں کے مابین اس طرح کے قصے پھیلانا کہ ایک ساتھی چیک پوسٹ پر گزر رہا تھا اس کے پاس سیڈیز اور کچھ اہم دستاویزات تھیں جن کے متعلق اُسے

صفحہ نمبر ۹۰

...تھا کہ انہیں ضائع کردے تاکہ چیک پوسٹ پر آرام سے گزر جائے لیکن اس نے کسی مقصد کی خاطر انہیں ضائع نہیں کیا اور دعائیں اور اذکار پڑھتے ہوئے چیک پوسٹ پر سے امنی کے ساتھ گزر گیا۔ الحمدللہ ہمارے تمام ساتھی اس طرح کے واقعات کی سچائی کو مانتے ہیں البتہ مناسب ہے کہ ہم یہ جان لیں کہ مذکورہ ساتھی نے امنیتی امور سے متعلق تعلیمات کی خلاف ورزی کی اور اپنے آپ اور اپنے گروپ کے ان ساتھیوں کو جنہیں وہ جانتا تھا، خطرے میں ڈالا جس کی وجہ سے وہ گناہ گار ہوگا، اور اس کا یہ گناہ کبھی دیگر گناہوں کیساتھ مل کر اگلی مرتبہ ذکر و اذکار کا اثر ختم کرسکتا ہے (کیونکہ اصولاً تو ذکر و اذکار پر توکل کرنے کا حکم امیر کا حکم پورا کرنے اور ظاہری اسباب اختیار کرنے کے بعد ہے)۔

اسی طرح اپنے متعلق معلومات کے علاوہ دیگر امور (جو اس سے متعلق نہیں یا ان کو جاننے کی اس کو اب ضرورت نہیں) کو جاننے کی کوشش کرنا بھی امنیتی صورت حال کو بدتر کرسکتا ہے مجاہد کی تو شان یہ ہونی چاہئے کہ "لایزید ولا یستزید"، یعنی جب وہ دوسرے سے پوچھے تو بقدر ضرورت پر اکتفا کرے اور جب دوسرے کو بتلائے تو اتنے پر اکتفا کرے جتنا پوچھنے والے کو ضرورت ہے تاکہ بصورت گرفتاری جب اس کے پاس کم معلومات ہوں گی تو دشمن کی نظروں میں غیر اہم ثابت ہوگا جس کی وجہ رہا ہونے کا امکان ہے اور ابتلاء کی شدت سے دوسرے کو بھی نقصان نہیں ہوگا کیونکہ جب کسی کے بارے کچھ جانتا نہیں ہوگا تو کیا بتلائے گا) امنیتی صورتحال کو ابتر بنانے والے متعدد اسباب اپنے مراجع و مصادر میں موجود ہیں ان کی طرف رجوع کیا

دشمن کی اس حکمت عملی (یعنی ساتھیوں کی بڑی تعداد کو جیلوں میں جمع کرنے) کو ناکام بنانے کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اس کی طرف سے ساتھیوں کی گرفتاری کے لیے مارے جانے والے چھاپوں کو جہنم کا نمونہ بنا کر اس کی افواج کو بڑی تعداد میں ہلاک کیا جائے اور اسے مالی وجانی زبردست نقصان پہنچایا جائے تا کہ اسے اس قسم کے چھاپے مارنے کی تیاری کے سلسلے میں طول دورانیہ کی ضرورت محسوس ہو چنانچہ جیسے ہی کوئی چھاپا مارا جائے یا کچھ ساتھیوں کی گرفتاری عمل میں آئے تو فوراً دشمن پر قیمت چکانے والا اپسپا کن حملہ کیا جائے اور میڈیا کے ذریعے اس بات کا اعلان کیا جائے کہ یہ حملہ فلاں ساتھی کی شہادت یا گرفتاری کا ردعمل ہے شروع میں مرتد دشمن یا صلیبی دشمن کے افواج پر ہونے والے کچھ جارحانہ کاروائیوں کے متعلق میڈیا پر اعلان کیا جائے کہ یہ کاروائیاں دشمن کی طرف سے ہمارے ساتھیوں کے ساتھ کیئے جانے والے سلوک

نوٹ نمبر ۹۱

اور اس کی طرف سے گرفتاریوں کا ردعمل ہے اور یہ کہ ہم دشمن اور اس کے صلیبی آقاؤں کو تباہ کرنے کے لیے ان کو نشانہ بناتے رہیں گے نیز واضح رہے کہ ہم سرکشوں کو نشانہ بنانے سے ہرگز باز نہیں آئیں گے البتہ ان کی کاروائیاں ہمیں مزید سخت کاروائیوں پر مجبور کر رہی ہیں، گذشتہ تمام باتیں اس پالیسی کا حصہ ہیں جس پر ہمارے جزیرۃ العرب کے شیر عمل پیرا ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں ثابت قدمی اور جمے رہنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

ہمارے لیے مناسب ہے کہ ہم اچھی طرح یہ بات سمجھ لیں کہ کفار اور مرتدین کے نزدیک یہ جنگ زیادہ تر مادی اور دنیاوی مفادات کی کشمکش ہے ان کے پاس جنگ کے لیے دنیاوی محرکات ہیں جنہیں وہ دینی یا جھوٹے مزعومہ ثقافتی محرکات سے ڈھانپتے ہیں (یعنی ہم دین کی خاطر لڑ رہے ہیں یا پھر یہ ثقافت اور تہذیب کی جنگ ہے) آبائی عقیدے کا محرک جنگ کا واحد سبب نہیں بلکہ یہ ان کے لیے اور ان کے جاہل پیروکاروں کے لیے جنگ کی طرف دھکیلنے والے فی الجملہ اسباب میں سے ایک سبب ہے ان کی نقل وحرکت کا ایندھن دنیاوی مفادات اور بقاء ہے اور وہ صرف اسی کی خاطر لڑتے ہیں۔

اور بقاء سے مراد بھی عام انسانوں کی طرح بقا نہیں (جو ہر قسم کی سہولتوں سے خالی ہو) ہے بلکہ جو بقا خود ان کے لئے اور ان کے اتحادیوں کیلئے پرکیف اور باسہولت زندگی کی ضامن ہو اور انہیں اس جنگ میں صبر اور دوام بخشنے کے لیے مددگار قوتیں اس وقت تک ان کے ساتھ اتحاد برقرار رکھتی ہیں جب تک اس اتحاد سے یہ مفادات حاصل ہو رہے ہیں۔ ہمیں یہ بات اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ لڑائی کا طویل ہو جانا اور ایسی قوت کا پایا جانا جو دشمن پر ایسی طاقت ور ضربیں لگائے، جس کی وجہ سے دشمن یکطرفہ طور پر اپنی پوزیشن سے پسپائی اختیار کر لے۔

اور دشمن کے مالی مفادات پر کاری ضربیں لگانا اور اس کو معاشی اور مادی کمک فراہم کرنے والوں کے اہداف کو نشانہ بنانے کی دھمکیاں دینا (جب کہ ان دھمکیوں کے ساتھ بہترین شرعی دلائل بھی ہوں جیسا کہ ہم نے اپنی تفصیلی تحقیق میں بیان کیا تھا)

نوٹ نمبر ۹۲

دشمن کو اپنے زیر تسلط تنصیبات کی سیکورٹی بڑھانے پر مجبور کر دے گا اور یہ پسپا کن (کرنیوالی) طاقت دشمن کے فوجیوں کو یہ بات سوچنے پر مجبور کر دے گی کہ انکو اپنی قیادت کے ہوتے تلے لڑنے سے بقاء نصیب نہیں ہو رہی اور وہ بے کار ہی مر رہے ہیں۔

سوچ وفکر کا یہ مرحلہ یا تو آگے منتقل ہونا شروع ہو جائے گا یا کم از کم فوجیوں کے راہ فرار اختیار کرنے اور برسرپیکار دو قوتوں کے پلڑوں کا کسی ایک طرف جھکنے کا انتظار کرنے پر منتج ہو گا یعنی اس انتظار میں رہیں گے کہ کس قوت کو غلبہ حاصل ہوتا ہے) یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس دعوت کے سب سے بڑے دشمن بعد میں ایسے مخلص سپاہی بن جاتے ہیں جو اللہ کی راہ میں کسی بھی قسم کی قربانی سے دریغ نہیں کرتے، اس حوالے سے ہم ان شاء اللہ تعالیٰ اپنے اگلے مضامین میں بات کریں گے

مقصد یہ ہے کہ صحیح منصوبہ بندی کے ساتھ معرکوں کو بڑھانا نہایت اہم ہے ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ معرکہ دشمن کے بجائے ہمارے لئے وبال جان بن جائے اور دشمن کے صبر سے قبل ہمارے صبر کو تمام کرنے کا باعث بنے۔

ہم اس مضمون کو غزوۂ بدر کے اس واقعہ پر ختم کرنا چاہتے ہیں جس وقت مشرکین نے عمیر بن وہب جمحی کو مسلمانوں کے خلاف جاسوسی کے لیے بھیجا تو جب اسے اس بات کا یقین ہوا کہ ان کا کم تعداد پر مشتمل لشکر کو کہیں قریب مدد ملنے کی بھی توقع نہیں تو مشرکین سے کہا:

''میں نے دیکھا مسلمانوں کی تعداد تین سو یا اس سے کم وبیش ہے لیکن اے قریش کے لوگو! (صورتحال ایسی خطرناک ہے گویا کہ) مصائب اموات کو اٹھائے ہوئے ہیں، یثرب کے اونٹ پے در پے ہونے والی اموات کو اٹھالائی ہیں اور وہ ایسی قوم ہیں کہ ان کے پاس سوائے اپنی تلواروں کے کوئی اور جائے پناہ نہیں ہے، اللہ کی قسم! میں سمجھتا ہوں کہ ان کا ہر آدمی ہم میں سے (کم از کم) ایک آدمی کو قتل کر کے ہی مرے گا پس اگر وہ اپنی تعداد کے برابر تعداد بھی ہم میں سے قتل کر دیں تو پھر ایسی زندگی کا کیا فائدہ ہے، باقی تمہاری مرضی'

اس واقعہ سے ہم یہ بات اخذ کر سکتے ہیں کہ اگر ہم دشمن کو خوب اچھی طرح یہی احساس دلائیں (جیسے کہ ہمارے اسلاف نے اپنے وقت میں کیا تھا) تو یہ دشمن کے شکست کی ابتدا ہوگی قریش پر ان کلمات کا کیا اثر ہوا اس کیلئے سیرت کی کتب کا مطالعہ کیجیے۔ اللہ کے اذن سے یہی شعور دشمن کے صبر کو جلد ختم کرنے کا اولین راستہ ہوگا کیونکہ ہمارا راستہ تو صبر ہی کا معرکہ ہے۔

نوٹ نمبر ۹۳

دوسرا مضمون

دعوتوں کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ کے قوانین اور بشری نفوس کے درمیان آزمائش

ألم يأن للذين آمنوا أن تخشع قلوبهم لذكر الله وما نزل من الحق ولا يكونوا كالذين أوتوا الكتاب من قبل فطال عليهم الامد فقست قلوبهم وكثير منهم فاسقون۔

یعنی کیا ایمان والوں کے لیے وہ وقت نہیں آیا کہ ان کا دل اللہ کے ذکر اور نازل شدہ حق کے لیے نرم پڑ (کر تابع فرمان ہو) جائے اور وہ ان لوگوں کے طرح نہ ہو جائے جنہیں پہلے کتاب دی گئی تھی پس ان پر مدت دراز ہوگئی اور ان کے دل سخت ہوگئے، ان میں سے بہت سارے فاسق ہیں۔

الحمدلله والصلاة والسلام على رسول الله اما بعد!

جب سے ہمارے معاشرے میں مسلمانوں کے نفوس پر ہدایت کے سورج کی کرنیں پڑیں ہیں اس وقت سے ان پر ابتلاءات کا سلسلہ شروع ہوگیا ہے وہ ابتلاءات اور آزمائشیں جو انسان کو درپیش ہوتی ہیں وہ متنوع اور مختلف قسم کی ہوتی ہیں، بعض اوقات انسان معمول کے ایسے حوادث اور مشکلات کا شکار ہو جاتا ہے کہ ہدایت پانے سے قبل اس نے ان سے سخت مصائب کا سامنا کیا ہوتا ہے البتہ ایمان کی بشاشت دل میں جاگزین ہونے کے بعد اس کا احساس یکسر بدل جاتا ہے چنانچہ کبھی اسے مال، اولاد اور ازواج کی آزمائش کا سامنا ہوتا ہے تو کبھی اپنے کام کاج اور کاروبار وغیرہ کا جب بھی انسان کسی آزمائش میں کامیاب ہو جاتا ہے تو اس کے دل میں اس آزمائش کے حجم (کیفیت) کے برابر سفید نقطہ (دھبہ) پیدا ہو جاتا ہے اس طرح اس کا ایمان بڑھتا رہتا ہے۔

اس سے قبل کہ ہم اس اہم مسئلہ کی طرف متوجہ ہو جائیں جس پر ہم اس مضمون میں گفتگو کریں گے مناسب ہے کہ ایک اہم نکتہ کا تذکرہ کیا جائے جس کا مضمون کے موضوع سے گہرا ربط ہے وہ نکتہ یہ ہے کہ ہم میں سے بہت سارے لوگ جب اپنے آپ میں غور و فکر کرتے ہیں تو انہیں احساس ہوتا ہے کہ ان کی سب سے بہترین ایمانی کیفیت ان کی ہدایت کے بعد کا ابتدائی زمانہ ہے۔

صفحہ نمبر ۹۴

یہ ضروری نہیں کہ یہ کیفیت پہلے ہی دن سے شروع ہو (اگرچہ بعض اوقات یہ کیفیت روزِ اول ہی سے شروع ہو جاتی ہے) البتہ عمومی طور پر یہ کیفیت ابتدائی عرصے میں ہوتی ہے شاید کہ اس کی وضاحت ہمارے سامنے اس طرح ہو کہ پہلی نسل پر پہلے ہی لمحے سے کیسی عظیم آزمائشیں آتی تھیں اس وجہ سے ایک مربی مرشد نے کہا ہے کہ "ایمان بسا اوقات پہاڑوں کو جنم دیتا ہے"۔ واضح رہے کہ پہلی نسل کا عظیم مصائب کا سامنا کرنے اور ان کے مقابلے میں ثابت قدمی دکھانے کی وجہ سے ان کا ایمان معجزات کو جنم دیتا تھا اور ان کی ایمانی حالت بہت بڑھ جاتی تھی جب کہ افسوس کی بات یہ ہے کہ ہمارے بہت سارے مشائخ اور تربیت کرنے والے حضرات ہر آزمائش والے کام سے بھاگنا سکھاتے ہیں جس کی بنا پر ہم تنزل کے مرحلے میں چلے جاتے ہیں اسی طرح ہم یہ بات بھی واضح کرنا چاہتے ہیں کہ پہلی نسل کے جو لوگ مکہ میں ہدایت سے فیضیاب ہوئے انہیں کفر کے غلبے اور سربلندی کی آزمائش کا سامنا کرنا پڑا جبکہ مدینہ میں ہدایت پانے والے حضرات کو جہاد اور تلواروں کی چمک دمک کی آزمائش کا سامنا کرنا پڑا۔ اس سلسلے میں ہم قید و بند اور دورانِ قید تشدد کی آزمائش اور جہاد اور تلواروں کی چمک دمک کی آزمائش کے درمیان فرق واضح کریں گے نیز یہ واضح کریں گے کہ ان مذکورہ آزمائشوں کے حوالے سے لوگوں کے کیا کیا موقف اور رائے ہیں اور یہ کہ انسانی نفوس کس حد تک انہیں قبول کرتی ہیں اور کس حد تک سہہ سکتی ہیں وغیرہ؟۔ جو لوگ جہاد سے قبل قید و بند اور تشدد کے مرحلے کی اہمیت کے قائل ہیں ان کی مختلف قسمیں ہیں:

(۱) غالی لوگ: یہ لوگ اپنے پیروکاروں کو نصیحت کرتے ہیں کہ قید و بند

صفحہ نمبر ۹۵

اور تشدد سہنے کی آزمائش حاصل کرنے کے لیے کوشش کریں اور پھر رہائی کی کوئی سنجیدہ اور عملی کوشش کئے بغیر رہائی کا انتظار کریں اگر میں خود اس قسم کے لوگوں کے مضامین نہ پڑھتا تو کبھی تصدیق نہ کرتا کہ اس طرح کے لوگ بھی موجود ہیں۔

(۲) معتدل لوگ: یہ لوگ باطل کے سامنے کلمۂ حق کہنے، مادی اور معنوی تیاری اور مسلح انصار تیار کرنے جیسے امور سرانجام دیتے ہیں البتہ یہ کوششیں جیل جانے کے لیے نہیں ہوتی البتہ اگر خود بہ خود جیل کا سامنا کرنا پڑ جائے (اللہ کی طرف سے ابتلاء آئے) تو پھر صبر کرتے ہیں اور اسے افراد کی تربیت کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔

(۳) کوتاہی کے مرتکب لوگ: یہ لوگ ہر ایسے کام سے اجتناب کرتے ہیں جس سے مشکلات پیدا ہوں جیسے باطل کے سامنے حق گوئی کا مظاہرہ کرنا یا مادی تیاری کرنا وغیرہ لیکن یہ لوگ اپنے طریقہ پر فخر کرنے سے نہیں شرماتے اور عموماً سب سے زیادہ شور اس بات کا مچاتے ہیں کہ ہم مکی مرحلے میں ہیں جو کہ صبر کا مرحلہ ہے۔ مجھے علم نہیں کہ انہوں نے مکی مرحلے کے کونسے حکم پر عمل کیا ہے حالانکہ ان کی اکثر باتیں مکی مرحلے کے مخالف ہیں، یہ لوگ مداہنت، کفار اور مرتدین کے ساتھ مل جل کر رہنے، تلبیس کرنے، کھانے پینے اور موج مستیوں میں مبتلا ہیں۔

مقصد یہ ہے کہ یہ تینوں اقسام اختلافِ احوال کے باوجود کفر اور اہل کفر کے غلبے اور ایسے معاشرے میں ان کے کنٹرول کے تحت زندگی گذار رہے ہیں جس معاشرے میں یہ تینوں نمایاں تفاوت کے ساتھ موجود ہیں ہم جس بات سے ان تینوں اقسام (بشمول معتدل قسم) کو ڈرانا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ ظالموں کے پنجوں تلے طویل زمانے تک آزمائش میں رہنے سے

صفحہ نمبر ۹۶

پیروکار منحرف ہوجاتے ہیں کیوں کہ انسانی جان (جبکہ وہ معصوم نہ ہو)، چاہے کتنی قوت کی حامل کیوں نہ ہو طویل مدت تک غالب اور سربلند باطل کے آگے نہیں ٹھہر سکتی، اس لیے کہ طویل مدت تک باطل کے خلاف عملی مقابلے کے بغیر زندگی گذارنے سے نوجوانوں پر انتہائی برے اثرات مرتب ہوتے ہیں، یقیناً جو لوگ طویل عرصے تک نوجوانانِ اسلام کے ساتھ رہے ہوں وہ اس بات کا انکار نہیں کرسکتے، کیوں کہ ایسے نوجوان یا تو کلی طور پر واپس پلٹ جاتے ہیں یا ان پر فقط ہدایت کے ظاہری آثار (داڑھی، سنت کے مطابق کپڑے وغیرہ) باقی رہ جاتے ہیں

اس کی واضح مثال وہ جماعتیں ہیں جن کی حق گوئی ضرب المثل تھی، ان کے افراد جب جیلوں (میں تھوڑا عرصہ رہ کر) نکلتے تو اور زیادہ استقامت کے پیکر بن جاتے لیکن ان جماعتوں کے جو کارکن طویل زمانے تک جیلوں میں بند کردئے گئے تو ان میں اپنے موقف (جہاد) سے پسپائی اور جہالت (موجودہ مادی تہذیب اور طاغوتی نظام) سے ہم نوائی شروع ہوئی بلکہ اس گروہ کی مثال ہی لیجئے جو حق گوئی اور آزمائش (جیسے جیل وغیرہ) سہنے سے اجتناب کرتا ہے چونکہ یہ لوگ جیسے کہ ہم نے ذکر کیا کہ ایک حد تک کفر کے غلبے اور معاشرے پر اس کے کنٹرول کے سامنے سرنگوں ہوتے ہیں اس لیے آپ دیکھیں گے کہ پہلے مراحل کا جھٹکا ان کے لیے بہت بڑا اور سخت ہوتا ہے پھر اس کے بعد ان میں ایسی کمزوری آتی جاتی ہے کہ یہ لوگ دوبارہ اپنی تحریک کو منظم نہیں کرپاتے الا یہ کہ کوئی حادثہ پیش آئے اور اس سے ان کے پاس ایسے نوجوان آئے جو تازہ خون (نئے جذبے) کے حامل ہوں تو وہ دوبارہ خالی دائرے میں نئے سرے سے کام شروع کر دیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے باوجود اس کے کہ صحابہ کرام کو صبر واستقامت اور حق گوئی پر ابھارا، آپ نے اس مرحلے پر صحابہ کرام کے مزاج پر برے اثرات مرتب کرنے کے اندیشے سے ان کے لیے یہ مرحلہ طویل ہونے نہیں دیا۔

صفحہ نمبر ۹۷

بلکہ پہلے ان کے لیے حبشہ اور بعد میں مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کا دروازہ کھولا، اس طرح انہیں مخصوص صورتِ حال میں کلمہ کفر کہنے کی اجازت دی، دوسری جانب آپ ﷺ مسلح انصار (مددگار) جمع کرنے اور باطل کا مقابلہ کرنے کی ترتیب پر بھی عمل پیرا رہے کیوں کہ ایک ماہر اور تجربہ کار قائد اپنے پیروکاروں کو طویل زمانے تک دشمن کے لیے تختہ مشق بننے نہیں دیتا اس لیے کہ اس سے پیروکار منحرف ہوجاتے ہیں تو ہمارے اوپر بھی لازم ہے کہ ہم اپنے ساتھیوں کو، دشمن کے ظلم تلے پسنے سے نکالنے کے لیے بھرپور اور سنجیدہ کوشش کریں اور پھر اس کے بعد ان کے حقوق (مخالفین سے) واپس چھیننے کی کاروائی کریں، یہی وجہ ہے کہ مدینہ منورہ میں قیام کے کچھ ہی عرصے بعد آپ ﷺ نے اپنے حقوق لینے کے لیے قریش کے قافلے کی خبر گیری کے سلسلے میں حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کا سریہ روانا فرمایا حالانکہ اس طرز عمل میں (دشمن کیساتھ مسلح) مقابلے کا دروازہ کھولنا ہے اور ممکن ہے کہ بعض لوگوں کا خیال ہو کہ اس طرز عمل کے نتائج برے بھی نکل سکتے ہیں لیکن معتدل بشری نفوس کے حقوق حاصل کرنے کے لیے یہ طرزِ عمل اختیار کرنا ضروری ہے وگرنہ تو ان کا صبر ختم ہوجائے گا۔

چنانچہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امیہ بن خلف کو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کا اسیر دیکھا تو وہ انہیں چھوڑنا برداشت نہ کرسکے حالانکہ عبدالرحمٰن بن عوف حضرت بلال پر چلا رہے تھے کہ یہ میرا قیدی ہے لیکن حضرت بلال کا ایک ہی جواب تھا کہ لا نجوت ان نجا! یعنی اگر یہ بچ گیا تو میں نہیں بچوں گا۔

انسانی نفوس خون اور گوشت پوست سے مرکب ہیں، ان کی محدود طاقت ہے جس کی رعایت ضروری ہے وگرنہ تو ساتھیوں کے منحرف ہونے اور یکے بعد دیگرے کھسکنے یا کم از کم کمزور ہونے وغیرہ کی صورت میں قائدین (صرف) اپنے آپ کو ملامت کریں (کہ ان سے بے حکمتی ہوئی)، ایسی صورتِ حال میں تدریجی طور پر تحریک یا تو ختم ہونے لگتی ہے

صفحہ نمبر ۹۸

یا کم از کم قائد اپنی تحریک کو ایک مسخ شدہ اور بے کار (غیر فعال) تحریک کی شکل دینے پر مجبور ہوجاتا ہے، ایک ایسی تحریک جو فقط اپنی (بے جان اور غیر موثر) افرادی ڈھانچے کو محفوظ کرنے پر توجہ مرکوز کرکے ہر ایسی کاروائی سے پیچھے ہٹتی ہے جس میں جان، مال، وقت یا پھر گھربار کی قربانی دینی پڑ رہی ہو اور قائد (جہاد کے) مخصوص حالات یا بعض مخصوص افراد (معذورین اور مستضعفین) کے استثنائی احکامات کو ایک ایسا عام قاعدہ اور منہج بنالیتا ہے جس پر وہ اپنے پیروکاروں کو چلاتا ہے اور اس پر مستزاد یہ کہ بعض لوگ حق کو باطل کے ساتھ خلط ملط کرنے، جاہلی زوال کو اسلامی لباس پہنانے سے بھی نہیں شرماتے، چنانچہ کارکنوں کی ایک بڑی تعداد شریعت کے احکامات کا طوق گلے سے اتار کر، دباؤ کا احساس کئے بغیر جینے لگتی ہیں۔ یقیناً اس (قید و بند) کی آزمائش کے مقابلے میں ثابت قدمی اور جہاد اور قتال کی آزمائش کے مقابلے میں استقامت فرد کی ایمانی صلاحیت کو بلند کرنے کا ذریعہ ہے اور یہ ایک فرد اور اسلامی جماعت کی تربیت کا بڑا ذریعہ ہے لیکن سوال یہ ہے کہ پھر شریعت نے قید و بند، تشدد اور کفر کے غلبے سے نجات کے راستے (جیسے ہجرت اور تقیہ ان دونوں کے درمیان شرعی اعتبار سے فرق مراتب کی رعایت رکھتے ہوئے) کیوں نکالے ہیں؟ اور قتال کی آزمائش (واضح رہے کہ قتال بھی آزمائش ہے جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ ’’کفی ببارقة السیوف فتنة‘‘ یعنی تلواروں کی چمک آزمائش کے لیے کافی ہے) سے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں نکالا بلکہ اس کو قیامت تک کے لیے جاری فرمایا اور اس سے پیچھے ہٹنے اور سنجیدہ تیاری نہ کرنے (خصوصاً جس صورت میں تیاری واجب ہو) کو نفاق کی علامت قرار دیا؟

جہاں تک قید و بند اور تشدد سہنے کا تعلق ہے تو ہم نے اس کی ابتدائی اہمیت ذکر کرنے کے بعد بتایا کہ اس کی مدت کا دراز ہونا پیروکاروں کے منحرف ہونے کا ذریعہ ہے۔

صفحہ نمبر ۹۹

البتہ جہاں تک جہاد کی آزمائش کا تعلق ہے تو اولاً اس آزمائش (جہاد) کی مشروعیت ایک بڑے فتنے کے سدِ باب کے لیے ہے: ’’وقاتلوهم حتى لا تكون فتنة ويكون

الدین کلہ للہ" یعنی ان سے قتال کرو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین (نظام بلا شرکت غیرے) سارے کا سارا اللہ کا ہو جائے، بلکہ سب سے بڑا فتنہ (قید و بند اور تشدد کے ذریعے منحرف کرنے کی آزمائش) قتال کے ذریعے سے ہی ختم کیا جاتا ہے۔

ثانیاً قتال کی آزمائش (باوجود اس کے کہ اس میں سخت مصائب ہیں) میں ایسی عزت اور عظیم احساسات ہیں جن سے ان آزمائشوں کے نتیجے میں نفس پر پڑنے والے بہت سارے مضر اثرات خود بخود ختم ہو جاتے ہیں کیوں کہ جہاد غموں کے ختم ہونے کا دروازہ ہے

ثالثاً اللہ کی راہ میں شہادت (جس کی بہت سارے افراد قید و بند کی تعذیب کے دوران تمنا کرتے ہیں) انسان کو آسانی سے میسر آجاتی ہے، اگر ہم اس نقطے کے حوالے سے گفتگو شروع کریں تو گفتگو کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہو جائے گا خون وگشت اور کٹی پھٹی لاشوں پر مشتمل ہونے کے باوجود بشری نفوس طویل مدت تک اس راستے کو اختیار کر سکتی ہیں بلکہ اس راستے ان کی محبت اور اس کی طلب دیدنی ہوتی ہے۔ بخلاف قید و بند کی (طویل المیعاد) صعوبتوں کے (کہ ان سے طبیعتِ سلیمہ گھبراتی ہے)، اسی طرح باطل کے غلبے اور اس کے نتیجے میں ملنے والی اذیت جیسے جیل اور تشدد وغیرہ، بشری نفوس کے محدود پہلوؤں (جیسے تکبر اور اللہ کی راہ میں نفس کے ذلیل ہونے اور کمزور جان کو قوی بنانے وغیرہ) کا علاج تو ضرور کرتی ہے لیکن اس مرحلے کا حد سے زیادہ دراز ہو جانا کبھی کبھار انسان کی عزت اور وقار کے خاتمے کا ذریعہ بن جاتا ہے خصوصاً جب اس مرحلے میں غالب باطل کی طرف سے شدید تذلیل کرنے اور اہل حق افراد کی طرف سے ہلاکت خیز بزدلی اور صحیح طریقوں کے ذریعے ان تکالیف کا سامنا کرنے کی تدبیر کرنے کے حوالے سے منفی پہلوؤں کا سامنا ہو (یعنی ایسی تدابیر اختیار نہیں کرتے جن سے تکالیف میں کمی واقع ہو)

صفحہ نمبر ۱۰۰

جبکہ جہاد نفس کے تمام امراض (مدد و نصرت، فتح و شکست اور خود پسندی کے نتیجے میں پیدا ہونے والے جملہ امراض) کا علاج ہے جہاد ایک مکمل شخصیت کا سانچہ بناتا ہے یہی وجہ ہے کہ آپ دیکھیں گے کہ بہت کم صحابہ کرام قید و بند اور تشدد کی آزمائشوں سے گزرے ہیں جبکہ اکثریت صرف جہاد کی آزمائش سے گزری ہے کیوں کہ جہاد کے مراحل ایک مسلمان اور مومن جماعت کے سانچے کو مکمل شخصیت میں ڈھالنے کے لیے کافی ہے، یہ مراحل انہیں اس لائق بنا لیتے ہیں کہ وہ لوگوں کے خون، ان کے اموال اور ان کی عزتوں کی امانت کا بوجھ گراں اٹھائیں پس جہاد ایک آزمائش ہے اور جہاد کے اندر ہی اس آزمائش کا علاج بھی ہے کہ تم دشمن کو خوف زدہ کرو اور دشمن تمہیں خوف زدہ کرے، آپ کی عزت کے لیے یہی کافی ہے کہ آپ باطل کی غلامی سے بچ کر اور اپنے خالق اور رزاق اللہ واحد کے اوامر کے سامنے سرنگوں ہو کر اپنا اسلحہ آزادی سے اٹھائے ہوئے ہو۔

خلاصہ یہ ہوا کہ کفر کے غلبے کے نیچے قید و بند اور جیل کے تشدد پر صبر کرنے کی آزمائش اور کفر اور اہل کفر کے خلاف جہاد کی آزمائش دونوں مسلمان فرد اور مومن جماعت کی تربیت اور ایمانی صلاحیت کو جلا بخشنے کے لیے اہم ہیں البتہ جیل کی آزمائش کے حصول کے لیے کوشش کرنا مناسب نہیں البتہ ہم یقینی طور پر حق گوئی اور جیل میں جانے کا سبب بننے والے افعال کرتے رہیں گے اور ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال بھی کریں گے لیکن جیل کا مرحلہ آ بھی جائے تو مناسب یہ ہے کہ طول نہ پکڑے (یا تو خود نکلنے کی کوئی تدبیر کی جائے یا پھر مجاہدین اسیروں کو باہر نکالنے کیلئے کاروائی کریں)، اس کے برعکس جہاد اور تلواروں کی چمک کی آزمائش کے حصول کے لیے کوشش کی جائے گی اور چونکہ جہاد قیامت تک جاری رہے گا اور اس لیے اس کی مدت دراز ہونے کی صورت

صفحہ نمبر ۱۰۱

میں نفس پر مرتب ہونے والے برے اثرات کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

جب میں نے یہ کہا کہ کفر کے غلبے کے فتنے اور آزمائش کا دراز ہونا مناسب نہیں ہو تو میرا مقصد یہ ہے کہ اس آزمائش سے نکلنے کے لیے سنجیدہ کوششیں کرنی چاہیے یعنی اسلامی تحریک اپنے افراد کو ایسی آزمائش سے نکالنے کی کوشش کرے، اور کوئی بھی سمجھ دار مسلمان چہ جائیکہ وہ اسلامی تحریک کا قائد ہو، یہ ہرگز نہیں کہہ سکتا کہ اس آزمائش (کفر کی سربلندی اور غلبے) کا مقابلہ دین کو چھپانے اور اس کو تبدیل کرنے کے ذریعے کیا جائے۔ تا کہ باطل راضی ہو کر دباؤ کم کر دے، ہاں کبھی کبھار یہ صورت استثنائی طور پر کسی فرد وغیرہ کے لیے جائز ہو جاتی ہے جیسے کہ حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مثال ہمارے سامنے ہے البتہ پوری کی پوری تحریک کا مکی مرحلے کے احکام (جو کہ درحقیقت استثناء کے اندر استثناء ہیں) کے تحت اپنے آپ کو استثناء میں داخل سمجھنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ ایک بیمار تحریک ہے جو اس دین (کی قیادت) کا بوجھ اٹھانے سے قاصر ہے، (ایسی صورتحال میں) اس کے لیے بہتر یہ ہے کہ اپنے آپ کو اور اپنے تمام اتباع کو ہر قسم کی بیعت اور وعدوں سے آزاد کر دے تا کہ ان میں سے مخلصین ایسے لوگوں کیساتھ بیعت کر کے ان کی مدد کریں جو لوگ طاقت کے ساتھ اس دین کی امانت کا بوجھ اٹھا سکتے ہیں، یہ وہ بات تھی جس پر میں تنبیہ کرنا چاہتا تھا، میں عالم اسلام میں تربیت پر مامور افراد سے امید رکھتا ہوں کہ وہ اس میں غور و فکر کریں گے۔

(تمام نقص کی صفات سے) پاکی صرف اس ذات کے لیے جس کے شرعی قوانین، آفاقی اور تکوینی قوانین کے موافق ہیں جبکہ زندگی اور دنیا کی حرکت بھی ان شرعی اور تکوینی قوانین سے ہم آہنگ ہیں والحمد للہ رب العالمین

صفحہ نمبر ۱۰۲

تیسرا مضمون

ہمارے اور دشمن کے درمیان کے افراد (قتال کے) آگ تلے

سنلقي في قلوب الذين كفروا الرعب بما اشر كو ابا الله مالم ينزل به سلطانا

ہم عنقریب ان لوگوں کے دلوں میں رعب ڈال دیں گے جنہوں نے کفر کیا بسبب اس کے کہ انہوں نے اللہ کے ساتھ ایسا شرک کیا جس پر اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نہیں اتاری۔

الحمد لله والصلاة والسلام على رسول الله وعلىٰ أله وصحبه ومن والاه أما بعد:

ہر اس سرزمین پر جس میں جہاد فی سبیل اللہ ہو رہا ہو، بار بار دہرائے جانے والے مناظر کے ذیل میں (ایک وہ بھی ہے جس میں) جزیرۃ العرب میں کچھ مجاہدین کا کاروں اور گاڑیوں میں موجود طواغیت کے فوجیوں اور افسران نے محاصرہ کیا، ایک مجاہد اپنی کار سے کود کر کسی آڑ کی اوٹ لیے بغیر آگے بڑھا اور صف اول میں موجود دشمن کے فوجیوں پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دی حالانکہ اس کو پتہ تھا کہ دشمن کی تعداد بہت زیادہ ہے اگر ان میں سے کوئی ثابت قدمی دکھاتا اور مذکورہ مجاہد بھائی پر فائرنگ کر دیتا تو وہ شہید ہو جاتا (کیونکہ وہ کسی آڑ کی اوٹ میں نہیں تھا) لیکن وہ تو چوہوں کی طرح بھاگ گئے، پھر (تعجب کی بات یہ ہے کہ) دشمن کے قافلے کے پچھلے حصے میں موجود فوجیوں نے جب اس صورتِ حال کو دیکھا تو وہ بھی فوراً بھاگ گئے حالانکہ ان پر مذکورہ مجاہد ساتھی نے ایک گولی بھی نہیں چلائی تھی، معاملہ یہی ختم نہیں ہوا بلکہ وہ مجاہد بھائی آگے بڑھا اور ان کی رکاوٹیں ہٹا ہٹا کر انہیں فائرنگ کا نشانہ بناتا رہا حالانکہ وہ کسی آڑ کی اوٹ میں نہیں تھا جبکہ دشمن کے فوجیوں نے بلٹ پروف جیکٹیں اور ٹوپیاں پہنی ہوئی تھی۔ تاریخ کی گہرائیوں میں ایسے بہت سارے واقعات دفن ہیں ان واقعات کا بدر سے لے کر مجاہدین کے تمام معرکوں تک دراز ایک طویل سلسلہ ہے، جو میسر اسباب اختیار کرنے کے بعد مجاہدین کے اللہ تعالیٰ پر بھرپور بھروسے، ایمانی تیاری، مقاصد اور نیت کی بہتری کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

صفحہ نمبر ۱۰۳

ایک ساتھی کا بیان ہے کہ فتح سے قبل مجاہدین نے خوست کا محاصرہ کیا ہوا تھا اور اس انتظار میں تھے کہ جلد از جلد بکتر بند گاڑیاں (واضح رہے کہ مجاہدین نے یہ گاڑیاں گذشتہ معرکوں میں بطور غنیمت حاصل کی تھیں) پہنچ جائیں اور وہ محاصرہ شدہ روسی فوجیوں کے قلعے کے فتح کے حوالے سے ان کی معاونت کریں اور گویا کہ وہ بزبان حال کہہ رہے تھے کہ جب تک بکتر بند گاڑیاں نہیں آئیں گی ہم فتحیاب نہیں ہونگے، پھر جب بکتر بند گاڑیاں آگئیں اور انہوں نے حملہ شروع کیا تو کچھ گولے آکر ان پر گرے تو کچھ مجاہدین کو پسپائی اختیار کرنی پڑی اور کچھ شہید ہو گئے پھر کچھ عرصے بعد مجاہدین نے جمع ہو کر دوبارہ اس قلعے کا محاصرہ کیا اور محض اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا (اس مرتبہ ان کے پاس کسی قسم کی بکتر بند گاڑیاں نہیں تھیں) چنانچہ وہ صرف ہلکے اسلحے کے ساتھ قلعے کے اندر گھسنے میں کامیاب ہو گئے، ایک ساتھی (جو پہاڑ کی چوٹی پر بیٹھ کر دوربین سے یہ منظر دیکھ رہا تھا) کا بیان ہے کہ میں نے ان ہی روسی فوجیوں کو سروں پر پاؤں رکھ کر بھاگتے اور اپنا ہلکا اور بھاری اسلحہ چھوڑتا دیکھا جو اس سے قبل بکتر بند گاڑیوں کو تباہ کر چکے تھے، چنانچہ خوست فتح ہوا، دیکھئے کیسے مجاہدین پر سکینہ نازل ہوا حالانکہ وہ کمزور تھے اور کیسے دشمن کے فوجی بھاگے حالانکہ وہ بہتر پوزیشن میں تھے: ويوم حنين اذأعجبتكم كثرتكم فلم تغن عنكم شيئا وضاقت عليكم الارض بما رحبت ثم وليتم مدبرين ثم أنزل الله سكينته على رسوله و على المؤمنين وانزل جنودا لم تروهاوعذب الذين كفروا وذالک جزاء الكافرين

یعنی جب حنین کے دن تمہیں اپنی کثرت اچھی لگی تو پھر کثرت نے تمہیں کچھ فائدہ نہ دیا اور زمین اپنی وسعت کے باوجود تم پر تنگ پڑ گئی اور تمہیں راہِ فرار اختیار کرنا پڑی، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور مومنین پر سکینہ اتارا اور ایسی فوج اتاری جسے تم نہ دیکھ سکتے تھے، اللہ تعالیٰ نے کافروں کو سزا دی اور یہی کافروں کا بدلہ ہے۔

صفحہ نمبر ۱۰۴

مجاہدین سے محبت کرنے والے بعض ساتھی، ان واقعات کو مجاہدین کی بہادری اور اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کی بزدلی پر محمول کرتے ہیں ممکن ہے کہ متعدد واقعات میں یہی سب کارفرما ہوں لیکن بعض اوقات ان جیسے واقعات میں ایک مجاہد خود بھی سمجھتا ہے کہ اس کی بہادری سے کام نہیں چل سکتا جبکہ دوسری جانب دشمن کی افواج کا مجاہدین کے علاوہ دیگر لوگوں کے ساتھ معرکوں میں سامنا ہوا ہوتا ہے، جن میں ان کی فطری بہادری واضح ہو چکی ہوتی ہے۔

سوال یہ ہے کہ پھر مجاہدین کا سامنا کرتے ہوئے انہیں کیا ہو جاتا ہے؟ انہیں رعب کا احساس کیوں ہوتا ہے؟ کیوں مجاہدین اپنے اندر توقع سے کئی گنا بڑھ کر ثابت قدمی پاتے ہیں؟ دشمن کے فوجیوں کو فائرنگ کے وقت اپنے اعضاء کے مفلوج ہو جانے کا احساس کیوں ہوتا ہے؟ ان باتوں کی تفصیل کا جواب اہل دنیا کے پاس نہیں ہے۔ کیسے ایک فائرنگ اور گولہ باری کرنے والا مجاہد تنگی محسوس کرتا ہے لیکن وہ اللہ کا نام لے کر اضطراری طور پر فائرنگ کر دیتا ہے تو نشانہ ہدف پر بالکل درست بیٹھ جاتا ہے حالانکہ فائرنگ کے وقت اسے بھی مکمل یقین ہوتا ہے کہ اس صورتِ حال میں نشان ہدف تک نہیں پہنچ پائے گا بلکہ کبھی کبھار ہدف اتنا دور ہوتا ہے کہ اسلحے کی مار وہاں تک نہیں پہنچ سکتی۔ کیسے مشرکین کسی معرکے میں کامیابی حاصل کر لیتے ہیں اور ان کے ہاں بچے کھچے مومنین کے صفایا کرنے کی بھی صلاحیت ہوتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ مومنین کی آزمائش کے لیے ان کا رخ پھیر دیتے ہیں (تا کہ یہ دیکھے) کہ آیا اس واقعہ کے بعد مومنین اللہ تعالیٰ کے امر پر ثابت قدم رہتے ہیں یا ایڑھیوں کے بل پلٹتے ہیں، جب تک مجاہدین حتی الوسع کوشش کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے شرعی اور تکوینی اوامر کو پورا کرتے ہیں تو کیسے جنگ کا پانسہ پلٹ جاتا ہے حالانکہ مجاہدین کا اس میں کوئی کردار نہیں ہوتا۔

صفحہ نمبر ۱۰۵

چنانچہ غزوہ احزاب میں خندق کے پیچھے صحابہ کرام کی صورتِ حال (جبکہ قضاءِ حاجت کے لیے بحفاظت جانا مشکل ہو گیا تھا اور کلیجے خوف سے منہ کو آگئے تھے اور کچھ لوگ اللہ تعالیٰ

کے متعلق طرح طرح کے گمان کررہے تھے) اور اللہ تعالیٰ کا مشرکین پر ایسی آندھی مسلط کرنے (جس نے مشرکین کی ہانڈیاں الٹ کران کی آگ بجھادی تھی) کے درمیان ایک فیصلہ کن لمحہ ہی تو تھا، سب سے اہم بات یہ ہے کہ مشرکین کی قیادت سمجھ گئی تھی ان کے افواج کا جنگی ارادہ تباہ ہو چکا ہے اور وہ جنگ کو مزید دوام نہیں دے سکتے لہٰذا انہوں نے واپسی کا فیصلہ کیا جس سے احزاب کا پانسہ پلٹ گیا اور وہ اپنے حقیر، خائن اتحادیوں کو مومنین کے لیے ٹھنڈی غنیمت بنا کر اس حال میں چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے کہ ان کے دل رعب سے بھرپور تھے، ان تمام امور اور حضور ﷺ کے قول ''الأن نغزوهم ولا يغزوننا یعنی اب ہم ان پر حملہ آور ہونگے جب کہ وہ ہمارے اوپر حملہ آور نہیں ہوسکیں گے'' کے درمیان ایک لمحہ ہی تھا۔

اس لیے ہم عراق کے مجاہدین کو خوش خبری دیتے ہیں کہ وہ لمحہ آنے والا ہے (بشرطیکہ وہ ثابت قدم رہیں اور تبدیل نہ ہونے پائیں) اگر چہ وہ اس حال تک پہنچ جائیں کہ ڈگمگانے لگیں بلکہ شاید وہ لمحہ تب ہی آئے گا جب قدم ڈگمگانے لگیں گے، اور مومنین دلوں کی گہرائیوں سے کہنے لگیں گے: هذا ما وعدنا الله رسوله وصدق الله رسوله یعنی یہ (دشمن کے افواج کی کثرت وغیرہ) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا اور اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا، دشمن یہ (پسپائی) کا فیصلہ کسی بھی سبب سے کرسکتا ہے، (اسباب تو بہت سارے ہیں) جیسے نئی کاروائی کرنا، مثلاً کسی امریکی کو ذبح کرنا یا ابوغریب جیسی کوئی نئی رسوائی ظاہر ہونا یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی نئی نشانی کا ظاہر ہونا جیسا کہ فلوجہ (اللہ اسے عزت دے)

صفحہ نمبر ۱۰۶

میں اللہ کی نشانی ظاہر ہوئی، جب دنیا کی سب سے بڑی فوج نے جدید ترین اسلحے اور ترقی یافتہ ٹیکنالوجی سے لیس ہو کر گہری فضائی چھتری تلے ایک چھوٹے سے شہر (فلوجہ) میں مجاہدین کا محاصرہ کیا، مجاہدین کے پاس صرف ہلکا اسلحہ تھا، جو دشمن کے ہاتھوں میں موجود چھوٹے اسلحے کا ہم پلہ بھی نہ تھا۔

اے مجاہدینِ عراق! یہ لمحہ اللہ کے اذن سے آنے والا ہے! ضرورت صرف اور صرف استقامت کی ہے اللہ کے اذن سے اس لمحے کے آمد کے بعد آپ پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت اور احسان پر اس کا شکر ادا کرو، اور شکر کا طریقہ یہ ہے کہ آرام سے مت بیٹھو بلکہ عصر کی نماز اپنے اردگرد موجود خائن اور غدار ٹولے کی ریاستوں کے قلعوں کے دروازوں پر پڑھو اور یقین رکھو کہ اس وقت ان کے آقا اور خود ساختہ خدا (امریکہ) کی پسپائی کا جو رعب ان کے دلوں میں بیٹھا ہے وہ بیان سے باہر ہے، پس آپ پر لازم ہے کہ ان غداروں، ان کی کٹھ پتلی حکومتوں کے وزیروں اور ان کی افواج کے اہلکاروں کے ساتھ وہی کچھ کرو جو رسول اللہ ﷺ نے بنوقریظہ کے ساتھ کیا تھا اور اس وقت صرف حضرت سعد بن معاذ جیسی رائے کو سنو کہ وہ کیا ہی خوب رائے تھی اور اس وقت کسی ایسی رائے کو اہمیت مت دو جو کہے کہ ''امریکہ اس کے اتحادی ابھی تک گئے نہیں ہیں اور اگر چلے بھی گئے تو یہ عن قریب پھر آئیں گے'' کیوں کہ اس قسم کی آراء کے حامل لوگوں ہی نے تمہیں پہلی مرتبہ رسوا کیا تھا اور خود تمہارا تماشاہ دیکھنے میں محو ہو گئے تھے ''يحسبون الاحزاب لم يذهبوا وان يأت الاحزاب يودوا لو انهم بادون فى الاعراب يسئلون عن انبائكم و لو كانوا فيكم ما قاتلوا الا قليلا'' یعنی ان لوگوں کو خیال تھا کہ لشکر گئے نہیں ہیں اور اگر لشکر آبھی جائے تو یہ لوگ چاہیں گے کہ کاش دیہاتوں میں رہ کر تمہاری خبریں معلوم کرتے رہیں اور اگر یہ تمہاری صفوں میں ہوتے تو بہت کم ہی لڑتے'' پس جب دشمن ان حالات میں ایک مرتبہ نکل جائے تو پھر وہ کبھی واپس نہیں آئیں گے، اس بات کا یقین رکھو، میں اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں تمہارے اوپر اس دن کا احسان کرے اور تمہیں

صفحہ نمبر ۱۰۷

ان خائنین اور ان کو مدد فراہم کرنے والی پڑوسی حکومتوں پر تسلط عطاء فرمائے۔ میں کہتا ہوں کہ اللہ کے اذن سے اس معاملے کے قریب ہونے کی متواتر شہادتیں بہت ساری ہیں، چنانچہ ان کے فوجیوں کی وہ چیخ وپکار جس کی گونج میدان جنگ کی گونج سے زیادہ ہے، ہم سن سکتے ہیں! اسی طرح ہم ان کی کند ذہنی دیکھ سکتے ہیں چنانچہ مجاہدین انہیں ایک ہی جگہ سے متعدد مرتبہ نشانہ بناتے ہیں۔

جہاں تک ان کی ہوا اکھڑ جانے کی بات ہے تو مجاہدین بیان کرتے ہیں کہ جب ان کے عسکری گاڑیوں کے قافلے کی کسی گاڑی کو نشانہ بنایا جائے تو جو فوجی بچ جاتے ہیں وہ نشانہ بنائی گئی گاڑی کے مقتولین کی پرواہ کئے بغیر بھاگنے میں ہی عافیت محسوس کرتے ہیں بے شک میرے نزدیک ان کا فوجی جب اپنی ریاستوں سے آتا ہے تو ذہین، فطین اور بہادر ہوتا ہے لیکن جو کچھ ان کے ساتھ ہوتا ہے (یعنی نفسیاتی عوارض وغیرہ) یہ صادق مجاھدین سے لڑائی کے بعد ہوتا ہے (اس سلسلے میں دشمن کے اخبارات وغیرہ میں شائع ہونے والی وہ رپورٹیں دیکھیے جنمیں دشمن کے نفسیاتی ماہرین امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے فوجیوں کی جنگ میں جانے سے قبل اور بعد کی صورتحال کا تجزیہ پیش کرتے ہیں حتی کہ بعض فوجی پاگل اور ذہنی مریض بھی بن چکے ہیں)۔

کیا ہم اب بھی نہیں سمجھیں گے کہ اللہ تعالیٰ ہی کے قبضۂ قدرت میں انسانوں کی پیشانیاں اور ان کے دل ہیں اور وہ جس طرف چاہے انہیں پلٹ سکتا ہے اگر وہ چاہے تو ان کی آنکھوں کو اندھا کردے اور ان کے ہاتھوں کو شل کردے اور ان کے نشانے کو ناکام بنادے اللہ تعالیٰ ہی اپنی حفاظت کے ذریعے مومنین کی حفاظت فرماتے ہیں اور اہل ایمان کا دفاع کرتے ہیں۔ دشمن کو ان امور میں سے کیا حاصل ہے؟ بلکہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو ان کے دل مومنین کی طرف پھیر دیں۔

جہاں تک دیگر نشانیوں کا تعلق ہے تو ہم سنتے ہیں کہ بڑی بڑی مکڑیاں عراق میں امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے فوجیوں پر حملہ آور ہو کر ان کے دلوں میں رعب ڈال دیتی ہیں، ایسے پھر انہیں کاٹ لیتے ہیں جس سے ان کی چمڑی پھول کر لاعلاج ہو جاتی ہے، اسی طرح کفار کے اخبارات میں اس طرح کی رپورٹیں آئیں ہیں کہ سائے کے مانند لشکر مجاہدین

صفحہ نمبر ۱۰۸

سے لڑائی کے دوران امریکہ اور اس کے اتحادیوں سے لڑتے ہیں اور امریکہ اور اس کے اتحادیوں کا جدید ترین اسلحہ بھی ان پر کوئی اثر نہیں کرتا فلله الحمد والمنة جس نے ان

سینکڑوں رپورٹوں کا مطالعہ کیا ہو جنہیں ان مغربی اخبارات اور چینلز نے نشر کیا ہے اور جو اس طرح کی خبریں اور قصے نشر کرتے ہیں وہ ان قصوں کی متفرق تفصیلات کا مغرب، اس کی عوام اور فوج پر اثر کا تجزیہ کر سکتا ہے۔ اس طرح کی نشانیاں اور اس سے قبل نیویارک اور واشنگٹن کے (گیارہ ستمبر) کے حملوں اور ان کے درمیان ظاہر ہونے والی نشانیاں اب کفار کے ہر ہر گھر پہنچ چکی ہیں کوئی کچا پکا گھر ان سے نہیں بچا یہ (نشانیاں) درحقیقت اللہ کے اذن سے موجودہ زمانے میں مومنین کے جہاد کے فیصلہ کن مرحلے کے لیے راستہ ہموار کر رہی ہیں وہ فیصلہ کن مرحلہ جس میں دشمن کو بھی یہ یقین ہوگا کہ وہ اللہ سے لڑ رہا ہے اور اس پر حیرت نہیں ہونی چاہیے جب اس مرحلے میں اصلی کفار اور مرتدین کے لشکروں کے نوجوان قافلۂ جہاد کے ساتھ آملیں، حیرت بھی کیوں ہو؟ جبکہ تاریخ ہمیں یہ بتاتی ہے کہ صلیبی لشکر کے کچھ قائدین اس طرح کی نشانیاں دیکھ کر صلاح الدین ایوبی کیساتھ آملے۔ اسی طرح خالد بن ولید کفار کے بڑے لشکر کے سالار تھے، غزوہ احزاب کے بعد مدینہ کی طرف جانے لگے راستے میں ان کی ایک سپہ سالار یعنی عمرو بن العاص سے ملاقات ہوتی ہے جو اسی جگہ جانے کا ارادہ رکھتے ہیں جہاں کا ارادہ خالد رکھتے ہیں، خالد عمرو بن العاص سے پوچھتے ہیں ''کہاں جا رہے ہو؟'' عمرو کا جواب ہوتا ہے: نشان راہ واضح اور راستہ معلوم ہو چکا ہے، ہم ان لوگوں (مسلمانوں) کے معاملے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی مدد اور ان کے صبر کو ایسی واضح نشانیاں سمجھتے ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ یہ لوگ خالق ارض وسماء کے حقیقی دین کو اٹھائے ہوئے ہیں

صفی نمبر ۱۰۹

میرے بھائیو! حیران مت ہو کہ ہمارے ربانی منہج، دعوتی اور جہادی طریقہ کار میں یہ نشانی، ہدف اور دلیل ہے کہ اس دین کے بڑے بڑے دشمن (اللہ کی قدرت کے ذریعے جس کے قبضے میں لوگوں کی پیشانیاں اور مومنوں کی تقدیریں ہیں) لمحوں میں تبدیل ہو کر اس کے مخلص پیروکار بن جاتے ہیں اس کے راستے میں اپنا خون بہاتے ہیں اور اسلامی تحریک کے ان ہزاروں نوجوانوں سے پہلے جنت کی طرف سبقت کر جاتے ہیں جو مسلمانوں کے درمیان رہتے ہوئے (ضعیف الایمان) دیہاتیوں کی طرح طویل عرصے تک (جہاد سے) پیچھے رہ کر اپنی دین داری کو مفلوج کر چکے ہیں نسال الله العفو و العافية و المغفرة و التوبه لنا جميعاً

میرے بھائیو! حیران مت ہوں جب کفار نے غزوہ احد میں آپ ﷺ کا چہرہ مبارک خون آلود کیا تو آپ نے فرمایا کہ: ''وہ قوم کیسے فلاح پائے گی جس نے اپنے نبی کا چہرہ خون آلود کیا''، تو اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لیے تلاوت کی جانے والی یہ آیت نازل فرمائی ''ليس لک من الامر شیء أو يتوب عليهم أو يعذبهم فانهم ظالمون''، یعنی آپ کو اس معاملے کا کوئی اختیار نہیں اللہ تعالیٰ چاہیں تو ان پر رحم کرے اور چاہیں تو انہیں عذاب دے کیونکہ یہ ظالم ہیں

نیز اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں'' ان الذين فتنوا المومنين و المومنات ثم لم يتوبوا فلهم عذاب جهنم و لهم عذاب الحريق ''یعنی وہ لوگ جنہوں نے مومنین اور مومنات کو تکلیف دی اور توبہ نہ کی تو ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے اور ان کے لیے جلا دینے والا عذاب ہے۔

اللہ کی قدرت! کہ مومنین کو آزمائشوں میں بھی مبتلا کرنیوالوں کے لیے بھی توبہ اور نئی زندگی ہے، مجاہدین کی نسلوں نے جو قربانیاں دی ہیں، ہجرت اور جہاد کیا ہے، دنیاوی منافع اور عادات کو چھوڑا ہے، جہاد میں اپنا خون بہا کر جانی نقصانات کا سامنا کیا ہے اور ایسے مصائب برداشت کئے ہیں جنہیں سہنا ناممکن ہے یقیناً یہ سب کچھ رائیگاں نہیں جائے گا اگرچہ (مدد اور ثمرات) کچھ عرصے بعد ہی کیوں نہ ہو

صفی نمبر ۱۱۰

حضرت عکرمہ بن ابو جہل اور حضرت سفیان بن حرب اسلام لانے کے فوراً بعد ایک دوسرے سے یوں مکالمہ کرتے ہیں: ''لوگ ہم سے کافی آگے نکل چکے ہیں، رسول اللہ ﷺ کے ساتھی شہید کئے گئے اور انہیں ایذائیں دی گئیں انہوں نے ہجرتیں کیں، وطن اور اہل و عیال کو چھوڑا اور بڑی بڑی قربانیاں دیں تو ہم کیا کریں؟ دوسری طرف سے جواب دیا کہ اٹھو تا کہ اہل کفر سے قتال کریں شاید اللہ تعالیٰ ہمیں شہادت نصیب فرمائے اور ہماری بخشش فرما کر ہمارے درجات بلند فرمائے۔ سبحان اللہ! یہ قربانیاں اور عظیم مصائب جن کا مجاہدین نے سامنا کیا ان کا ایک نوٹ میں اسلام میں داخل ہونے والی نسلوں پر اللہ کے اذن سے اثر ہوگا اور ان کا دوسرا اثر یہ ہوگا کہ ان کی وجہ سے دشمن اپنے جرائم کی ان آخری حدوں کو پہنچ چکا ہے جس کے سبب وہ اللہ تعالیٰ کے کامل عذاب کا مستحق ہو چکا ہے۔

کل روس اپنے ہیلی کاپٹروں اور جہازوں سمیت ایسی افغان بستیوں پر ٹوٹ پڑا تھا جن کے مرد جہاد کے لیے پہاڑوں پر گئے تھے اور بستیوں میں صرف بچے، بوڑھے اور عورتیں رہ گئی تھیں روسیوں نے بچوں اور بوڑھوں کو قتل کیا اور عورتوں کو ہیلی کاپٹروں میں لے جا کر برہنہ کر کے زندہ زمین پر گرایا جب مجاہدین گھروں کو لوٹے تو اپنے کپڑے اتار کر اپنی ماؤں، بہنوں بیٹیوں اور بیویوں کو ڈھانپا اور ہاتھ اٹھا اٹھا کر روس کو بددعائیں دیں، تھوڑے ہی عرصے بعد اللہ تعالیٰ نے تشرنوبل کے سانحہ میں بہت سارے روسیوں کو متاثر کیا اور مجاہدین کو سوویت اتحاد کے اس طرح ٹکڑے کرنے کا ایک بنیادی سبب بنا دیا اور سابق سوویت ریاستوں کی مرتد افواج تاجکستان اور چیچنیا وغیرہ میں توبہ تائب ہو کر قافلہ جہاد میں شامل ہوئیں بلکہ روس میں بھی یہی واقعات پیش آئے چنانچہ ہم نے چیچنیا میں دیکھا کہ چیچن نژاد روسی جرنیل جو ہر دودایوف

صفی نمبر ۱۱۱

اپنی تنخواہ اور مراعات چھوڑ کر دنیا کی خطرناک ترین فوج کے خلاف جہاد کی قیادت کر رہا ہے، یہ لوگ کس طرح (میدان جہاد میں اتر) آئے؟ کیا یہ لوگ اپنی آنکھوں سے دنیا کی سب سے بڑی اور جدید اسلحہ سے لیس فوج کے سامنے ثابت قدمی کے نمونے اور ان پر اللہ کی طرف سے اترنے والی (مدد کی) نشانیاں اور خود ساختہ سپر طاقتوں کی حقیقت دیکھنے کے بعد نہیں

آئے؟

جی ہاں گزشتہ سالوں کے حوادثات کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ مومنین کی چھانٹی فرماتے ہیں اور لوگوں کے سامنے ان کی سچائی اور ثابت قدمی ظاہر فرماتے ہیں اور کفار کو مٹاتے ہیں اور ان میں سے بعض پر رحم فرماتے ہیں اور ہمیں یہ نشانی دکھاتے ہیں کہ اللہ ہی وہ ذات ہے جس کے قبضۂ قدرت میں بندوں کی پیشانیاں ہیں۔

اللہ کے اذن سے پلڑے ایسے پلٹیں گے کہ عقلیں حیران رہ جائیں گی، عنقریب دشمن کے فوجی ہمارے سامنے سے راہِ فرار اختیار کریں گے، ان میں سے کوئی بھی ہمارا سامنا کرنے پر آمادہ نہیں ہوگا بلکہ ہم ان کے بہترین لوگوں کو دیکھیں گے کہ وہ اللہ کے اذن سے ہم سے آملیں گے ضرورت صرف اس امر کی ہے کہ ہم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی تعلیم کے موافق دلوں اور عقلوں کی چابیاں پالیں (یعنی ان کو اپنی طرف مائل کریں)

وہ مرحلہ جس کی ہمیں امید ہے کہ ہم اس کے دروازوں پر ہیں، اس کے لیے ضروری ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے حکم کے موافق اس کے لیے مسلسل تیاری جاری رکھیں جیسے کہ صحیح مسلم کی حدیثِ قدسی میں آیا ہے: ''میں نے اپنے تمام بندوں کو صحیح الفطرت بنایا سب کے پاس شیطان آئے انہیں ان کے دین سے بہکایا اور ان کے لیے وہ چیزیں حرام قرار دیں جو میں ان کے لیے حلال کر چکا تھا اور شیاطین نے یہ حکم دیا کہ میرے (اللہ تعالیٰ کے) ساتھ ایسی چیزوں کو شریک ٹھہرائیں جن پر میں نے کوئی دلیل نہیں اتاری۔ اسی حدیث میں آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ

صفحہ نمبر ۱۱۲

اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا کہ: ''میں قریش کو جلا ڈالوں تو میں نے عرض کیا کہ اے اللہ! قریش میرا سر کچل کر اس کو روٹی کی طرح بنا دیں گے'' گویا کہ آپ ﷺ یہ فرما رہے ہیں کہ میں کمزور ہوں اور میرے اردگرد موجود لوگ میرا دفاع نہیں کر سکتے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"استخرجهم كما استخرجوك، واغزهم نغزك، وأنفق فسننفق عليك وابعث جيشا نبعث خمسة مثله وقاتل بمن أطاعك من عصاك" یعنی انہیں ایسے نکال جیسے انہوں نے آپ کو نکالا تھا، ان سے لڑائی لڑ ہم آپ کی مدد کریں گے، خرچ کر ہم آپ پر خرچ کریں گے، آپ ایک لشکر بھیجیں ہم اس سے پانچ گنا بڑا لشکر بھیجیں گے اور اپنے فرمانبرداروں کے ذریعے نافرمانوں سے قتال کر''

اس مرحلے اور اس کے ساتھ والے مرحلے تک پہنچنے کے لیے ہمارے لیے جس راستے پر چلنا شرط اور ضروری ہے وہ یہ ہے کہ ہم کفار میں سے گمراہ گروہوں کو ان کی اس فطرت کی طرف لوٹائیں جس سے شیاطین نے ان کے دلوں میں شبہات ڈال کر اور شہوات میں مبتلا کر کے بہکا دیا ہے چنانچہ اب وہ اطراف عالم اور اپنی نفوس میں موجود نشانیوں کو نہیں دیکھ پاتے۔

میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جس راستے پر ہمیں عمل پیرا ہونا چاہیے وہ یہ ہے کہ ہمیں کفار کے شہروں اور ریاستوں کو ان کے لیے جہنم کا نمونہ بنانا چاہیے، اللہ تعالیٰ کے فرمانبرداروں کے ذریعے اللہ کے نافرمانوں سے قتال کرنا چاہیے یہاں تک کہ یا تو یہ تمام کفار مٹ جائیں اور اللہ تعالیٰ روئے زمین اور انسانیت کو ان سے چھٹکارا دے دے یا پھر اللہ تعالیٰ ان کے سامنے ہدایت کے لیے نشانیاں اور دلائل ظاہر فرمائے (اور یہ ہمیں زیادہ پسند ہے) جیسے کہ قریش کے ساتھ ہوا، کامل نشانیاں اس وقت تک نہیں آئیں گی جب تک ہم مومنین کو جنگ کی بھٹی میں نہیں جھونکیں گے جیسے کہ اس حدیث میں یہ فرمایا گیا ہے: اغزهم نغزك وأنفق فسننفق عليك وابعث جيشا نبعث خمسة مثله وقاتل بمن أطاعك من عصاك

صفحہ نمبر ۱۱۳

تو اس معاملے میں کوئی بھی توقف، تاخیر، پسپائی یا جن نوجوانوں کی یہ ذمہ داری ہے ان کے متعلق بخل اور کوتاہی کرنا اس کے بالمقابل فرشتوں کے پانچ گنا لشکر اور ان کے ساتھ موجود ربانی نشانیوں کو کم کر سکتا ہے۔

مروجہ دعوتی کوششیں اس وقت تک اپنا متوقع پھل نہیں دے سکتیں جب تک ان کے ساتھ اللہ کی نشانیاں، دلائل اور ایسے موجودہ انسانی نمونے نہ ہوں جو مومنین کو استقامت بخشیں اور کفار کی آنکھوں کو اپنی طرف کھینچ لیں، یہ نشانیاں تب ہی ظاہر ہوں گی جب ہمارا دعوتی طریقۂ کار صحابہ کرام کے منہج اور اس طرزِ عمل کے موافق ہو جائے، جو ان کے اعمال پر غالب تھا یعنی جہاد چنانچہ جو صحابہ کرام داعیوں کے نام سے معروف ہیں جیسے حضرت معصب بن عمیر، حضرت معاذ بن جبل، وغیرہ اور حضرات قراء کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تو یہ حضرات مقاتل لڑنے والے داعی تھے بلکہ دعوت [illegible] ین ساتھ ساتھ مقاتل شہدا بھی تھے۔

میں اس مضمون میں جو کچھ کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ ہم ایک ایسے بڑے معرکے کے میدان میں ہیں جس میں دشمن ہماری شکست اور ہم اس کی شکست کا انتظار کر رہے ہیں، چھوٹے معرکوں کے میدان میں جب بم دھماکوں کی آوازیں اور گولیوں کی تھرتھراہٹ بلند ہوگی اور موت سروں کے قریب ہو جائے گی تو اس صورتِ حال میں آنکھوں سے پردے ہٹ جائیں گے تو جو لوگ اللہ کی ملاقات چاہیں گے وہ ان حالات کی پرواہ کئے بغیر گویا کہ زبانِ حال کہہ رہے ہوں گے کہ ''اگر یہ مصائب اللہ کی رضامندی کے لیے ہے تو خوش آمدید'' البتہ جو لوگ اللہ کی ملاقات کے خواہش مند نہیں ہونگے ان کے لیے یہ اس حقیقت کا لمحہ ہوگا کہ یا تو وہ ہلاک ہو جائیں یا اللہ تعالیٰ انہیں نجات عطاء فرمائے اور ہمیں اس لمحے کی حرارت ان کے جسم اور عقل سے ختم ہونے سے قبل ہی ان کی اس حالت کو غنیمت جان کر فائدہ اٹھانا چاہئے

صفحہ نمبر ۱۱۴

لیکن یہ ہے کہ اس لمحے کا اثر ان کی عقل پر طویل عرصے تک برقرار رہے) بڑے اور چھوٹے معرکوں اور کاروائیوں کے ضمن میں دنیا جن گرم فضاؤں سے گزر رہی ہے اس میں ہم پر لازم ہے کہ

اپنی دعوت کو انسانیت پر مرکوز کر کے ایک لمحے کے لیے اسے اس کشمکش کی حقیقت میں غور و فکر کی طرف بلائیں، ہمیں چاہیے کہ ہم یہ یقین کرلیں کہ اگر ہم نے یہ کام کیا یعنی معرکے کی آگ و بزم
کراس کے درمیان اپنی دعوت لوگوں پر مرکوز کر لی تو پلڑے ایسے پلٹیں گے کہ عقلیں دھنگ رہ جائیں گی، یہ تمام باتیں خواب ہے نہ ہی وہم، یہ وہ قصے ہیں جو مرور زمانے کے ساتھ ہر ایک مومن
جماعت کے ساتھ پیش آتے رہتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ کے وعدے پر یقین اور اپنے رب پر مکمل بھروسہ ہو اور وہ اللہ تعالیٰ سے مغفرت اور ثابت قدمی کی طالب ہو۔

أسال الله أن يتوب علينا ويغفرلنا خطايانا ويثبت أقدامانا وينصرنا على القوم الكافرين ،وأن يبرم لهذه الامة أمر رشد يعز فيه أهل طاعته ويذل فيه أهل معصيته ويو مر فيه بالمعروف و ينهي عن المنكر، انه ولى ذالک والقادر عليه والحمدلله رب العالمين.

صفحہ نمبر ۱۱۵

چوتھا مضمون (اپنوں اور غیروں کے درمیان تکوینی قوانین)

ولو لا دفع الله الناس بعضهم ببعض لهدمت صوامع و بيع وصلوات ومساجد يذكرفيها اسم الله كثيرا ولينصرن الله من ينصرهٗ، ان الله قوى عزيز

یعنی اگر اللہ بعض لوگوں کو بعض کے ذریعے نہ پچھاڑتا تو کلیسائیں عبادت خانے اور وہ مساجد ویران کردی جاتیں جن میں کثرت سے اللہ کا نام لیا جاتا ہے، اور یقیناً اللہ تعالیٰ مدد فرماتے ہیں جس کی مدد فرماتے ہیں یقیناً اللہ تعالیٰ طاقت ور غالب ہے۔

الحمد الله والصلاه والسلام على رسول الله وعلىٰ اله وأصحابه ومن والاه أما بعدُ!

میں نے ایک پرانے مضمون میں لکھا تھا کہ پر امن جماعتوں کا منشور درحقیقت ''گاندھی منشور'' سے ماخوذ ہیں بلکہ خود ان جماعتوں کے مفکرین صراحتاً یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کرچکے ہیں کہ موجودہ دور میں گاندھی کا منشور درحقیقت مکی مرحلے میں رسول اللہ ﷺ کی سیرت کا نمونہ ہے تعالیٰ دين الله عن افک وبهتان هولاء

عقل وخرد کے ایک مدعی نے اپنی اصلاحی تحریک کی گاندھی کے ساتھ مشابہت کی نفی کرتے ہوئے بطور تبصرہ کہا ہے کہ ''اس کے بالمقابل جہادی تحریکات کو یہ الزام دیا جاسکتا ہے کہ ان کا منشور آئیر لینڈ کی سرخ افواج کے منشور کے مشابہہ ہے۔ (آئر لینڈ کی سرخ فوج کے نام سے کوئی تنظیم وجود نہیں رکھتی، ممکن ہے کہ معترض (جس کا ہم نے تذکرہ کیا ہے اور جو اپنے آپ اور اپنے اتباع کو سلفی اصلاحی تحریک کے مورخین میں شمار کرتا ہے) کی مراد آئیر لینڈ کی جمہوری فوج ہو) کیوں کہ یہ افواج بھی مسلح مقاومت (مقابلے) پر یقین رکھتی ہے''

صفحہ نمبر ۱۱۶

ممکن ہے کہ اس مدعی اور بہت سارے حضرات کو حیرانی ہو کہ اس مدعی کے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اعتراض میں موجود بات ایک حد تک صحیح ہے البتہ اس پر کچھ تحفظات ہیں۔ اس سے پہلے کہ ہم اس جواب پر ہونے والے اشکال کا جواب دیں، ہم اس مضمون کے اصل موضوع کی طرف لوٹتے ہیں۔

ابتدائی طور پر اس مضمون کا مقصد یہ بات واضح کرنی ہے کہ پر امن تحریکیں ''گاندھی منشور'' کی پیروی کر کے تکوینی قوانینی کی مخالفت کر رہی ہیں، جس سے ان کے مقاصد جن کی خاطر یہ دوڑ دھوپ کر رہی ہیں ہرگز حاصل نہ ہوں گے۔

تکوینی قوانین کے مخالف ''گاندھی منشور'' نے ہندوستان سے انگریز کو بھاگنے پر مجبور کیا اور نہ ہی ہندوستان کے اقتدار کی چابیاں گاندھی اور اس کی پارٹی کے حوالے کیں بلکہ در حقیقت جس [illegible] ہندوستان کے اقتدار کی چابیاں گاندھی اور اس کی پارٹی کے حوالے کیں اور انگریز کو بھاگنے پر مجبور کیا وہ مسلمان کا ہندوستان میں جہاد اور کچھ دوسرے گروہوں کی مسلح مزاحمت تھی یہ جہاد اور مسلح مزاحمت تقریباً مسلسل دو سو سال تک انگریز کی تباہی کے لیے جاری رہی اور جب بھی اسے دبایا گیا تو یہ اس سے بھی زیادہ سختی کے ساتھ دوبارہ ابھر کر سامنے آئی یہاں تک کہ انگریز کا صبر تمام ہو گیا جس کی وجہ سے انگریز اس بات پر مجبور ہو گیا کہ مصالحانہ طریقے سے ان علاقوں کا اقتدار ایک ایسے شخص کے سپرد کردے جو اپنے شخصیتی مزاج کی وجہ سے شہرت رکھتا تھا تاکہ وہ انگریز کے جانے کے بعد اس کے مفادات کا تحفظ کرے اور ان علاقوں میں ایک صحیح مسلم ریاست کو قائم نہ

صفحہ نمبر ۱۱۷

ہونے دے، یہ ہندوستان میں رونما ان واقعات کا ایک تجزیہ ہے۔

دوسرا تجزیہ یہ ہے کہ یہ (انگریز کا گاندھی اور اس کی پارٹی کو اقتدار سونپنا) درحقیقت انگریز کا اپنی مقبوضات سے مسلسل نکلنے اور اقتدار ایسی تحریکات کے سپرد کرنے جن کی قیادت یا قیادت کے ارد گرد موجود خوشامدی ٹولہ انگریز کا ایجنٹ ہو، کی پالیسی کی ایک کڑی تھی۔ ان دونوں تجزیوں کی وضاحت ایسی تفصیل طلب ہے جس سے ہم اصل موضوع سے ہٹ جائیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ صحیح دانشور اس بات پر متفق ہیں کہ یقینی طور پر گاندھی تحریک نے (تکوینی) قوانین توڑ کر ان کے درمیان سے کوئی ایسا نیا قانون نہیں نکالا جس سے انسانیت نہ آشنا ہو۔

ریاستوں کا قیام اور کنٹرول کا حصول تو محض طاقت اور تدافع کے قانون کے ذریعے ہی ہوتا ہے، چنانچہ جمہوری ریاستیں بھی ایسی جنگوں کے بعد ہی قائم ہوئی جنہوں نے ہر طرف تباہی پھیلائی، ان جنگوں میں ایک فریق کو دوسرے پر غلبہ حاصل ہوا اور غالب فریق نے زندگی کی اس صورت اور سیاسی نظام کے اس شکل کو وضع کیا۔ مدینہ منورہ میں اسلامی ریاست کا قیام، اوس و خزرج کے ان مسلح انصار کے ذریعے سے عمل میں آیا جنہیں رسول اللہ ﷺ نے مکۃ مکرمۃ میں اپنی موجودگی کے زمانے میں تیار کیا تھا تاکہ ان کے ذریعے سے کنٹرول حاصل کرنے کا عمل

شروع کیا جائے اگر چہ اس معاملے میں

صفحہ نمبر ۱۱۸

کا ذریعہ: ہوں مسلح انصار مساجد، اہل وعیال، اموال اور تمام مفادات کو دوبارہ حاصل کرنے

مال، اولاد، اہل وعیال اور وطن کو کیوں نہ چھوڑنا پڑ جائے کہ رسول اللہ ﷺ جانتے تھے کہ

گے اس سے بھی زیادہ واضح مثال یہ ہے کہ نہ بدلنے والے تکوینی قوانین کے موافق فتح ونصرت کے حصول کے بعد ہی اسلامی ریاست میں توسیع ہوئی اور لوگ کثرت سے اسلام میں داخل ہوئے

جبکہ اس کے مقابلے میں پرامن جماعتوں کا منشور یہ ہے کہ وہ اس دلیل کی بنیاد پر مسلح انصار جمع کرنے سے احتراز کرتے ہیں کہ اس کی وجہ سے طاغوتی نظام ان پر دھاوا بول دیں گے جس سے ان

کے زعم کے مطابق ان کی دعوت سے حاصل ہونے والے فوائد خطرے میں پڑ جائیں گے اور یہ لوگ ایسے شہروں، سرزمینوں اور پہاڑوں کی طرف جن میں انصار ہوں اور جہاں جہاد کی صحیح

تربیت ہوسکتی ہو، اس لیے ہجرت نہیں کرتے کہ کہیں ان پر طواغیت کی طرف سے ریاست توڑنے اور بغاوت کا الزام عائد نہ کیا جائے!!

مزید برآں ہجرت نہ کرنے کا ایک بہانہ ان کے پاس یہ ہوتا ہے کہ ہم (اپنے زعم کے مطابق) شہروں اور علاقوں کو داعیوں سے خالی نہیں چھوڑ سکتے حالانکہ یہ لوگ اپنی اس روش کے

ذریعے کئی مرحلے کے ایسے تکوینی قوانین کی خلاف ورزی کر رہے ہیں جو کہ شرعی قوانین بھی ہیں، اس بنا پر یہ لوگ طاغوت کے لیے اس کی ''نوکیلے دانت اکھیڑنے کی پالیسی'' کے موافق، بغیر کسی

مشقت کے اپنے دعوتی مفادات کی بیخ کنی کو آسان بنا دیتے ہیں، چنانچہ طاغوت ایک عرصے بعد اپنی اس پالیسی پر عمل پیرا ہو کر

صفحہ نمبر ۱۱۹

ان جماعتوں کے تمام کاموں پر پانی پھیر کر انہیں ایک ایسے سیاہ خالی دائرے میں پھینک دیتا ہے کہ اب یا تو انہیں نئے سرے سے یا نئے سرے سے بھی نچلے زاویے میں جا کر اپنا

کام شروع کرنا پڑتا ہے اور بسا اوقات تو ایسی جماعتوں کے لیے دوبارہ کام شروع کرنا ممکن ہی نہیں ہوتا۔

تیونس کی صورت میں ہمارے لیے عبرت کی مثال موجود ہے،

سقوطِ خلافت کے بعد وجود میں آنے والی اسلامی تحریکات نے اس سوال کے جواب میں کافی عرصہ لگایا کہ اسلامی ریاست کے احیاء کا شرعی طریقہ کیا ہے؟

اس سوال کے صحیح جواب یا بالخصوص دیگر سوالات کی موجودگی میں صحیح جواب کی حد بندی کی تعیین میں کافی وقت اور کوششیں صرف ہوئی لیکن اسلامی تحریکات اس سوال کے جواب میں

حقیقی صورتِ حال یا اس میں اللہ کے حکم کی وضاحت کے متعلق کوئی واضح جواب نہ دے پائی جو شخص اس معاملے میں غور کرے گا اس پر واضح ہوگا کہ اسلامی خلافت ٹوٹنے کے بعد مقبوضہ استعماری

علاقے بھی شدید مزاحمت کی وجہ سے تباہی کے دہانے پر تھے اور یہ مزاحمت زیادہ تر اسلامی تحریکات کی طرف سے ہو رہی تھی لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ ان اسلامی تحریکوں نے بہت سارے

ایسے اہم سوالات کو نظر انداز کر دیا جن کا جواب انہیں تکوینی قوانین کے موافق صحیح شرعی موقف کا حامل بنا دیتا جس کی وجہ سے یہ تحریکیں زمینی صورتِ حال کو جلد یا بدیر تبدیل کر سکتی تھیں، ضرورت

صرف اور صرف صحیح جواب کی تھی جس سے یہ تحریکیں شیطانی وساوس کے موافق خالی گھڑوں میں گرنے کے بجائے صراطِ مستقیم پر گامزن ہو جاتیں

صفحہ نمبر ۱۲۰

سقوطِ خلافت کے بعد ہمارے معاشروں میں تمام دائیں اور بائیں بازو کی حامل تحریکیں نشوونما کے دور سے گزر رہی تھیں البتہ ان جماعتوں بالخصوص بائیں بازو کی جماعتوں نے

اپنے معاشروں اور ریاستوں کے تعمیر کے سلسلے میں اپنے اہداف اور مقاصد کی طرف کامیاب انداز میں پیش قدمی تیز اور وسیع کی جب کہ اس دوران اسلامی تنظیمیں اسلامی ریاست کے قیام کے

سلسلے میں نبوی طریقے کے حوالے سے آپس میں مناظرے کرتی رہیں حالانکہ یہ ایک معیوب بات تھی اس پر مستزاد یہ کہ اسلامی تنظیمیں ریاست پانے کے سلسلے میں غلبے کے حصول کے حوالے

سے بہت بڑی صلاحیتوں اور وسیع جاسوسی نیٹ ورک کی حامل تھیں لیکن بہت آسانی اور آرام سے وہ لوگ ریاستوں کے حاکم بن بیٹھے جن کے پاس صلاحیت اور جاسوسی نیٹ ورک نہیں تھا جبکہ

صلاحیت اور جاسوسی نیٹ ورک کے حامل لوگ ایسے در بدر ہوئے کہ ان کے پاس آرام سے مرنے کے لیے گز بھر زمین بھی نہ تھی لوگوں نے ریاستیں بنا لیں ان کی بنیادیں اور اصول مضبوط کیے

ان کے معدنیات اور دولتوں سے کھیلنے لگے، اپنے اصولوں کے مطابق لوگوں کی تربیت کی اور ترقی کے نئے نت اسباب حاصل کیے جبکہ اہل اسلام اسلامی ریاست کے قیام کے سلسلے میں بہترین

طریقے کے متعلق آپس میں اب تک مناظروں میں مشت وگریباں ہیں؟! اور مناظرے میں ہر فریق کا خیال یہ ہے کہ اسلامی ریاست کے قیام کے سلسلے میں اس کی دلیل نبوی طریقے سے ماخوذ

ہے۔

صفحہ نمبر ۱۲۱

افسوس کی بات یہ ہے کہ کچھ لوگوں کا اب بھی یہی خیال ہے کہ یہ طریقہ مزید تحقیق اور ریسرچ کا محتاج ہے، بہت سارے دین دار لوگ تو اب بھی لوگوں کو جمع کرتے ہیں تا کہ ان کو

طواغیت کی تباہی یا اسلامی ریاست اور خلافت کے قیام کے بہترین راستے کے حوالے سے بتایا جائے۔

حسن البنا کے زمانے میں مصر میں اخوان المسلمین کی تعداد تقریباً دس لاکھ تک پہنچ گئی تھی جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے اور وہ بھی ایک ایسی ریاست میں جس کی آبادی تقریباً دو کروڑ تھی

بلکہ اخوان کی عسکری تنظیم کے پاس ایسا انٹیلی جنس نظام تھا جو مصری حکومت کے انٹیلی جنس نظام سے زیادہ مضبوط تھا یہاں تک کہ انہوں نے بعض دوسرے گروپوں کے ان نوجوانوں سے متعلق

جاسوسی کر کے معلومات حاصل کر لی تھیں جو انگریزوں اور ان کے مددگاروں کے لیے ٹارگٹ کلنگ کی تربیت حاصل کر رہے تھے، حالانکہ فاروق (مصری صدر) کو بھی ابھی تک اس کا علم نہیں

تھا، قارئین اس سلسلے میں احمد عادل کمال کی کتاب ''النقاط فوق الحروف'' کی طرف رجوع کریں۔

واضح رہے کہ احمد کمال چالیس پچاس کی دہائی میں اخوان کے خصوصی جاسوسی ادارے کے اہم ترین ارکان میں سے تھے، احمد عادل کمال اس کتاب میں مکمل صراحت کے ساتھ اس نظریاتی خلل اور کمزوری کا ذکر کرتے ہیں جس نے ان سے اس وقت ایک اچھا لمحہ گنوا دیا تھا، موصوف نے اس کتاب میں بیان کیا ہے کہ جمال

صفحہ نمبر ۱۲۲

عبدالناصر کا سہارا ایک ایسے نظام پر تھا جو اخوان کی تنظیم سے کمزور تر تھا بلکہ اخوان کی طرف سے انقلاب سے پہلے اور بعد میں جمال عبدالناصر کی مدد ہی انقلاب کے ابتدائی سالوں میں اس کی طاقت کا سبب تھی یقیناً اس وقت اخوان نے مدافعت (پچھاڑنے) کے قانون کے ایک نامکمل پہلو پر عمل کیا تھا، اور قانونِ مدافعت کے اہداف اور مقاصد سے انحراف کیا تھا پھر بعد میں تو اخوان نے کلی طور پر قانون مدافعت کو بمع اس جزء کے پس پشت ڈال دیا جس پر اس وقت اس نے عمل کیا تھا حالانکہ یہی جزء ہی تو ان کے پورے طریقے کار میں ایک صحیح امر تھا، شیخ طنطاوی رحمہ اللہ (اللہ تعالیٰ ہماری اور ان کی بخشش فرمائے) اپنی ایک تقریر کے ذریعے پورے دمشق کو ہلا سکتے تھے اور اہل دمشق کو جس معاملے پر چاہتے متحد کرنے کی صلاحیت رکھتے تھے، جب کہ اس کے برخلاف اللہ کا دشمن میشل عفلق (بعث پارٹی کا ایک بانی) اپنے گرد مظاہرے یا درس کے سلسلے میں سو آدمی بھی جمع نہیں کر سکتا تھا۔ بلکہ بعث پارٹی اور کمیونزم کے حاملین جب تک اپنے ناموں کے ساتھ حاجی یا شیخ کا لقب نہ لگا لیتے تب تک وہ شام کی بستیوں میں جاہل لوگوں کے ووٹ حاصل نہ کر سکتے تھے۔

ایک ہدایت یافتہ مسلمان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی توفیق شامل حال ہوتی ہے بالفاظ دیگر وہ کفار کی بہ نسبت اپنے مقاصد حاصل کرنے کے زیادہ قریب ہوتا ہے، ہماری شریعت میں ایک اصطلاح ''ہدا[illegible]ہدایت کا معنی ''مقصود کو حاصل کرنے کی بصیرت'' ہے بالفاظ دیگر شرعی راستہ دوسرے راستوں کی بہ نسبت ہدف تک پہنچنے کے زیادہ قریب ہوتا ہے، لہٰذا شرعی راستہ اختیار کرنے والا مقصد کو پانے میں گناہ گار (غیر شرعی راستے پر چلنے والے) کی بہ نسبت زیادہ کامیاب ہوگا، اب تک یہ مشائخ اور اکابرین اپنے آپ سے کیوں نہیں پوچھتے کہ کافر اپنے ہدف کو کیوں پہنچا اور مسلمانوں نے اپنے مقصود کے خلاف نتائج کیوں پائے ؟

بعث پارٹی والے دو ریاستیں بنانے میں کیوں کر کامیاب ہوئے جبکہ اس کے برعکس شیوخ اسلام کو ٹھکانہ کیوں نہیں مل رہا؟ حالانکہ اس وقت معرکے کے تمام وسائل واسباب موجودہ صورتحال کے برعکس مسلمانوں اور ان کے مشائخ کے ہاتھ میں تھے، جبکہ معرکے کے بہت کم اسباب ووسائل دشمن کے ہاتھ میں تھے، کیا یہ سوال میرے ذمے اور ہر ایسے شخص (جو ضمیر فروش نہ ہو) کے ذمے لازم نہیں کرتا کہ ہم یہ یقین کر لیں کہ اسلامی ریاست کے قیام کے سلسلے میں مشائخ اور اکابرین کا طریقہ نبوی منہج کو سمجھنے میں غلط فہمی پر مبنی ہے، ظاہر ہے نبوی منہج میں تو کوئی غلطی نہیں ہے۔ ریاستوں کے قیام کے سلسلے میں نبوی طریقہ بعینہ تکوینی طریقہ ہی ہے البتہ خطاب شرعی دلیل شرعی ہی سے ثابت ہوتا ہے۔

بالفاظ دیگر یہ ایک فحش غلطی ہے کہ کوئی یہ سمجھے کہ تمام انسانوں کے حق میں تبدیلی کے واضح فطری قوانین، قواعد اور نظام سے ہٹ کر سیرت نبوی کا کوئی علیحدہ نظام، اور مستقل قواعد ہیں اس میں ان لوگوں پر بھی رد ہے جو اسلامی ریاست کے قیام کے سلسلے میں نبوی طریقے کو کوئی ایسا مخصوص طریقہ گردانتے ہیں جسے صرف اہل اسلام ہی جانتے ہوں، ریاستوں کی تعمیر کے سلسلے میں عقلمند انسانوں کا جو راستہ ہے، اسلامی ریاست کے قیام کے سلسلے میں بعینہ میں وہی راستہ اسلام کا بھی ہے کیونکہ ریاست ایک تکوینی اور وجودی چیز ہے، ریاست کا نام تمام انسانوں کے نزدیک ایک ہی چیز پر بولا جاتا ہے البتہ اس ریاست کی طرف نسبت ان احکام اور اقدار کی بنا پر ہوتی ہے جن کے ذریعے یہ ریاست حکومت کرتی ہے چنانچہ اسلامی ریاست کو اسلامی اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ اسلام اور اسلام سے ماخوذ اقدار کے ذریعے حکومت کرتی ہے اشتراکی ریاست کو اشتراکی ریاست اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ اشتراکی اقدار کے ذریعے حکومت کرتی ہے، بعثی ریاست کو بعثی ریاست اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ بعث پارٹی کے اصولوں کے مطابق حکومت کرتی ہے لیکن ریاست کا نام ان تمام حکومتوں میں مشترک ہے جو ایک ہی وجودی چیز پر بولا جاتا ہے۔ اور وہ وجودی چیز (یعنی تکوینی اور قدری قوانین) ایک ہی چیز ہے جو تمام بشریت کو جامع ہے، دین اور تہذیب سے قطع نظر۔

ممکن تھا کہ میں اس مقالے میں آنے والے مضمون کے دلائل علمائے سلف (جیسے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ اور امام ابن القیم) کے کلام سے پیش کرتا لیکن اس کا فائدہ ہی کیا ہے، جب لوگوں کی عقلیں ان آئمہ کے اقوال کے بغیر اس بات کا ادراک نہ کر پائیں۔

گذشتہ مضمون کے اجمال سے قاری پر واضح ہو گیا ہوگا کہ میں نے معترض کی سابقہ بات پر کیسے کہا تھا کہ اس کی بات ایک حد تک صحیح ہے، البتہ اس کی بات پر چند تحفظات ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

☆ بسا اوقات اغیار کے مقاصد میں جائز اور ناجائز دونوں طرح کے مقاصد ہوتے ہیں جس کی وجہ سے وہ تکوینی قوانین جو ان کے مقاصد واہداف کے حصول کا ذریعہ ہیں، بھی جائز اور ناجائز قوانین سے مرکب ہوتے ہیں۔ کسی بھی مقصد کے حصول کے لیے شرعی قوانین اور شرعی وسائل اور مامور بہا اسباب ہی بہترین اور موثر تکوینی ذرائع ہیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے اس دین کو کامل بنایا ہے اور ہمیں ایسی کتاب دی ہے جو بہترین امور کی طرف رہنمائی کرتی ہے البتہ تکوینی اور قدری اسباب کے لیے شرعی ہونا ضروری نہیں جیسے کہ چوری سے مال حاصل ہوتا ہے لیکن چوری جائز نہیں، اغیار کے کچھ مقاصد ایسے ہوتے ہیں جن میں سے بعض مقاصد مومنین کے مقاصد کے مشابہ ہوتے ہیں جبکہ بعض ان کے مغایر ہوتے ہیں۔

مثال کے طور پر ان کا مقصد ریاست کا قیام ہوتا ہے لیکن اس ریاست میں ایک مخصوص اور معین گروہ ہی کو عزت ملتی ہے جبکہ اسکے برعکس اہل ایمان کے نزدیک تمام لوگ برابر ہیں اور ان کے ہاں ریاست کا مقصد تمام مخلوقات پر رحم کرنا ہے تا کہ اس انسانیت کو جسے شیطان نے بھٹکایا ہے، کی راہنمائی کیلئے دعوت الی اللہ محفوظ رہے (اور دین کے دعاۃ آزادانہ دعوت کا کام کر سکیں)

اس طرح اہل ایمان کے نزدیک بلاضرورت اموال اور نفوس کو ہلاک کرنا بھی ٹھیک نہیں چنانچہ جب تک اہل ایمان کے اہداف حاصل نہیں ہوتے تب تک یہ اہداف ان تکوینی اسباب کے محتاج ہوتے ہیں جن کے ذریعے ان (اہداف) کا حصول ہوتا ہے پس مومنین تکوینی سبب کے طور پر قتال کرنے کو ایسے دیگر تکوینی اسباب سے ڈھانپ لیتے ہیں جو کہ یقینی طور پر شرعی بھی ہیں اور ان سے اہل ایمان کے مجموعی اہداف حاصل ہوتے ہیں چنانچہ وہ عورتوں اور بچوں کو قصداً اس وقت تک قتل کرنے سے احتراز کرتے ہیں جب تک ان کے قتل سے کوئی بڑا شرعی مفاد وابستہ نہ ہو (جیسے کہ بعض اہل علم کی رائے پر دشمن کو سبق سکھانا وغیرہ)

اسی طرح اہل ایمان کا ہدف دشمن کی شخصیت اور جنسیت نہیں ہوتی چنانچہ دشمن کے جو لوگ توبہ اور اصلاح کر لیں تو وہ اپنے کاموں کے ذریعے دنیا اور آخرت میں قدیم اہل ایمان سے بڑا رتبہ حاصل [illegible] بشرطیکہ ان کا عمل افضل ہو، اس کے برعکس اغیار ان قواعد کا لحاظ نہیں کرتے الا یہ کہ دوسرے اہداف کو حاصل کرنے کیلئے ان کو اس طرح کے قواعد پر عمل پیرا ہونے کی ضرورت ہو یا ان کے اہداف اہل ایمان کے اہداف کے مشابہ ہوں۔

اسی طرح اغیار کے ہاں مشترکہ دشمن کے خلاف ایسے لوگوں سے کامل اتحاد کرنے میں بھی کوئی رکاوٹ نہیں جو کلی طور پر ان کے عقیدے اور نظریئے کے مخالف ہوں جبکہ اہل ایمان کے نزدیک اصولوں کی پاکیزگی اور اپنے عقیدے کو فاسد عقائد کی آمیزش سے بچانا بنیادی مقاصد میں شامل ہے لہٰذا اہل ایمان مذکورہ صورت حال میں اس طرح کے اتحاد ہرگز نہیں کرتے، اس آخری نقطے کے مختلف درجات اور مراحل ہیں جو کہ تفصیل طلب ہیں۔

اسی طرح اہل ایمان کے نزدیک اصولوں کی فتح اور آخرت کا اجر وثواب دنیاوی اور مادی مفادات پر مقدم ہے یہی وجہ ہے کہ بعض اوقات اہل ایمان معرکے میں ظاہری شکست کے باوجود شہادت کے حصول کیلئے یا دشمن کے سامنے سرنڈر نہ ہونے کی خاطر مسلسل لڑتے رہتے ہیں جبکہ اغیار کبھی کبھی کسی خاص مقصد کے حاصل ہونے یا کچھ مادی مفادات کے حصول کی خاطر دشمن کے سامنے سرنڈر کر لیتے ہیں (یہ سمجھتے ہوئے کہ کچھ بھی ہاتھ نہ آنے کی بنسبت یہ بہتر ہے)

ان تحفظات سے ہم درج ذیل امور مستنبط کرنا چاہتے ہیں:

۱) وہ تکوینی اسباب جنہیں ہم اختیار کرتے ہیں ان شرعی مقاصد واہداف کے موافق ہونے چاہئیں جن کی خاطر ہم کوششیں کر رہے ہیں لہٰذا ہماری طرف سے شرعی حدود سے تجاوز نہ ہونا چاہیے، جنگوں اور قتال کے فنون (جیسے گوریلا جنگ وغیرہ) کے موضوع پر لکھی گئی اغیار کی کتابوں سے استفادہ کرتے وقت جہادی تحریک کے لیے مناسب ہے کہ اس بات کا خیال رکھے کہ انہوں (اغیار) نے ان کتابوں میں ایسے طریقے بیان کئے ہیں جن کے ذریعے وہ کچھ ایسے مقاصد حاصل کرتے ہیں جو ہمارے شرعی اہداف کے مشابہ بھی ہو سکتے ہیں اور ان سے مختلف بھی۔

الحمد للہ اس آخری دہائی میں انٹرنیٹ کے ذریعے اہل توحید کے ایسے مضامین عام ہوئے ہیں جن میں اغیار کے فنون حرب پر مشتمل کتابوں سے ناجائز مواد نکال دیا گیا ہے لیکن اس کے باوجود کبھی کبھار اغیار کی غیر منقح کتابوں کی ضرورت پڑ سکتی ہے اس لیے (استفادے کے وقت ایسے امور پر) تنبیہ ضروری ہے۔

گزشتہ دہائی میں بعض ایسی جماعتوں کی کتابیں منظر عام پر تھیں جو اغیار کے عسکری اور بالخصوص سیاسی منہج کو کتمان حق اور خلط ملط کے ذریعے دروغ گوئی کرتے ہوئے شرعی سیاست باور کراتی، جبکہ اُسوقت اس موضوع پر منضبط مباحث کا کہیں اور ملنا مشکل تھا۔

ہم یہاں اس بات پر بھی تنبیہ کرنا چاہتے ہیں کہ وہ عسکری، سیاسی اور جاسوسی کتابیں جنہیں بدعتی تحریکات جیسے اخوان المسلمین نے لکھا ہے، دشمن کی کتابوں سے بھی زیادہ خطرناک ہیں کیوں کہ ان کتابوں میں کتاب وسنت اور سیرت کے واقعات مسخ شدہ حالت میں درج ہوتے ہیں (جس کو صرف ایک باریک بین انسان ہی بھانپ سکتا ہے) جبکہ اغیار کی کتابیں پڑھتے ہوئے قاری کو یہ احساس رہتا ہے کہ ان کے لکھنے والے کافر ہیں (لہٰذا خلاف شرع امور سے متنبہ رہتا ہے)

اخوان المسلمین کی سوچ اور نظریے کا جہادی جماعتوں کی سوچ اور نظریئے میں نقب زنی کرنا تو خطرناک اور تباہ کن ہے ہی لیکن اگر کوئی جماعت دعوتی جہادی جماعت ہو تو پھر یہ معاملہ اور بھی زیادہ ہلاکت خیز ہے بالخصوص جبکہ اخوان المسلمین کے قدیم رہنماؤں کی تحریروں میں جہادی دعوت بھی ہوتی ہے، جس سے قاری یہ سمجھتا ہے کہ ان کتابوں کے مصنفین فہم کے اعتبار سے صحیح ہیں حالانکہ وہ مصنفین مفاہیم میں گڑبڑ کرتے ہیں ان کی طرف منسوب کوئی شخص آج تک ان کی گمراہیوں سے محفوظ نہیں رہا، سوائے شیخ عبداللہ عزام شہید رحمہ اللہ کے، اس معاملے کی مزید وضاحت تفصیل طلب ہے۔

مقصد یہ ہے کہ پہلے افغان جہاد میں جو کچھ حکمتیار (اللہ تعالیٰ ہمیں اور اسے ہدایت نصیب فرمائے) سیاف اور ربانی کی صورت میں ظاہر ہوا ہمیں چاہیے کہ اس سے عبرت حاصل کریں، اگر طوالت کا خوف نہ ہوتا تو میں یہ بتاتا کہ کیسے ان لوگوں کی تربیت اخوان کی تحریف شدہ کتابوں سے لئے گئے اصول کے ذریعے اس طور پر ہوئی کہ انہیں (ان میں اچھے برے کی) چھان بین کی صلاحیت نہیں تھی، بالخصوص اس وجہ سے بھی کہ یہ لوگ عجمی الاصول ہیں، اس لیے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی عجمی کے ساتھ بھلائی کرنا چاہتا ہے تو اس کی رہنمائی کسی صاحب سنت کی طرف فرما دیتا ہے۔

۲) دوسرا امر جو کہ پہلے امر کے ساتھ مربوط ہے اور اس پر تنبیہ ضروری ہے وہ یہ ہے کہ شرعی سیاست میں جب ان تکوینی قوانین پر عمل کیا جائے جن پر اغیار عمل کرتے ہیں تو لازم ہے کہ ان تکوینی قوانین پر بہتر انداز سے عمل کیا جائے مثال کے طور پر بائیں بازو کی تحریکیں مال کی اہمیت پر توجہ مرکوز رکھتی ہیں اور اپنی اور دیگر تحریکوں کے سلسلے میں مال کو بہت زیادہ مؤثر سمجھتی ہیں بلکہ اسے (مال کو) انسانوں کے مابین کشمکش کا سب سے بڑا سبب اور محرک تصور کرتی ہیں جب کہ ہمارے ہاں شرعی سیاست انسانوں پر مال کے اثرات سے غافل نہیں لیکن وہ اسے جنگ کا بنیادی

(کہ ان کے ہاں تو یہ بالکل کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتا)، شریعت اس بات پر زور دیتی ہے کہ خالق کی عبادت کسی بھی سلیم الفطرت
اور یکتا محرک قرار نہیں دیتی بالخصوص اہل ایمان کی اعتبار سے
مال کے کردار پر بھی زور دیتی ہے بلکہ بسا اوقات دشمن کی اکثر زیادات، اس
انسان کے حق میں جنگ کے لیے سب سے بڑا محرک ہے، اس طرح شریعت جنگ کے حقیقی حجم کے موافق جنگ میں
کے بہت سارے فوجیوں اور پیروکاروں کے نزدیک مال ہی جنگ کا بنیادی محرک ہوتا ہے اس لیے دشمنوں پر اقتصادی دباؤ ڈالنا شرعی سیاست کا حصہ ہے البتہ چونکہ مومنین کی صف میں معاملہ اس
سے مختلف ہوتا ہے لہٰذا شرعی سیاست مال کو بعض مولفۃ القلوب کے لیے بطورِ محرک اور مومنین کے لیے ثانوی امر ہونے کے اعتبار سے نظر انداز نہیں کرتیں لیکن مومنین کے مضبوط گروہ کے لیے مال
غیر بنیادی چیز ہے اس طرح شریعت مال کو طرفین کے درمیان جنگ اور کشمکش کے ایندھن کے طور پر بنیادی عنصر سمجھتی ہے، یہی وجہ ہے کہ آیتِ کریمہ اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ مال
معرکے کو گرم کرنے کا ذریعہ ہے اور یہ کہ معرکوں اور عام ضروری نفقات کے سلسلے میں مال کا نہ ہونا صحابہ کرام کو رسول اللہ ﷺ کے گرد اکھٹا رہنے سے روک دے گا البتہ مومنین کو اس بات کا اطمینان
(وہیں سے بندوبست ہو جائے گا)
رہتا ہے کہ جب جنگوں اور مومنین کے ضروری حوائج پر خرچ کے لیے مال نہیں رہے گا تو اللہ کے پاس آسمانوں اور زمینوں کے خزانے تو موجود ہیں
ان تمام باتوں کے ساتھ ساتھ مومنین کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے اور ان شرعی احکام کی پابندی پر ابھارا جاتا ہے جن سے مالی ذرائع حاصل ہوتے ہیں جیسے زکوۃ، غنیمت وغیرہ، ہم
اس کی ایک اور مثال لیتے ہیں، مثال کے طور پر رازداری ہے تو شریعت نے عسکری امور میں تکوینی سبب کے طور پر رازداری کی اہمیت سے انکار نہیں کیا ہے لیکن شریعت نے اس بات کو ملحوظ رکھا
ہے کہ ہم درحقیقت ہدایت کی تحریک ہیں، پس جب ہم رازداری میں بہت زیادہ غلو کریں گے تو ہم ہدایت کی تحریکات سے ہٹ کر مافیا گروہوں یا باطنی تحریکوں کی صف میں شامل ہو جائیں گے
بلکہ اس طرح کی گہری رازداری کبھی کبھار کارکنوں کی تعداد (کمیت) بڑھنے کی راہ میں رکاوٹ بن جاتی ہے چنانچہ تحریک پر لمبا عرصہ گزر جاتا ہے لیکن اس کے پاس انتہائی قلیل تعداد میں لوگ
ہوتے ہیں اور کبھی کبھار (رازداری میں) یہ غلو کیفیتی ترقی کی راہ میں رکاوٹ بن جاتا ہے۔
واضح رہے کہ کیفیت سے متعلق امور میں گزشتہ تفصیلی تحقیق کے خاتمے میں بیان کر چکا ہوں، چنانچہ شریعت نے اس تکوینی سبب (رازداری) کو ایسے بہترین انداز میں رکھا جو تحریک
اور اسلامی منہج کے مزاج کے مناسب ہے۔ اس معاملے کی ایک اور مثال ہم تفصیلی تحقیق کے خاتمے میں، فوجی انقلاب کے حوالے سے بھی ذکر کر چکے ہیں، ہم وہاں یہ بتا چکے ہیں کہ اسلامی
ریاست کے قیام کے سلسلے میں فوجی انقلاب کبھی کبھار جزوی انداز میں تکوینی سبب کے طور پر کامیاب ہو جاتا ہے، اس (جزوی کامیابی) کی وجہ یہ ہے کہ فوجی انقلاب کے عناصر ناقص ہوتے
ہیں، جس کی وجہ سے ان سے ایسے ناقص نتائج برآمد ہوتے ہیں جنہیں پلٹتے دیر نہیں لگتی۔ فوجی انقلاب ہماری تحریک کے تکمیلی جزء کے طور پر تو کام آسکتا ہے البتہ اس پر اسلامی ریاست کی بنیاد
نہیں رکھی جاسکتی، جیسا کہ یہ بات اللہ تعالیٰ کے نیک بندے حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ اسود عنسی کے مقابلے میں پیش آئی۔ فوجی انقلاب ایک ایسا حل ہے جو (تکوینی)
قوانین کی رعایت کرنے کی وجہ سے کبھی کبھار بطورِ افراد اپنے نافذ کرنے والوں کے لیے ریاست قائم کر دیتا ہے لیکن اسی ریاست کا مکمل اسلامی انداز میں باقی رہنا مشکل ہے الا یہ کہ فوجی
انقلاب تفصیلی تحقیق میں پیش کیے گئے واضح حل کے منصوبہ بندی کا حصہ ہو چنانچہ حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحریک اسلامی جماعت کے نقل وحرکت کا ایک حصہ تھی، نقل وحرکت کی
بنیاد اس پر نہ تھی۔ واضح رہے کہ فوجی انقلاب کبھی کبھار ایسی غیر اسلامی تحریک کے لیے واضح اور کامل (انقلاب) ہوتا ہے جس کا ہدف اور مقصد صرف اقتدار تک پہنچنا ہو۔ جبکہ اسلامی منہج کے
اہداف تو متعدد ہیں۔
اسی طرح پہلے اور دوسرے نکتے کی اجتماعی مثال وہ سیاسی، معاشی، علمی، فقہی اور دنیاوی علوم کے ادارے ہیں جن سے پہلے تحریک کی قوت بنتی ہے پھر اس کے بعد وہ ریاست کی
طاقت بن جاتے ہیں۔ یہ (ادارے قائم کرنے کا) معاملہ ان واجبات میں داخل ہے جن کی شریعت عام اور خاص نصوص کے تحت حکم دیتی ہے لیکن بعض لوگوں کا وقت سے پہلے ان اداروں کے
قیام کی طرف چھلانگ لگانا یا بہترین شرعی تکوینی راستہ اختیار نہ کرنا اور اغیار جیسے یہود، شیعہ، روافض اور طاغوتی سیاسی جماعتوں کی تقلید کی کوشش کرنا یقینی طور پر شرعی نافرمانیوں کو جنم دیتا ہے۔
چنانچہ یہود ایسے لوگوں کا قرب حاصل کرتے ہیں جو قوت وسطوت کے حامل ہوں اگرچہ وہ ان (یہود) کے نزدیک کافر ہی کیوں نہ ہو جیسا کہ انہوں نے اپنی ریاست (کے قیام) سے قبل ایسے
ادارے بنائے جو (مختلف حربوں کے ذریعے) ہر صاحب قوت وطاقت کافر کا قرب حاصل کرے۔
یہی وجہ ہے کہ ہم بعض اوقات بعض اسلامی جماعتوں کے راہنماؤں کی ایسی گفتگو پڑھتے ہیں جس میں تکوینی اسباب وقوانین کی اہمیت بیان ہوتی ہے، لیکن جب ہم عملی تطبیق کو دیکھتے
ہیں تو خلل واضح ہوتا ہے، چنانچہ حاکم مطیری (سیکریٹری جنرل سلفی تحریک، کویت) نے ''الاسلام الیوم'' ویب سائٹ پر ایک مضمون لکھا، جس میں اس نے بتایا کہ اسلامی جماعتوں کا عسکری
طاقت اور اور کنٹرول حاصل کرنے کی سنجیدہ کوشش کرنے اور طاقت کے حصول کے قانون سے پہلو تہی اور چشم پوشی برتنا انہیں ایک خالی دائرے میں زیرِ گردش رکھے گا، چنانچہ اس نے صراحتاً کہا
کہ ''ان اسلامی جماعتوں کے اکثر علماء اور اصلاح کے داعی ان الٰہی قوانین سے ناواقف ہیں'' اس نے آگے لکھا کہ ''ان جماعتوں کے لیے طاقت کے بغیر ہزاروں سالوں میں بھی اکثریت
حاصل کرنا ناممکن ہے لیکن جب ہم عملی تطبیق کے اعتبار سے دیکھتے ہیں تو اس کی تحریک اپنی ریاست کے طواغیت کا تقرب حاصل کرنے کے ذریعے طاقت حاصل کرنے کی کوشش کر رہی ہے بلکہ
یہ لوگ امریکیوں کا قرب حاصل کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے چنانچہ خود اس نے اور اس کی قیادت نے اس سال امریکی سفیر اور امریکی وفد سے ملاقات کے دوران تصریح کی کہ ''خطے میں
امریکی منصوبے بہت سی بھلائیوں پر مشتمل ہیں''
پس ان لوگوں کے طریقۂ کار اور یہود کے طریقۂ کار میں کیا فرق ہے سوائے اس کے کہ یہود اہل قوت وسطوت کا قرب حاصل کرنے کے لیے دیوثی (بے غیرتی اور نامردی) کا
مظاہرہ کرتے ہوئے انہیں اپنی عورتیں پیش کرتے ہیں۔ مقصود یہ ہے کہ اسلام اس طاقت کے ذریعے جائز ادارے قائم کرنے کو جائز قرار دیتا ہے جو (طاقت) جائز راستے سے آتی ہے، واضح

رہے کہ ابتدائی مرحلے میں قوت وطاقت کے بغیر اداروں وغیرہ کے قیام اور تعمیر کے سلسلے میں اٹھائے جانے والے کسی بھی اقدام سے شریعت نہیں روکتی بشرطیکہ وہ اقدام جائز اور منہج واضح نام نبیل کے مطابق ہو۔

آخر میں ہم تاکید کرتے ہیں کہ یہ دنیا ایسے اسباب کی دنیا ہے جنہیں ترک کرنا یا ان سے ٹکر لینا ٹھیک نہیں کیونکہ اسباب اپنے مدمقابل کھڑے ہونے والے یا اس کا مذاق اڑانے والے یا (قلبی اصلاح میں مشغولیت یا اپنے ذکر وعبادت میں مشغولیت کی) دلیل لیکر غفلت برتنے والے کو پیس کر رکھ دیتے ہیں۔ الٰہی قوانین کسی کی رعایت کرتے ہیں اور نہ ہی کسی کی خواہش پر پیچھے ہٹتے ہیں خواہ جو کوئی بھی ہو اور یہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر رحم کا نتیجہ ہے۔

صحابہ کرام چونکہ واضح تکوینی قوانین کی پختگی اور شرعی امور کا بہترین فہم جمع کیے ہوئے تھے اس لیے وہ دینی اور دنیاوی اقتدار کے مستحق ٹھہرے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ ہمیں ان کی سیرت پر چلا کر ان کے ساتھ ملائے۔ انه ولی ذلک والقادر علیه والحمد لله رب العالمین.

جو شخص مزید علمی اضافے کا خواہشمند ہو اس کو شیخ عمر محمود ابو عمر (فک اللہ اسرہ) کے "مقالات بین منهجین" کے مضمون نمبر ۸۷ اور ۹۷ کی طرف مراجعت کرنی چاہیے۔ میں نے اس مضمون میں اٹھائے گئے قضیے کے حوالے سے ان کی مذکورہ کتاب سے بہت کچھ نقل کیا ہے۔

پانچواں مضمون

ہمارا راستہ تمام مخلوق کے لیے رحمت ہے "وما أرسلناك الا رحمة للعالمین"

یعنی ہم نے آپ (ﷺ) کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر ہی بھیجا ہے"

الحمد لله والصلاة علیٰ الرحمة المهداة خاتم الانبیاء والمرسلین الذی بعث بالسیف بین یدی الساعة حتی یعبد الله وحده وجعل الذل والصغار علی من خالف أمره وعلیٰ آله وأصحابه ومن والاہ أما بعد!

اس آخری دین میں غور وفکر کرنے والا شخص اللہ تعالیٰ کے اپنے بندوں کے لیے مشروع کے گئے تمام امور میں رحمت کا اثر محسوس کرے گا

عبادات: حتی کہ وہ عبادتیں جن میں مشقت ہوتی ہے اور جو صبر طلب ہوتی ہے کا بھی کوئی عابد ذائقہ نہیں چکھتا مگر وہ ان میں رحمت کی وہ مقدار محسوس کرتا ہے۔ جو معاشرے اور افراد کی زندگیوں کے مختلف پہلوؤں کو شامل ہوتی ہے۔ جہاں تک معاملات کا تعلق ہے تو اللہ تعالیٰ نے آداب اور معاملات کے سلسلے میں انسانوں کے

صفحہ نمبر ۲۹

ایک معاشرے حتیٰ کہ اس معاشرے کی ایک چھوٹی سی اکائی (خاندان) اور ارد گرد کے دیگر ان معاشروں کے سلسلے میں واضح راستہ متعین کیا ہے جو معاشرے اس دین کی ربانیت اور اس کی ایسی ذات کی طرف سے نازل شدہ ہونے کی گواہی دیتے ہے جو ذات علیم ہے اور اپنے بندوں پر بے انتہا مہربان ہے۔ ہوسکتا ہے کہ بعض لوگ حیران ہوں جب ہم یہ کہیں کہ جہاد کی عبادت باوجود یہ کہ اس کا راستہ کٹی پھٹی لاشوں اور کشت وخون کا راستہ ہے اور اس کے شعائر قتل وقتال ہے تمام شرائع میں سے سب سے زیادہ بندوں کے لیے باعث رحمت ہے بالخصوص جبکہ اس کے اکثر شعائر کی تفصیل ہماری شریعت میں رسول اللہ اور آپ کے اتباع کے ساتھ متعلق ہے جس کی وجہ سے یہ راستہ باقی تمام راستوں اور شرائع سے زیادہ اس آیت: وما ارسلناک الا رحمة للعلمین کے مفہوم میں داخل ہے۔

صفحہ نمبر ۳۰

بہت سارے سوالات ہیں جن کے جوابات غور وفکر کے مقتضی ہے: شریعت نے اس عبادت (جہاد) کو اتنی بڑی اہمیت کیوں دی؟ یہاں تک کے اسے اسلام کے کوہان کی سربلندی قرار دیا، شریعت نے یہ فریضہ واجب ہونے کی صورت میں اس کے ترک کرنے والے کو منافق کیوں قرار دیا؟ بلکہ جو شخص فی الجملہ اپنے نفس سے اس فریضے کے متعلق گفتگو نہ کرے اسے نفاق کے ایک شعبے پر قرار دیا، شریعت نے اس (عبادت) کی اس قدر ترغیب کیوں دی کہ اس کے ذریعے حاصل ہونے والے رزق کو سب سے بہتر رزق قرار دیا؟ تا کہ ضروری رزق کا حصول اس (عبادت جہاد) سے مشغول اور غافل نہ کردے، یہ عبادت جہانوں کے لیے کیوں رحمت ہے؟ ہم نے یہ سوالات اس لیے پیش کیے ہیں تا کہ اہل ایمان ان میں غور وفکر کرے اور انہیں سمجھے، ہم اس مضمون میں آخری سوال کو زیر بحث لائیں گے۔ میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتا ہوں کہ

صفحہ نمبر ۳۱

یہ عبادت (جہاد) جس کو آسمانوں کے رب نے اپنی تمام تر تفصیلات کے ساتھ مشروع قرار دیا ہے کے دشمن تین قسم پر ہیں:

(۱) غالی (غلو کرنے والے) (۲) خبیث (۳) جاہل

اگرچہ ان تینوں احکام میں جہالت قدر مشترک ہے۔ جہاں تک غلو کرنے والوں کا تعلق ہے تو یہ اصلی کفار یعنی یہود ونصاریٰ اور دیگر کفار کا متشدد اور احمق ٹولہ ہے۔ جو اسلام کے تمام ذکامات پر اپنی اس حماقت کی بنا پر جس سے ان کے اپنے لوگ بھی تنگ ہے، سنگ دلی اور سختی کا الزام لگاتے ہیں۔ اور خبیث وہ لوگ ہیں جن کا تعلق گذشتہ گروہ سے ہی ہے لیکن ان کا دعویٰ ہے

کہ اسلام تو رحمت اور سلامتی والا دین ہے البتہ جہاد، دہشت گردی اور انتہا پسندی ہے!!! اور اسلام کا حصہ نہیں ہے۔

صفحہ نمبر ۳۲

البتہ جو گروہ غلو، خباثت، جہالت اور حماقت کا ملغوبہ ہے یا ان مذکورہ رزائل میں سے بعض رزائل کا حامل ہے وہ ہم میں سے ہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے پہلے والے لوگوں (یہود و نصاریٰ) کی کامل پیروی کی ان میں سے بعض لوگ تو مکمل طور پر مرتد ہو چکے ہیں جیسے قوم پرست جماعتیں، جمہوری پارٹیاں اور بعث پارٹی کے لوگ اور بعض گمراہی میں گلے تک غرق ہیں جیسے پر امن اسلامی تحریکات۔ ان سب میں باہمی فرق یہ ہے کہ مرتد پارٹیاں اگرچہ اقدامی جہاد کا انکار کرتی ہے لیکن دفاعی جہاد کو (باہمی تفاوت کے باوجود) مانتی ہے جبکہ پرامن اسلامی تحریکیں نظریاتی طور پر اقدامی اور دفاعی دونوں قسم کے جہاد کی قائل ہیں لیکن یہ لوگ جہاد کی ان دونوں اقسام کے لیے ایسی شرائط عائد کرتے ہیں جو نزول وحی کے زمانے سے لے کر

صفحہ نمبر ۳۳

اب تک نہیں پائی گئی اس کے علاوہ یہ لوگ کچھ ایسی باتیں کرتے ہیں جو جہاد کے باعث رحمت ہونے کے منافی ہے اور فساد کا باعث ہے!!
جس بات پر ہم یہاں ترکیز کرنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ ان تمام اقسام (کفار، مرتدین اور گمراہ) نے ایسے راستے اختیار کیے ہیں جنہوں نے انسانیت کی بدبختی میں مزید اضافہ کر کے اسے دن بدن رب العالمین کی طرف سے بھیجی گئی رحمت سے دور ہی کیا ہے۔ جبکہ جس راستے کے متعلق شیطان انسانی ذہنوں کو ورغلاتا ہے کہ یہ تو خون و وکشت کا راستہ ہے درحقیقت وہی راستہ ہی تمام دیگر راستوں کی بہ نسبت انسانیت کے لیے زیادہ رحمت کا سبب اور خون کی حفاظت کا ذریعہ ہے۔ سب سے پہلے ہمیں یہ جاننا چاہیے کہ اس حیران کن اور انوکھی

صفحہ نمبر ۳۴

کائنات کا خالق ضروری طور پر کمال کی صفات اور صفات میں کمال کا مالک ہے، کہ وہ خالق، باری، مصور، رحمٰن، رحیم، منتقم، جبار اور متکبر ہے اور تمام شرعی اور تکوینی قوانین واقدار در حقیقت اللہ تعالیٰ کے اسماء اور صفات کا مظہر ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر کامل رحمت کا نتیجہ ہے کہ بندے سابقہ انبیاء کرام کے تجربات کی روشنی میں، اپنے انبیاء کرام کے ذریعے اپنے اوپر عائد کیے جانے والے قوانین کے فوائد جان لے، تاکہ قانون سازی کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کی حکمت ان پر واضح ہو اور نبی اور اس کے متبعین اور پیروکار محسوس کرے کہ اس فرق کو اللہ تعالیٰ کی حکمت نے صحیح قرار دیا ہے۔ پس پاکی ہے اس ذات کے لیے جو اپنے بندوں کو حق کی طرف ان تمام ذرائع سے بلاتی ہے جو بندوں کو قبولیت اور رضامندی پر بے اختیار آمادہ کر لیتے ہیں۔

صفحہ نمبر ۳۵

کیوں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کوئی بھی امر اپنے بندوں کے لیے مشروع قرار نہیں دیتے مگر یہ کہ پہلے ان کے سامنے اس امر کے تکوینی حقائق رکھ دیتے ہیں جن سے انسانوں میں سے معرفت کے شائق نفوس اس نتیجے پر پہنچ جاتے ہیں کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے مشروع قرار دیتا ہے وہ بعینہ اس کی پیدا کی ہوئی چیز کے موافق ہے۔ سنریھم ایاتنا فی الافاق وفی انفسھم حتی یتبین لھم انہ الحق

یعنی ہم انہیں آفاق عالم میں اور خود ان کے نفوس میں وہ نشانیاں دکھائیں گے جن سے ان پر واضح ہو جائے گا کہ یہی حق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا فرمایا ہے اور اس کو قوت بصارت، وسماعت وغیرہ سے نوازا اور اس کے لیے آسمانوں اور زمینوں کو مسخر فرمایا اور اسے، پاکیزہ رزق عطا فرمایا پھر بھی انسان اللہ کے ساتھ

صفحہ نمبر ۳۶

کفر اور شرک کرتا ہے، خون ریزی کرتا ہے، کھیتوں کو آگ لگاتا اور نسلوں کو تباہ و برباد کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ امور کو پامال کر کے زمین میں فساد مچاتا ہے لیکن چونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رحمت اس کے غصے سے سبقت کر چکی ہے اس لیے اللہ تعالیٰ انبیاء کرام بھیجتا ہے (جن کا سلسلہ جناب رسول اللہ ﷺ پر ختم ہو گیا ہے) جو انسانیت کو اس کی فلاح کی طرف بلاتے ہیں اور کفر و شرک اور اللہ تعالیٰ کی مخالفت کے انجام سے ڈراتے ہیں اور انہیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی صورت میں واقعہ ہونے والے اس فساد سے خبردار کرتے ہیں جو روئے زمین پر عام ہونے کی صورت میں پھیل کر انسانیت کے لیے ہلاکت دہ ہوگا، اسی طرح انبیاء کرام لوگوں کو بتاتے ہیں کہ یہ تمام بدخصلتیں اللہ تعالیٰ کے غضب اور دنیا و آخرت میں اس کے عذاب نازل ہونے کا باعث ہے۔

صفحہ نمبر ۳۷

کیوں کہ اللہ تعالیٰ حکیم ہیں اور بے ہودگی سے پاک ہیں اس نے اس دنیا کو یوں بے کار نہیں پیدا فرمایا اور وہ چونکہ انصاف اور فیصلہ کرنے والا رب ہے لہٰذا وہ ظالم کو اس کے ظلم اور [illegible] والی سزا دیے بغیر نہیں چھوڑے گا، انبیاء کرام بھیج کر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں پر رحم کیے جانے کے باوجود اکثر لوگوں نے شیطان کی پیروی کی اور انبیاء علیہم السلام سے دشمنی تیار کی، جہاد کی مشروعیت سے قبل اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ انسانیت کو جہاد کے بغیر پیدا ہونے والی صورتِ حال دکھائے تاکہ لوگ اللہ تعالیٰ کی کامل حکمت سمجھ سکیں جی ہاں وہ خوفناک صورت حال بس کی منظر کشی یوں کی جا سکتی ہے کہ انسانوں کی اکثریت شیطان کی پیروی کرتے ہوئے انبیاء کرام سے احمقانہ دشمنی مول لے کر ان پر زمین تنگ کر دیتی ہے۔

صفحہ نمبر ۳۸

انبیاء کرام جب دیکھتے ہیں کہ صورتِ حال دن بدن مزید ابتر ہو رہی ہے اور کفار اور معاندین محض ایسی نسل کو جنم دے رہے ہیں جس کی تربیت محض کفر، عناد اور دشمنی پر کی جا رہی

ہے بلکہ ان کی طرف سے معاملہ اس سے بھی آگے بڑھ کر مومن اقلیت پر براہ راست دباؤ یا کمزور مومنین کے سامنے کفر اور اہل کفر کے غلبے کی ایسی آزمائش کی صورت اختیار کر گیا ہے جس کا نتیجہ

اہل کفر اور مومن اقلیت میں سے منحرف ہونے والوں کا دائمی جہنم کا مستحق ٹھہرنا ہے، انبیاء کرام پر زمین تنگ کیے جانے کا ان کی شریعتوں میں سوائے اس کے کوئی علاج نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے

سامنے گڑگڑا کر کفار پر عذاب نازل ہونے کی بددعا کرے اگرچہ کفار کی تعداد کروڑوں میں ہی کیوں نہ ہو پس اللہ تعالیٰ اپنے حرام کردہ امور کی پامالی اور اپنے اولیاء کے ساتھ لڑائی کی بنا پر کفار پر

اپنے غضب

صفحہ نمبر ۳۹

اور جبروت کے مناسب ایسا دہشت ناک عذاب نازل فرما دیتا ہے جو زمین سے مفقود ہونے والے انصاف کو دوبارہ لوٹا دیتا ہے جبکہ آخرت کا عذاب تو اس سے بھی زیادہ سخت

ہے۔

مما خطيئاتهم اغرقوا فادخلوا نارا فلم يجد والهم من دون الله انصارا. وقال نوح رب لا تذر على الارض من الكافرين ديارا. انك ان تذرهم يضلوا

عبادك ولا يلدوا الا فاجرا كفارا. رب اغفرلي ولوالدي ولمن دخل بيتي مؤمنا وللمؤمنين والمومنات وولا تزد الظالمين الا تبارا.

یعنی وہ کفار اپنے گناہوں کے سبب سے غرق کیے جانے کے بعد آگ میں داخل کر دیے گئے پس انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مددگار نہ پائے۔ حضرت نوح نے کہا اے میرے

رب روئے زمین پر کافروں کی کوئی بستی نہ چھوڑ کہ اگر تو ان کو چھوڑ دے گا تو تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور سوائے کفار اور فجار کے کسی کو نہ جنیں گے۔

صفحہ نمبر ۴۰

اے میرے رب میری اور میرے والدین اور ان مومنین اور مومنات کی مغفرت اور بخشش فرما جو میرے گھر میں داخل ہوں اور ظالموں کو مزید تباہ ہی فرما۔ یہ (عذاب وغیرہ) تمام

امور مندرجہ ذیل وجوہات کی بنا پر دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانیت پر کامل رحمت کا نتیجہ ہے:

(۱) تمام انسانیت میں کفر، شرک اور ظلم پھیل جانے کے بعد ظالموں کو زمین میں فساد مچانے اور اس کو تباہ کرنے کی کھلی چھوٹ نہ دینا۔

(۲) آنے والی نسلوں کو اس وقت تک جہنم سے بچانا جب تک انہیں یہ ربانی نشانی (عذاب) یاد ہو یہاں تک وہ اسے بھول جائے اور اللہ اور انسانوں کے دشمن انہیں ایک مرتبہ پھر بھٹکانے میں

کامیاب ہو جائیں۔ واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والا

صفحہ نمبر ۴۱

دنیاوی عذاب کفار، مشرکین، ظالموں اور ان اہل ایمان کو عام ہوتا ہے جو انہیں نہیں روکتے۔ جہاں تک اس آخری نبوت اور پیغام کا تعلق ہے تو ہمارے رسول اللہ ﷺ تمام

جہانوں کے لیے رحمت بنا کر مبعوث فرمائے گئے آپ پر نازل ہونے والے تمام قوانین انسانیت کے لیے سب سے زیادہ باعثِ رحمت ہے ان قوانین میں سے جہاد کا حکم بھی ہے جو براہ راست

انسانیت پر نازل ہونے والے اللہ تعالیٰ کے خوفناک عذاب کی بنسبت زیادہ باعثِ رحمت ہے۔ اللہ نے اس امت کے حق میں یہ بات مشروع فرمائی کہ وہ اپنے ہاتھوں سے عذاب کے مستحق

لوگوں کو عذاب دیں۔ البتہ اس کے ساتھ ساتھ اہل ایمان کی تاخیر اور جہاد اور نہی عن المنکر کے فریضے کی ادائیگی سے سستی برتنے کی صورت میں کبھی کبھار اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوتا ہے۔

صفحہ نمبر ۴۲

یا بعض اوقات مجاہدین کی مدد کے طور پر (خصوصاً مجاہدین کی کمزوری کی صورت میں دعوتوں کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ کے ایک قانون کے طور پر) کفار پر جزوی صورت میں اللہ تعالیٰ

کا [illegible] ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: " قاتلوهم يعذبهم الله بايديكم ويخزهم وينصركم عليهم ويشف صدور قوم مومنين. ويذهب غيظ قلوبهم ويتوب

الله على من يشاء والله عليم حكيم"

بنی آپ لوگ ان (کفار وغیرہ) سے قتال کیجیے اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھوں انہیں عذاب دے گا اور انہیں رسوا کرے گا اور ان کے خلاف تمہاری مدد فرمائے گا اور اور مومنین کے سینوں کو ٹھنڈک

بخش دے گا اور ان کے دلوں کے غیظ و غضب کو ختم کر دے گا اور اللہ تعالیٰ جس پر چاہے رحم فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ جاننے والا، حکمت والا ہے۔

صفحہ نمبر ۴۳

اللہ سبحانہ وتعالیٰ دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے۔ "قل هل تربصون بنا الا احدى الحسنيين، ونحن نتربص بكم ان يصيبكم الله بعذاب من عنده بايدينا

فتربصوا انا معكم متربصون.

بنی اے محمد ﷺ آپ فرما دیجیے کہ تم تو ہمارے اوپر دو اچھائیوں (فتح یا شہادت) میں سے کسی ایک کا انتظار کر رہے ہو جبکہ ہم تمہارے اوپر یہ انتظار کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے یا ہما ے

ہاتھوں تمہیں عذاب دے۔ پس انتظار کرو ہم بھی تمہارے ساتھ منتظر ہیں۔

پس اللہ تعالیٰ نے تلوار کی صورت میں کفار کو حد سے آگے بڑھنے سے روک دیا اور ان کی سرکشی کو لگام دی اور ان میں سے بعض کے لیے اسے (تلوار کو) ہدایت کا ذریعہ بنایا، جبکہ اس کے برعکس

صفحہ نمبر ۴۴

گذشتوں امتوں پر جب اللہ تعالیٰ کا عذاب آتا تو اہل ایمان کے سوا کوئی نہیں بچ پاتا۔

مسلمانوں کی وہ تلواریں جو انسانیت پر رحمت کے باعث اپنے مستحقین پر پڑی : (عنوان)

مشرکین عرب کے خلاف تلوار یہاں تک وہ اسلام لے آئے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :فاذا انسلخ الا شهر الحرم فاقتلوا المشركين حيث وجدتموهم وخذوهم واحصروهم واقعدوا لهم كل مرصد، فان تابوا واقاموا الصلاة واتوا الزكاة فخلوا سبيلهم ان الله غفور الرحيم.

یعنی جب حرمت والے مہینے ختم ہو جائے تو مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کرو، انہیں گرفتار کرو، ان کا محاصرہ کرو، اور ہر جگہ ان کے لیے گھات لگا کر بیٹھو، اگر یہ توبہ تائب ہو کر نماز قائم کرے اور زکوۃ دیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو یقیناً اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا اور نہایت مہربان ہے۔ یہود و نصاریٰ اور غیر عرب مشرکین کے خلاف کوندنے والی تلوار یہاں تک کہ یہ اسلام لے آئے یا انہیں غلام بنایا جائے یا۔۔۔۔۔۔یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف بیٹے کی نسبت کر کے اللہ تعالیٰ کو گالی دی یا پھر اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرایا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: قاتلوا الذين لا يومنون بالله ولا باليوم الاخر ولا يحرمون ماحرم الله ورسوله ولا يدينون دين الحق من الذين اوتوا الكتاب حتى يعطوا الجزية عن يد وهم صاغرون. وقالت اليهود عزيرن ابن الله وقالت النصارىٰ المسيح ابن الله، ذالک قولهم بافواههم يضاهئون قول الذين كفروا من قبل قاتلهم الله انى يوفكون.

یعنی ان لوگوں سے قتال کرو جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ ہی اللہ اور اس کے رسول کے حرام کردہ امور کو حرام مانتے ہیں اور نہ دین حق کی پیروی کرتے ہیں یعنی اہل کتاب لوگ (ان سے قتال کرو) یہاں تک کہ یہ اپنے ہاتھوں سے ذلت کے ساتھ جزیہ دینے لگیں اور یہودیوں نے کہا کہ عزیر علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں جبکہ نصاریٰ نے کہا کہ مسیح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے صاحب زادے ہیں یہ ان کی زبانی باتیں ہیں جو ان سے پہلے کفار کی باتوں کے مشابہ ہیں اللہ تعالیٰ انہیں ہلاک کرے یہ کہاں الٹے جا رہے ہیں، پس ان کے بعد آنے والے لوگوں پر رحمت کے باعث ان پر تلوار کوندی تاکہ ان میں سے جن لوگوں کے نصیب میں اللہ تعالیٰ نے ہدایت رکھی ہے وہ لوٹ آئیں۔

ایک تلوار ان متعین پر پڑی جو اہل قبلہ کی طرف منسوب ہیں کیوں کہ اگر ان کا فتنہ عام ہو کر پھیل جائے تو یہ لوگ انسانیت کو عذاب میں مبتلا کر دیں ہم بطور مثال سود کو لیتے ہیں ،سود بقول شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ آخری حرام کردہ چیز اور معصیت ہے جو طرفین کی رضامندی سے وجود میں آتی ہے پس ایسے شرائع اور قوانین سے رکنے کی صورت میں ہمارا کیا حال ہوگا جن میں [illegible] صرف ایک فریق کی رضامندی شامل ہوتی ہے نا کہ دوسرے فریق کی اس مثال میں سخت ترین عذاب کا انتباہ ہے چنانچہ مفسرین فرماتے ہیں کہ قرآن کریم میں سب سے زیادہ خوفناک آیت سود کے متعلق نازل ہوئی کیوں کہ اس میں مومنین کو اس عذاب سے ڈرایا گیا ہے جو کافروں کے لیے تیار کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

يا ايها الذين امنوا لا تاكلوا الربا اضعافا مضاعفة واتقوا الله لعلكم تفلحون، واتقوا النار التى اعدت للكافرين.

اے ایمان والو! دو چند سود مت کھاؤ، اللہ تعالیٰ سے ڈرو تاکہ تم فلاح پاؤ، اور اس آگ سے ڈرو جو کفار کے لیے تیار کی گئی ہے۔ اس لیے کہ جب کسی شہر کے مسلمان اس کبیرہ گناہ (سود) کا ارتکاب کرے تو ان پر تلوار پڑنا ان کے لیے باعثِ رحمت ہے، علماءِ امت کا تلوار کے واقع ہونے پر اتفاق ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

يا ايها الذين آمنو اتقوا الله وذار واما بقى من الربا ان كنتم مومنين، فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من الله ورسوله وان تبتم فلكم رؤوس اموالكم لا تظلمون ولا تظلمون"

یعنی اے اہل ایمان! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور بچا کچا سود چھوڑ دو اگر تم مومن ہو، پس اگر تم باز نہ آئے تو اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ اعلانِ جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ اور اگر تم توبہ تائب ہوئے تو تمہارے لیے تمہارا اصل سرمایہ ہے نہ تم زیادتی کرو گے اور نہ ہی تم پر زیادتی کی جائے گی۔ اہل علم اس آیت پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ صرف اس شخص ہی کا حکم نہیں جو سود کو حلال سمجھتا ہو بلکہ جو شخص (ناجائز سمجھ کر) سودی معاملات کرتا ہو اس کا بھی یہی حکم ہے، چنانچہ امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جو شخص گناہ کا ارتکاب کرے اس سے جنگ کی جائے گی جیسے کہ کسی شہر والے آپس میں سودی معاملات کرنے پر اتفاق کرلیں۔

ایک تلوار جو گذشتہ تلوار سے ہی تعلق رکھتی ہے ہر ایسے مرتد حاکم یا محکوم پر پڑی جو اللہ کے دین کو جاننے کے بعد اس سے نکل کر زمین میں فساد اور ظلم پھیلائے اور اہل ایمان کو آزمائش میں ڈالے وہ معانی اور مطالب جو ہم اس مضمون میں واضح کرنا چاہتے ہیں یہ ہے کہ اہل ایمان پر جہاد کے حوالے سے تمام اقسام کے منکرین کا یہ الزام لگانا صحیح نہیں کہ انسانیت پر ہلاکت خیزی کا مسلط ہونا جہاد کے نتائج ہیں کیوں کہ ان منکرین نے جہاد پر لگائے جانے والے اس جھوٹے الزام سے زیادہ انسانیت کو قتل و غارت گری، تباہی اور بربادی اور فساد میں مبتلا کیا ہے اور انسانیت کی موجودہ پستی اور بدبختی ان کے فساد کا نتیجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا دین ہر قسم کے فساد سے بلند تر ہے، واضح رہے کہ میرا مقصد منکرین سے یہود و نصاریٰ اور مرتدین (قوم پرست، وطن پرست بعث پارٹی والے اور جمہوری لوگوں کے تمام گروہ اور پرامن اسلامی تحریکوں کے گمراہ لوگ ہیں، اس اجمال کی وضاحت کچھ یوں ہے:

(۱) یہود و نصاریٰ نے صرف بیسویں صدی میں آپس میں اور مسلمانوں کے خلاف خونریزی کا وہ بازار گرم کیے رکھا جس کی مثال پوری انسانی تاریخ میں نہیں ملتی یہاں تک کہ ان لوگوں نے تمام انسانیت میں سب سے زیادہ سنگ دل لوگوں یعنی تاتاریوں کو بھی مات دی تاتاریوں نے بھی اتنی خونریزی نہیں کی جتنی انہوں نے کی، انہوں نے اپنے اموال اور مسلمانوں کے اتنے اموال (جو کہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کے اموال ہیں) بھوک سے سسکتی بھلکتی انسانیت کے درمیان کفر اور فسق و فجور کی ترویج پر لٹائے کہ اگر ان کا حساب کیا جائے تو شاید کے بعض لوگوں کی

عقلیں اسے ماننے سے انکار کردیں۔

(۲) قوم پرستوں، وطن پرستوں، بعث پارٹی اور جمہوریت پرستوں نے امت کے دین کو برباد کرنے، اس کے نفوس کو ہلاک کرنے کے ایسے ریکارڈ قائم کیے جسے سن کر بدن کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ جو کچھ صدام، اسد، مبارک، فہد، یمن میں سوشلسٹ پارٹی اور دیگر نے (حاشیہ: اخبارات وجرائد اور ٹی وی پروگراموں میں چیخنے والے امت مسلمہ کے یہ خائن اور غدار حکمران جو جہاد کو دہشت گردی کہتے نہیں تھکتے اگر ان کی جوانی کے ایام میں ان کی اور ان کی پارٹیوں کی قتل وغارتگری نظریات اور خونریزی کو جمع کیا جائے تو یہ تمام مصائب سے بڑھ کر ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کے جرائم کی فہرست کو مستقل مضمون کی صورت میں تیار کرنے کی توفیق نصیب فرمائے) صرف جانی نقصانات کے حوالے سے کیا صرف وہی تعداد ہی اس صدی میں مجاہدین کی جنگوں میں مارے جانیوالوں کی تعداد سے زیادہ ہے۔ جبکہ یہ بھی واضح رہے کہ انہوں نے لوگوں کو شیطان کی راہ میں قتل کیا اور امت میں سے بعض گروہوں کے بعض پر مسلط ہونے یا پھر کسی دوسری صورت میں آنے والے عذاب کو انہوں نے نہیں ٹالا، جبکہ مجاہدین نے حق، انصاف، اللہ کے دین کی نصرت اور امت پر اللہ کی طرف سے نازل ہونے والے عذاب کو ٹالنے کے لیے یہ سب کچھ کیا۔ (یہ بات سمجھنا ضروری ہے)

اگر مجاہدین کسے علاقے میں جہاد نہ کرتے تو اللہ تعالیٰ اس علاقے والوں پر یا تو عذاب نازل فرماتے یا پھر اس علاقے پر کفر کو ایسا کنٹرول حاصل ہوتا جس کے سامنے جہاد کرنے کی صورت میں پیدا ہونے والے وہ وہم پرستانہ مفاد ہیچ ہوتے جو درحقیقت مجرمین کے کرتوتوں کا نتیجہ ہوتے، جس پر فریضہ جہاد کو کبھی بھی طعن وتشنیع کا نشانہ نہیں بنایا جاسکتا۔

(۳) پرامن اسلامی تحریکات کا جہاد کو ترک کرنا اور امت کو ترک جہاد پر ابھارنا، امت پر اللہ کے عذاب کے نازل ہونے کا اہم سبب ہے۔ چاہے یہ عذاب (نصرت دین سے ہٹ کر) امت کے بعض گروہوں کے بعض پر مسلط ہونے کی صورت میں ہو یا اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کا ہم پر مسلط ہونے اور ہمارے خلاف جری ہونے کی صورت میں یا پھر زلزلوں وغیرہ کی شکل میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والے عذاب کے سانحات کی صورت میں

عجیب بات یہ ہے کہ یہ پرامن اسلامی تحریکیں اہل توحید اور جہاد کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالنے سے اتراتی ہے بلکہ ان کے خلاف جنگ اور ان کی بیخ کنی کو اس دلیل کی بناء پر جائز سمجھتی ہے کہ یہ لوگ (ان کے زعم) کے مطابق امت کے قتل کا سبب بن رہے ہیں جب کہ اس کے برعکس ان کے نزدیک ایسی جماعتوں اور ایسی سیاسی پارٹیوں اور عیسائیوں کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالنے سے کوئی ممانعت نہیں جنہوں نے بدترین خونریزی کے ریکارڈ قائم کیے حالانکہ انھیں علم ہے کہ یہ لوگ چاہے پارٹیاں ہوں یا ریاستیں (مسلمانوں کی) خونریزی کرنے والے اپنے مجرمین کو اپنی ''عظیم'' تاریخ کے قومی ہیرو قرار دیتے ہیں۔

اسی طرح ان اسلامی تحریکات کے نزدیک مسلمانوں کے ہر قاتل اور غنڈے کے ساتھ جینے، اتحاد کرنے، میل ملاقات، گفت وشنید اور مسکراہٹوں کے تبادلے سے کوئی ممانعت نہیں۔ جبکہ یہ لوگ ان تمام امور کے برعکس سلوک مجاہدین کے ساتھ روا رکھتے ہیں، پاکی ہے، اس ذات کے لیے، جس نے ایک قوم کو ہدایت دی جبکہ دوسری قوم کو گمراہ کیا۔

جب گزشتہ صدی کے نویں کی دہائی میں مصر جہاد کے شعلے بھڑک اٹھے تو اخوان المسلمین، شنودہ (عیسائیوں کے آرتھوڈکس فرقے کا سربراہ جو کہ مصر میں عیسائیوں کا سب سے بڑا فرقہ ہے) کے ساتھ مل بیٹھے، حالانکہ اس بدبخت اور بدنسل نے اس سے پہلے کچھ کیسٹیں ریکارڈ کروائی تھی (جو عیسائیوں کے درمیان تقسیم کی جاتی تھی) جن میں سرا ختار رسول اللہ ﷺ (فداہ ابی وامی وتمع اسرتی) گالیاں دی تھی اور ستر کی دہائی میں اس پر یہ بات ثابت ہوئی تھی کہ وہ اسلحہ جمع کررہا تھا اور زاویہ حمراء اور اس کے بعد کے واقعات کی سازشوں میں اس کا ہاتھ کارفرما تھا۔

بقیہ حاشیہ: اسی طرح اخوان کے ساتھ ملاقات سے قبل اس بدبخت شخص نے اخبارات سے بات چیت میں اسلام کے ان احکامات کا مذاق اڑاتے ہوئے جن میں کفار کے ساتھ دوستی سے ممانعت کی گئی ہے یوں دشنام طرازی کی کہ ایسے اسلام کا نفاذ مصر میں ممکن نہیں جس میں ہم وطن عیسائی دوسرے درجے کے شہری قرار پائے۔ اخوان اس مجرم کے ساتھ دہشت گردی کی بیروی کیلئے مل بیٹھے، جس وقت اخوانیوں کی اس کمینے شخص سے ملاقات ہوئی تو اس نے سب سے پہلے ان سے کہا کہ کیا کوئی ایسا شخص اس طرح کا کام (ہم وطن مصری عیسائیوں کے ساتھ دشمنی) کرسکتا ہے جس نے دریائے نیل کا پانی پیا ہوا اور اس کی مٹی میں تربیت پائی ہو اس پر ''اسلام پسند''

صفحہ نمبر ۵۷

بقیہ حاشیہ: اخوانیوں نے کہا کہ نہیں ایسا شخص اس وطن اور دھرتی کا بیٹا نہیں ہوسکتا وغیرہ وغیرہ اس ملاقات کی مکمل تفصیلات اخوان کے ایک قدیم رکن حسن دوح نے ایک مضمون میں بڑے فخر سے بیان کی ہے۔ اخوان یہ بات بھول گئے کہ اللہ تعالیٰ ہی دریائے نیل کا خالق ہے اور یہ تمام نعمتیں جنہیں یہ لوگ وطن اور مٹی کی طرف منسوب کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ہی کی پیدا کردہ ہے۔ یہی ان کی توحید کا مبلغ علمی ہے۔ جبکہ عیسائیوں کی طرف سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر اور غیر اللہ کی عبادت اس پر مستزاد ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہے کہ ان پر وہ عذاب نازل کرے جس کے یہ مستحق ہے۔ حاشیہ ختم

صفحہ نمبر ۵۸

انسانیت ایک کفر سے دوسرے سخت ترین کفر کی طرف منتقل ہورہی ہے، جو شخص مغرب کے ان آخری دہائیوں کے احوال کا مشاہدہ کرے گا اسے واضح طور پر معلوم ہوگا کہ مغرب کفر کے مراحل اور درجات میں نسل درنسل گر رہا ہے بلکہ ان کا خیال تو یہ ہے کہ وہ دن بدن ترقی کررہے ہیں حالانکہ ان کا کفر روز بروز جڑیں مضبوط کررہا ہے۔ جہاں تک امت مسلمہ کا تعلق ہے تو وہ ایک گمراہی سے دوسری شدید گمراہی (جو کہ کفر اور فسق کے درمیان دائر ہوتی ہے) کی طرف منتقل ہورہی ہے، لوگ سودی معاملات کے برتاؤ، فحاشی، عریانی اور کفریہ قوانین پر فیصلے کرتے

ہوئے مر رہے ہیں، ان تمام امور کا نتیجہ دنیا و آخرت کا عذاب ہے۔

دنیاوی عذاب کا ایک نمونہ ایسے لوگوں کا تسلط ہے جو انسانیت پر جہاد اور دین کی سربلندی کی راہ میں قتل ہونے والوں سے کئی گنا زیادہ مقتولین کا بوجھ ڈال رہے ہیں یہ تمام باتیں بندوں پر اللہ کے قدر و قضا کے فیصلے ہیں اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لیے قتال کو مشروع قرار دیا ہے تاکہ کفار کی جنگ کو اس کے ذریعے سے روک دے اور ان میں سے جس کو چاہے عذاب دے اور جس کو ہدایت کا مستحق جانے اس پر رحم فرمائے۔ چنانچہ ان تمام مسائل کا حل اور علاج یہ ہے کہ داعی حضرات ان تمام ذرائع کو استعمال کرتے ہوئے قتال کرے۔ جو لفظ قتال کے مفہوم میں داخل ہے۔ اسی میں (جیسا کہ ہم نے کہا) بندوں پر کامل رحمت ہے چنانچہ قیامت کے دن کچھ لوگ آئیں گے جنہیں زنجیروں میں جکڑ کر جنت کی طرف لے جایا جائے گا جیسا کہ حدیث میں آتا ہے۔

اگر کبھی بر حقیقتاً شرعی عجز ہے تو اس کا دور کرنا لازم ہے کوئی کہہ سکتا ہے کہ دعوت، امر بالمعروف اور اس کے درجات کہاں ہے؟۔ تو میں عرض کرتا ہوں کہ دعوت کا ایک وقت ہے جس کو اب تک جہاد سے پیچھے رہنے والے لوگ سمجھ نہیں پائے ہیں، اور امر بالمعروف کا بھی ایک وقت ہے جسے اب تک جہاد سے پیچھے ہٹنے والے سمجھیں ہیں اور نہ اسے نبھایا ہے۔ ہم اس بات کو گذشتہ مضامین اور تفصیلی تحقیق میں بیان کر چکے ہیں، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں اپنا دین، اس کے شرائع و قوانین کی عظمت اور ان کی تکوینی قوانین کے ساتھ موافقت سمجھائے۔ والحمد للہ رب العالمین

چھٹا مضمون

اصطلاحات کا فتنہ ______ مصلحت اور فساد بطور نمونہ

ولا تلبسوا الحق بالباطل وتكتموا الحق وأنتم تعلمون

یعنی حق کو باطل کے ساتھ خلط ملط مت کرو اور جان بوجھ کر حق کو مت چھپاؤ

الحمد الله والصلاة والسلام على رسول الله وعلىٰ اٰله وصحبه ومن والاه... أما بعد!

اگر ہم یہ کہیں تو یقیناً مبالغہ آرائی نہ ہوگی کہ موجودہ دور میں اصطلاحات اور شعارات کا فتنہ وہ سب سے بڑا فتنہ ہے جس نے لوگوں کو بالعموم اور نوجوانوں کو بالخصوص اپنی لپیٹ میں لیا ہے، بلکہ گذشتہ زمانے اور امتوں میں بھی لوگوں کو ہدایت کی راہ سے ان پر فریب نعروں نے بھٹکایا ہے جو ان کے نفسانی خواہشات کی ضامن تھی اور ان شبہات اور وساوس کو مزید راسخ کرنے کا باعث تھی جو لوگوں کے ذہنوں میں موجود تھے۔

امت محمدیہ علی صاحبہا الصلاۃ والسلام جیسے جیسے قرن اول سے دور ہو رہی ہے تو ویسے ویسے یہ فتنہ شدید سے شدید تر ہوتا جا رہا ہے جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ بھلائی چاہتا ہے تو اسے اس فتنہ سے بچالیتا ہے اور اسے ان ائمۂ ہدایت کی صحبت کی توفیق دے دیتا ہے جو قیامت تک اس دین کو باطل پرستوں کی تاویلات اور غلو کرنے والوں کی تحریفات سے بچائیں گے اور صحابہ کرام اور ان کے متبعین کے فہم کے موافق قرآن و سنت کے جھنڈے تلے ثابت قدم رہیں گے۔ وہ الفاظ جو کتاب و سنت میں وارد ہوئے ہیں ان کے ساتھ شرعی اور قدری احکامات کا تعلق ہوتا ہے لہٰذا جب کوئی شخص ان عظیم احکامات کو بگاڑ دے تو نتیجتاً شرعی احکام اپنی روح سے ہٹ جائیں گے اور یہیں سے وہ فتنہ شروع ہو جائے گا جس کا رسول اللہ ﷺ کو اپنی امت کے متعلق دجال کے فتنے سے بھی زیادہ اندیشہ تھا۔

ہم اس مضمون میں ان دو اہم قسموں سے متعلق گفتگو کریں گے جن پر یہ فتنہ واقع ہوتا ہے ان کی طرف شیخ عمر محمود ابو عمر (فک اللہ اسرہ) نے نیٹ پر موجود اپنے دروس میں بھی اشارہ فرمایا ہے۔ میں ان دونوں قسموں میں سے دوسری قسم کے متعلق ایک اہم مثال کا اضافہ کروں گا۔

پہلی قسم: بعض علماء کی طرف سے نوجوانوں کے سامنے زمینی صورتحال کے موافق خاص شرعی الفاظ اور شرعی حکم بیان کرنے سے پہلو تہی کرنا اور ڈھیلے ڈھالے عبارات اور الفاظ کا سہارا لے کر ان میں یوں وسعت اختیار کرنا جیسے ایک جبہ ہوتا ہے جسے چاہے موٹا آدمی پہنے یا پتلا، ہر ایک پر فٹ آتا ہے اور جب کوئی مشکل پیش آتی ہے یا مصیبت واقع ہوتی ہے یا کوئی ایسی صورتِ حال درپیش ہوتی ہے

صفحہ نمبر ۶۵

جو جہاد یا تحریک کا تقاضہ کرتی ہے تو کوئی نوجوان ان مشائخ اور اکابرین کے پاس آتا ہے تو یہ حضرات اپنی جہالت یا بزدلی چھپانے کے لیے گول مول قسم کا ریڈی میڈ جواب دے دیتے ہیں تاکہ اگر معاملہ ان کے جواب کے برعکس نکل آئے تو یہ محاسبہ وغیرہ سے بھی محفوظ رہیں اور ان کے علمی ریاست پر بھی کوئی دھبہ نہ آئے کہ یہ حضرات تو فتویٰ اور مشورے کے زیادہ لائق اصحابِ فکر اور (فقہی) نظائر پر دور رس نگاہ رکھنے والے وہ لوگ ہیں جن سے غلطی واقع نہیں ہوتی، پس یہ حضرات ایسے خاص شرعی الفاظ سے دور بھاگتے ہیں جو کسی موقف، تحریک یا ادارے کو جنم دیں اور خود ان پر یا مستفتی پر شرعی فریضہ عاید کرے، چنانچہ یہ دور سے حالات پر نظر رکھ کر حالات کا انتظار کرتے ہیں کہ معاملات کس کروٹ لیٹتے ہیں۔

اگر جہاد اپنے ثمرات دے رہا ہو اور کامیابی سے ہم کنار ہو رہا ہو تو ایسی صورت میں یہ حضرات جہادی معرکے کو بھڑکاتے ہیں اور اس سلسلے میں جداگانہ رائے کے حامل ہوتے ہیں اور اگر کسی سبب سے شکست ہو رہی ہو تو یہ اپنے جبوں کے نیچے سے عصا نکال کر مسلمانوں کو مارنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایسی حالت میں تمام مصائب کا سبب یہی لوگ ہیں حالانکہ امت کو گمراہی

سے بچانے کی ذمہ داری ان کے سپرد تھی!

یقیناً غور کرنے والے پر واضح ہوگا کہ ایسی صورتحال میں شکست کے فی الجملہ اہم اسباب میں سے ایک بلکہ شاید سب سے اہم سبب ان حضرات کا امت اور نوجوانوں کے ساتھ کھیلنا ہے اور انہیں حیرت میں چھوڑنے کے ساتھ ساتھ وقتِ حاضر کے جہادی مرحلے کے ساتھ خاص احکامات میں ڈواں ڈول قسم کی باتیں کرنا ہے۔

خصوصاً جن حضرات پر نوجوانوں کا اعتماد ہوتا ہے جبکہ ہر مرحلے میں زمینی صورتحال سوالات کے جوابات چاہتی ہے پس نہ تو نوجوان سمجھ پاتے ہیں کہ جہاد فرض ہے یا دیگر ذرائع کی طرح ایک ذریعہ ہے جسکے اپنانے اور چھوڑنے دونوں کا اختیار ہمیں حاصل ہے! اسی طرح نوجوان یہ بھی نہیں جان پاتے کہ دشمن کے مختلف گروہوں کے متعلق قتال کے احکام کیا ہیں؟ جب ان حضرات علماء کرام میں سے کسی سے دشمن کے ان گروہوں کے متعلق پوچھا جاتا ہے تو ان کا جواب یہ ہوتا ہے کہ یہ مجرم ہیں، اگر ان سے مطالبہ کیا جائے کہ ہمیں ایسا معین اور مفصل حکم چاہیے جس پر تحریک، ادارے اور معین شرعی احکام کی بنیاد رکھی جائے لیکن وہ پھر بھی اپنی سابقہ گول مول بات یعنی ''یہ مجرم ہیں'' سے زائد بات نہ کہنے پر مصر رہتے ہیں (اور دو ٹوک الفاظ میں جواب نہیں دیتے) واضح رہے کہ یہ مضمون درباری علماء کی بات نہیں کر رہا۔

مقصد یہ ہے کہ عمومات کی طرف بھاگنا ان مشائخ اور اکابرین کا فن ہے جس میں انہوں نے شعارات (نعرے بازی، اصطلاحات) کے فن میں مہارت حاصل کر لینے کے بعد پختگی پیدا کی ہے وگرنہ تو ان اکابرین ومشائخ کی وہ تحقیقات کہاں گئیں جن میں اقوام متحدہ اس کے چارٹر اور بین الاقوامی (خود ساختہ) قانون کے متعلق اللہ کا حکم بیان ہو؟

اسی طرح شہریت کے نظام، مصنوعی سرحدات اور وطن پرستی کے متعلق ان حضرات کے وہ مضامین کہاں ہیں جن میں مذکورہ امور کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کا حکم بیان کیا گیا ہو؟ ان تمام امور اور ان ہی کی طرح کے دیگر وہ امور جن پر بات کرنے سے یہ مشائخ اور اکابرین کتراتے ہیں ان سے متعلق اللہ تعالیٰ کا تفصیلی حکم کیا ہے؟ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ان امور کے نتیجے میں جنم لینے والی صورت حال کے متعلق کیا علاج بتایا ہے۔

دوسری قسم: ان اقسام میں دوسری قسم جن پر اصطلاحات کا فتنہ واقع ہوتا ہے، اصطلاحات کی غلط اور تحریف شدہ تعیین ہے، جس کے نتیجے میں ان معانی اور احکامات کی تحریف لازم آتی ہے جو ان الفاظ اور اصطلاحات پر موقوف ہوتے ہیں یہیں سے لوگوں کے مابین بڑا فساد جنم لیتا ہے اور امت ایسے بے کار اور بے ہودہ بحثوں میں الجھ جاتی ہے جو دین کی خدمت نہیں کرتی، یہ سب اس لیے ہوتا ہے کہ ان عظیم الفاظ کے معانی فاسد ہو جاتے ہیں جو الفاظ اللہ سبحانہ وتعالیٰ یا اس کے رسول اللہ ﷺ کا کلام ہوتے ہیں بالفاظِ دیگر شرعی احکام کو ان کی روح سے ہٹا کر پیش کیا جاتا ہے، مثال کے طور پر اگر ہم ''ایمان'' کی اصطلاح کو دیکھیں تو اس کی تعیین میں غلطی اور خلط ملط کرنا اس (ایمان) سے متعلق بہت سارے شرعی احکام میں عمل اور فہم کے فساد کا ذریعہ بن جاتا ہے، اسی طرح قضا وقدر کے بہت سارے احکام ایمان کے ثابت ہونے کے بعد ہی ثابت ہوتے ہیں۔ اسی طرح قاری لفظ ''کفر'' میں غور کرے، کیا یہ بات باعثِ عار نہیں کہ ایک جماعت طویل زمانے تک نوجوانوں کی قیادت کرتی رہے پھر جب آزمائش کا وقت آجائے تو اسے کلمہ کفر کا مدلول بھی معلوم نہ ہو۔

صفحہ نمبر ۱۰۷

''جہاد'' کی اصطلاح کو دیکھ لیجیے! کیسے امت کے بعض گروہ بعض سے طاغوت کی راہ میں لڑ رہے ہیں اور اسے ''جہاد'' کا نام دیتے ہیں، اور لوگ بھی اس عظیم مقدس کلمے کے نیچے چلتے رہتے ہیں حالانکہ وہ اللہ کی راہ کے علاوہ دوسری ''راہ'' میں مرتے ہیں

افسوس کیساتھ ایسی بہت ساری اصطلاحات ہیں جن کے تعیین میں دانستہ یا غیر دانستہ طور پر غلطی کرنے اور انہیں غلط مطلب پر محمول کرنے سے عظیم فساد اور نہ ختم ہونے والے فتنے اٹھتے ہیں چاہے یہ فتنے افراط (غلو) کی صورت میں ہوں یا تفریط کی صورت میں، ہم بطورِ مثال نہ کہ بطورِ حصر مندرجہ ذیل اصطلاحات پیش کرتے ہیں:

حربی/ شہری/ جاہلیت/ طاغوت/ مرحلہ وار انداز/ مصلحت اور فساد بلکہ خود ''فتنے'' کی اصطلاح کا معرضِ تحریر میں نہ لایا جانا بھی فتنے میں واقع ہونے کا سبب ہے! پس وہ کونسا فتنہ ہے جس میں انسان کو گوشہ نشینی اختیار کرنی چاہیے؟ کونسے فتنے میں انسان کو گھمسان کی جنگ کا مظاہرہ کرنا چاہیے کہ اس میں مرنے کی صورت میں انسان شہادت کے مرتبے پر فائز شمار ہو؟ اور وہ کونسا فتنہ ہے جس میں گوشہ نشینی اختیار کرنا ہی فتنہ ہے؟ ہم یہاں کچھ دیر رک کر ایک ایسی اصطلاح میں غور کرتے ہیں جس کا تعلق امت کی موجودہ صورت حال کی تبدیلی اور امت کو بند، تاریک گلی سے نکالنے کے سلسلے میں ہماری ہر نقل وحرکت سے ہے، وہ ''مصلحت اور فساد'' کی اصطلاح ہے۔

ہم زمینی صورت حال پر اس اصطلاح کے منطبق کرنے کے سلسلے میں واقع ہونے والی تحریف کے حوالے سے ایک مسئلہ لیتے ہیں، وہ مسئلہ ''مرتد حاکم کے خلاف بغاوت میں مصلحت وفساد'' کا مسئلہ ہے جو ان آخری دو صدیوں میں ہمارے علاقوں پر حملہ آور، اصل کفار سے قتال کے سلسلے میں جہاد کے مماثل اور متشابہ مسائل کے لیے ایک عمدہ مثال ہے۔

اس مسئلہ سے نمٹنے کے سلسلے میں (صحیح راستے سے) روگردانی (کا سبب) ''مصلحت اور فساد'' کی اصطلاح کا نہ سمجھنا اور صحیح طور پر تحریر نہ کیا جانا ہے۔ تحریف کرنے والے ایک صحیح قاعدے سے آغاز کرتے ہیں کہ شرعی اوامر مصالح کے حصول اور ان کی تکمیل کیلئے اور مفاسد کو روکنے یا انہیں کم کرنے کے لیے نازل ہوئے ہیں اور اس اصول کے تحت مرتد حاکم کے خلاف بغاوت کا مسئلہ بھی آتا ہے یہاں تک تو معاملہ صحیح ہے، لیکن اس کے بعد یہ لوگ مرتد حاکم کے خلاف جہاد کو ظالم مسلمان حکمران کے ظلم کو روکنے پر قیاس کرتے ہیں، اور اس سلسلے میں ایسے عجیب وغریب اقوال پیش کرتے ہیں جن کے متعلق ہم قیامت تک منتظر رہیں گے کہ یہ حضرات ان پر اپنے کسی پیش رو کو سامنے لائیں جس نے یہ اقوال اختیار کئے ہوں لیکن تا ہنوز دلی دوراست کے مطابق یہ لوگ اس طرح کی کوئی بات پیش نہیں کر سکیں گے۔

اس غلط قیاس کے نتیجے میں اسلامی منظر نامے میں ایسے اختلافات ابھر کر سامنے آئے کہ اگر ان کا موقف اس معاملے میں اسلاف کی سیرت کے مطابق ہوتا تو ہم ان اختلافات سے دور ہوتے اور نتیجتاً اہل توحید و جہاد کے سامنے غلط انداز میں مصلحت اور فساد کی اصطلاح کو استعمال کیا گیا تا کہ لوگ جہاد سے پھر جائیں، اللہ کی غلطی کی وضاحت مندرجہ ذیل ہے:

مرتد حکمران کے خلاف بغاوت ایک ایسا دفاعی جہاد ہے جس کا شریعت نے حکم دیا ہے، یہ جہاد امت پر اس وقت تک فرض عین ہے جب تک (عملاً جہاد کرنے والوں کے ذریعے) کفایت حاصل نہ ہو جائے، حافظ ابن حجر نے اس پر اجماع نقل کرتے ہوئے فرمایا: "ينعزل الامام بالكفرا جماعا، فيجب علىٰ كل مسلم القيام فى ذالک، فمن استطاع فلهٔ الثواب، و من عجز فعليه الهجرة، ومن داهن فعليه الاثم" یعنی بالاتفاق کفر کی وجہ سے حکمران خود بخود معزول ہو جائے گا، پس ہر مسلمان پر واجب ہوگا کہ اس معاملے میں اپنا کردار ادا کرے، جس شخص نے کوشش کی تو اس کو ثواب ملے گا اور جو شخص (کوشش سے) عاجز ہو اس پر ہجرت کرنا لازم ہے، اور جو شخص مداہنت (سستی) کرے تو وہ گناہگار ہے بلکہ مرتد حکمران کے خلاف جہاد کا معاملہ ان تمام آیات اور احادیث کے تحت آتا ہے جو کفار اور مرتدین کے خلاف جہاد کا حکم دینے والی ہیں جبکہ اس کے برعکس ظالم حکمران کے خلاف بغاوت کا سرے سے حکم ہی نہیں البتہ اس کے ظلم کو دفع کرنا بعض عام نصوص کے تحت داخل ہے بلکہ اصل تو یہ ہے کہ مسلمان حاکم کے ظلم کو دفع نہ کرنا اور اس پر صبر کرنا اولیٰ ہے بشرطیکہ اس کے ظلم کو دفع کرنا کسی بڑے ظلم کا باعث ہو بلکہ عموی طور پر ظلم کے دفع کرنے سے طاعت سے ہاتھ کھینچنا لازم نہیں آتا، پس کس اصول کے تحت ظالم مسلمان حکمران کے ظلم کو دفع کرنے کے حوالے سے علماء کے وضع کردہ ضوابط کو کافر یا مرتد حکمران کے خلاف جہاد پر چسپاں کیا جا سکتا ہے؟! پس جب ہم نے جان لیا کہ ایک ابتدائی درجے کا چھوٹا طالب علم بھی یہ بات جانتا ہے کہ جہاد میں جانی نقصانات اور شکست کا احتمال جہاد کے احکام کو معطل کرنے کے لیے کبھی بھی معتبر فساد نہیں سمجھا جاتا (کہ اس کی خاطر جہاد کو موقوف کیا جائے) پس اس سے معلوم ہوا کہ ان لوگوں نے اس مسئلے (مرتد حاکم کے خلاف بغاوت) کو دوسرے مسئلے (ظالم مسلمان حکمران کے خلاف بغاوت) پر قیاس کرتے ہوئے اس میں دوسرے مسئلے کے ایسے مفاسد (یعنی جانی نقصانات اور شکست کا احتمال وغیرہ) داخل کر کے جو دوسرے مسئلے میں تو معتبر ہے جبکہ پہلے مسئلے میں شریعت نے ان کا کوئی اعتبار نہیں کیا ہے، (ان لوگوں نے ایسا کر کے) کتنے بڑے دجل و فریب سے کام لیا ہے۔ یہ لوگ ایسے اسلامی معاشروں میں جن پر مرتدین کی حکومت ہے خود ساختہ کفری قوانین کی حاکمیت تلے امن و امان، اطمینان اور پرسکون زندگی گزارنے پر بڑے اتراتے ہیں حالانکہ یہ لوگ بتکلف یہ بات بھول جاتے ہیں کہ اگر اسلاف کے منضبط طریقے کے موافق نقشہ کھینچا جائے تو ہم در حقیقت ایسی صورت حال سے دوچار ہیں کہ جو دشمن کے حملہ آور ہونے کی صورت میں اس کے خلاف دفاعی جہاد کرنے اور کسی بھی صورت میں اس کے سامنے نہ جھکنے اور تادم مرگ اس کا مقابلہ کرنے کی صورت حال سے زیادہ سخت صورتحال ہے، جس کی وجہ سے ہمارے اوپر دشمن کے حملہ آور ہونے کی صورت حال سے بھی زیادہ ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، اس کی وضاحت کچھ یوں ہے:

بعض لوگ اپنی منفرد عقل کے موافق یہ خیال کرتے ہیں کہ حملہ آور دشمن کے خلاف جہاد صرف اس صورت میں ہوگا جب وہ دشمن اپنی افواج ہمارے علاقوں میں داخل کر دے، جبکہ اگر وہ دشمن قرار پکڑ کر اپنے اہداف اور مقاصد حاصل کرے تو اس کے قرار پکڑنے کو ختم کرنا اور اس امن کو برباد کرنا جس میں لوگ جی رہے ہوں، فساد ہے!! حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ تمام تر مصلحت ایسے دشمن کے قرار پکڑنے کو برباد کرنے میں ہے، کیوں کہ کافر یا مرتد جب قرار پکڑے، اور کسی ریاست میں اس کی حکومت مضبوط ہو جائے تو پھر وہ لوگوں کو ان کے دین سے برگشتہ کرنے کا کام شروع کر دے گا۔ قاری کو چاہیے کہ اس سلسلے میں چیچنیا کی موجودہ صورتِ حال کو دیکھ لے کہ چیچنیا میں چوتھائی صدی قبل مسلمان عوام امن و امان کے ساتھ جی رہے تھے، اب کافر حکمران نے انہیں ان کے دین سے منع کر دیا ہے، چنانچہ جو کوئی قرآن کریم کی تلاوت کرنا چاہتا ہے تو اسے تہہ خانے میں میں موجود خفیہ کمرے میں جانا پڑتا ہے تا کہ کوئی اسے کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہوئے نہ دیکھ پائے۔ اسی طرح قاری تقریباً نصف صدی سے الجزائر میں مجاہدین کے بلا انقطاع مسلسل جہاد کو دیکھے اور آنکھیں بند کر کے بغیر جہاد کے الجزائر کا تصور کرے، اسی طرح الجزائر کے پڑوس میں تیونس کو لے لیں، جہاں اس شخص کیلئے بے انتہا عبرتیں ہیں جسے اللہ کی طرف سے فہم ملا ہو اور کفر اور اہل کفر کے مزاج کو جانتا ہو۔

جہاد سے پیچھے ہٹنے اور کج فہمی کی بناء پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان لوگوں کی رسوائی اور سزا کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ یہ لوگ جہاد سے پیچھے ہٹنے والے لوگوں پر پڑنے والے مفاسد کو جہاد سے رکنے کا بہانہ بناتے ہیں اور گویا کہ بزبانِ حال یہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص جہاد سے پیچھے ہٹ کر بیٹھ گیا اور اس کے بیٹھنے کے سبب سے نصرت میں تاخیر ہو گئی اور معرکہ طویل ہو گیا جس کی وجہ سے اس شخص پر اور جہاد سے بیٹھ جانے والے دیگر لوگوں پر فساد واقع ہوا تو اب مجاہدین کو بھی جہاد روک کر جہاد سے پیچھے ہٹ جانے والے ان لوگوں کے ساتھ بیٹھ جانا چاہیے جو خود اس فساد کا سبب ہیں۔ آج جہاد سے پیچھے بیٹھ جانے والے لوگوں پر جو کہ لاکھوں کی تعداد میں ہیں، مرتد کے خلاف جہاد واجب ہے جیسے کہ حافظ ابن حجر نے صراحت کے ساتھ اس پر اجماع نقل کیا ہے اور چونکہ ان کی اس کثرت تعداد سے کامیابی اور فتح کا گمان غالب ہے لہٰذا مناسب ہے کہ کسی بھی صورت میں (اس جہاد کا) وجوب استحباب کی طرف منتقل نہ ہو، کیا کوئی عقلمند شخص کہہ سکتا ہے کہ ان لوگوں کے جہاد سے بیٹھ جانے اور پھر اس کے نتیجے میں واقع ہونے والے مفاسد کی وجہ سے مجاہدین کے لیے جہاد چھوڑنا لازم ہے؟ (ہرگز نہیں)

ان لوگوں کو بہتر انداز میں مستضعفین (کمزور، ناتواں لوگ) کہا جا سکتا ہے (حالانکہ شرعی پیمانے کے موافق انہیں مستضعفین نہیں کہا جا سکتا) لہٰذا اگر یہ لوگ مستضعفین ہیں تو تقیہ اور ہجرت کی صورت میں یہ لوگ ان ظاہری نقصانات سے بچ سکتے ہیں جو جہاد کے ساتھ لازم ہیں (ان الـذين تـوفـهـم الملائكة ظالمى أنفسهم قالوا فيم كنتم قالوا كنا مستضعفين فى الأرض قالوا ألم تكن أرض الله واسعة فتهاجرو افيها)

اگر یہ لوگ ہجرت کرنے سے قاصر ہیں اور ان کا تقیہ بھی انہیں ان نقصانات سے نہیں بچا پاتا تو قتل ہونے کی صورت میں یہ لوگ شہداء اور کسی نقصان کی صورت میں عند اللہ ماجور ہوں گے اور کسی بھی صورت میں ان کو پہنچنے والے اس نقصان کی ذمہ داری مجاہدین پر عائد نہیں ہوتی بلکہ اس کے ذمہ دار اولاً تو ظالم کفار اور مرتدین ہیں اور ثانیاً وہ لوگ بھی اس کے ذمہ دار ہیں

جن کو مجاہدین کے ساتھ جاملنے کی قدرت تھی لیکن وہ پھر بھی بیٹھ کر گناہ کے مرتکب ہوئے اور اس کے نتیجے میں انہیں یہ نقصان اٹھانا پڑا چنانچہ شیخ الاسلام (ابن تیمیہ رحمہ اللہ) نے اس بات کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ جہاد سے راہ فرار اختیار کرنے والوں کو مجاہدین کی بنسبت زیادہ قتل اور نقصان لاحق ہوتا ہے۔ ہم یہ تاکید بھی کرنا چاہتے ہیں کہ بعثت نبوی کے بعد سے اب تک جہاد کا مزاج اور اس کی طبیعت یہی رہی ہے کہ اس کی صفوں سے ایسے غالی لوگوں کو نکال باہر کیا جائے جو (بے بنیاد دلائل کو سامنے رکھ کر) معصوم لوگوں کی خونریزی کرتے ہیں (مثلاً یہ کہ جمہوری نظام کے تحت زندگی گذارنے والے تمام لوگ کافر ومرتد ہیں لہذا ہمارے لیے ان کی جانیں اور اموال حلال ہیں یا پھر یہ کہ جو ہمارے ساتھ نہیں تو وہ ہمارا مدمقابل ہے اگرچہ وہ دشمن کے ساتھ بھی نہ ہو) اور اس قدر بڑے فتنوں کا سبب بنتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے البتہ یہ کوئی ایسا فساد نہیں جس کی وجہ سے جہاد کو روک دیا جائے۔

اسی طرح جہاد کے مزاج میں یہ بات بھی شامل ہے کہ جہادی صفوں سے ایڑیوں کے بل پلٹنے والوں کو بھی جہاد سے باہر کیا جائے البتہ یہ بھی کوئی ایسا فساد نہیں جسکی بناپر جہاد روک دیا جائے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس فجاءت نامی شخص آیا اور ان سے مرتدین کے خلاف لڑنے کے لیے مال اور افراد فراہم کرنے کا مطالبہ کیا آپ نے اسے ایک مجموعے کا امیر مقرر کیا لیکن وہ بدبخت مال اور افراد لے کر ڈاکو بنا اور مسلمانوں اور مرتدین دونوں کے اموال لوٹنے لگا یہاں تک کہ اس نے کچھ ایسے لوگوں کو بھی قتل کیا جو حضرت ابوبکر صدیق کے پاس بیعت کے لیے آرہے تھے چنانچہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے جلاڈالا لیکن حضرت ابوبکر نے اس جیسے واقعات کی وجہ سے جہاد کو نہیں روکا بلکہ اگر کچھ لوگ ان واقعات کو دلیل بنا کر جہاد سے کنارہ کشی اختیار کریں تو ان سے بھی قتال کیا جائے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں کچھ لوگ یہ کہتے ہوئے عیسائی بن کر مرتد ہوگئے کہ ان کا پرانا دین (عیسائیت) معاذ اللہ اس دین (اسلام) سے بہتر ہے جو اپنے پیروکاروں کو خونریزی اور دہشت گردی سے نہیں روکتا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے ارتداد کی وجہ سے ان کے خلاف قتال کیا، اللہ تعالیٰ (ہر زمانے میں معمول کے مطابق) لوگوں کے دلوں کو پھیرتا رہتا ہے تاکہ (قیامت تک) ان سے مومنین کو (بصورت غنیمت یا جزیہ) رزق عطا کرتا رہے اور یہی زندگی کا مزاج ہے بشرطیکہ ہم اس دین کو سمجھیں۔ ہم پر لازم ہے کہ ہم یہ بات جان لیں کہ اگر جہاد اور پچھاڑنا موقوف ہو جائے تو زمین میں فساد واقع ہو جائے گا جیسا کہ کتاب اللہ میں اس کی تصریح ہے (ولولا دفع الله الناس بعضهم ببعض لفسدت الارض) [illegible]ہی صحابہ کرام نے (تکوینی اور شرعی) قوانین اور اپنے اردگرد کی دنیا سے سمجھا، وہ جانتے تھے کہ اگر انہوں نے کافر کو قرار پکڑنے دیا تو اتنا عظیم فساد برپا ہو جائے گا جس کے سامنے تمام مفاسد ہیچ نظر آئیں گے اور اللہ تعالیٰ کا ایسا عذاب نازل ہوگا جس کو اگر لوگ (نازل ہونے سے قبل) جان لیں تو (بہرصورت) جہاد کے علم کو بلند کرنا سعادت سمجھیں گے چاہے اس کے نتیجے میں کتنا ہی نقصان کیوں نہ ہو۔ میں اللہ تعالیٰ دست بدعا ہوں کہ اہل توحید و جہاد کو زمین میں قرار نصیب فرما کر اہل شرک وفساد کا قلع قمع فرمائے والحمدللہ رب العالمین

ساتواں مضمون

استقطاب (افراد کو اپنی طرف کھینچنا، راغب کرنا) اور مال

'ان هذا القرآن یهدی للتی هی أقوم

ترجمہ: بے شک یہ قرآن اس راستے کی طرف راہنمائی کرتا ہے جو بالکل سیدھا ہے۔

الحمد لله والصلاة على رسول الله وعلىٰ الہ وصحبه ومن والاہ اما بعد!

مسلمانوں سے کفار کی جنگ اور ان کے شر کو روکنا ایک ایسا شرعی مقصد اور اہم ہدف ہے جس کی طرف جہادی تحریک کو وہ تمام وسائل بروئے کار لاکر پیش قدمی کرنی چاہیے جو اس اہم مقصد تک پہنچانے کا ذریعہ ہوں بلکہ صرف کفار اور مرتدین کی جنگ کو روکنا ہی کافی نہیں۔ بلکہ ان کی جنگ اور طاقت کو مسلمانوں کے مفادات کی طرف پھیر دینا بھی ضروری ہے تاکہ شریعت کے مقاصد پورے ہوں اور اہل ایمان کو ان کیساتھ جنگ کو روکنے سے حاصل ہونے والے فوائد سے زیادہ کچھ کا حصول ہو۔ جب ہم اپنے آپ سے پوچھیں گے کہ اصلی کافر افواج یا مرتد افواج کی فوجی قیادت اللہ کے دشمنوں کے ساتھ کیوں کام کرتی ہے؟ لوگوں کے مابین مطاع افراد (جن کو اپنے پیروکاروں کی وجہ سے قوت اور طاقت حاصل ہوتی ہے) کفریہ اور مرتد نظاموں کو کیوں اپنی وفاداریاں دیتے ہیں؟ تو ہمیں بطور اختصار اس کا جواب یہ ملے گا کہ بعض لوگ اگرچہ عقیدے کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں (یعنی وہ نظریاتی طور پر کافر ومرتد ہیں) لیکن اس معاملے کے کچھ دوسرے ایسے پہلو بھی ہیں جو انہیں کفریہ نظاموں کے ساتھ وفاداری پر ابھارتے ہے، کفریہ نظام کے پاس اموال، راحت رسانی، دنیا کی عیش وعشرت اور عیاشیوں کے وسائل ہوتے ہیں، تو اگرچہ عمومی طور پر کفریہ عقیدہ اس ایمانی فطرت کے مقابلے میں کمزور ہوتا ہے جس پر انسانیت کی پیدائش ہوتی ہے لیکن یہ دوسرے پہلو جن کا ہم نے تذکرہ کیا ایسے لوگوں کو آخرت سے غافل اور دنیا اور اس کی سرسبزی وشادابی کی طرف مائل کر دیتے ہیں۔ ہم گذشتہ کچھ مضامین میں ان پہلوؤں کو زیر بحث لا چکے ہیں وہاں ہم نے یہ بیان کیا تھا کہ (دشمن کی) قیادت اور اس کے پیروکاروں کو پہنچنے والا نقصان انہیں دشمن کی مدد سے باز رکھے گا۔ اس پر مستزاد یہ ہوگا کہ بھٹی کی طرح گرم معرکے کی حرارت ان کے نفوس کو اس کشمکش کی حقیقت جاننے کے لیے آمادہ کرے گی چنانچہ یہ تمام امور مل کر انہیں اہل حق کے ساتھ جاملنے پر مجبور کریں گے تاکہ اہل کفر کی صف میں مر کر دنیا اور آخرت کا خسارہ پانے کے بجائے ایمان پر مرجائیں یا کم از کم یہ لوگ راہ فرار اختیار کر کے ایک طرف کھڑے ہو کر معرکے کے نتیجے کا انتظار کریں گے۔

ہم یہ بھی بتاچکے ہیں کہ دشمن کی معیشت کو نشانہ بنانا دشمن پر دباؤ بڑھانے کا کامیاب شرعی طریقہ ہے، اس سے دشمن یہ جان لے گا کہ اہل ایمان کے ساتھ جنگ میں دوام دنیا اور ان مفادات کا خسارہ ہے جو مفادات درحقیقت ان کا پوشیدہ مقصد ہے اور جنہیں انہوں نے جھوٹے اصطلاحات اور اصولوں سے ڈھانپا ہوا ہے اس مضمون میں ہم لوگوں کو اہل ایمان کی صف میں

کھینچ لانے کا ایک اور اہم پہلو بیان کریں گے، اور وہ پہلو دشمن اور غیر جانبدار لوگوں کے تالیف قلوب کے لیے مال کے ذریعے استقطاب ہے پس ہم ان کی وفاداری حاصل کرنے کے لیے انہیں کچھ مال دیں گے۔ ہم اس پہلو پر روشنی ڈالنے کے لیے ایک مقدمہ پیش کرتے ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہے:

شرعی اوامر بڑی تعداد میں مصالح کو کھینچ لانے اور بڑے پیمانے پر مفاسد کو ختم کرنے کے لیے وارد ہوئی ہیں، پس یہ اوامر نہ تو عمومی طور پر تمام مصالح کو کھینچ لاتے ہیں اور نہ ہی عمومی طور پر تمام مفاسد کو ختم کر دیتے ہیں (بلکہ ان کے ذریعے بعض اوقات بعض مصالح حاصل ہوتے ہیں اور نہیں بھی ہوتے اور یہ نقص ان اوامر میں نہیں یا اس لئے نہیں کہ اللہ تعالیٰ بندوں کو ایسے اوامر دینے سے عاجز ہیں جن سے تمام مصالح حاصل یا تمام مفاسد دفع ہوں) بلکہ یہ بات انسانوں کے مزاج کے نقص اور بحیثیت مخلوق زندگی کے نقص کی بنیاد پر ہے، اسی طرح حکمت الٰہی اور اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے کمال کے مقتضیات درحقیقت ان مفاسد کو اللہ تعالیٰ کے قضا وقدر کے فیصلوں کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کی حکمت کے کمال اور عظمت کا حصہ بنا دیتے ہیں

جیسا کہ ہم نے کہا کہ بعض لوگ صرف مال کی خاطر اہل باطل کی وفاداری کا دم بھرتے ہیں حالانکہ وہ حق کو جانتے ہیں لیکن دنیا کی محبت اور اس کی آخرت پر ترجیح انہیں اہل ایمان کے ساتھ ملنے نہیں دیتی۔ پس جب ہم مال فراہم کر دیں گے تو وہ لوگ اہل ایمان کی وفاداری کے تحت آ جائیں گے اور جب ان کا اہل ایمان کے ساتھ اختلاط ہوگا اور ان کے احوال، انوارات، کرامات اور نشانیوں کو دیکھیں گے اور ایمان کی بشاشت ان کے دلوں میں گھر کرلے گی تو ان کے دل نرم پڑ جائیں گے اور وہ صرف دین کے لیے کام کرنے لگیں گے اور اپنی ارواح کو اس دین کی خاطر قربان کرنے لگیں گے۔ اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ پر رحمتیں نازل فرمائے کہ انہوں نے دنیا وآخرت کی بھلائی کی تمام باتوں کی طرف ہماری راہنمائی کی اور اسی نہج (طریقے) پر آپ علیہ السلام کے بعد دنیا کے قائدین یعنی صحابہ کرام چلے۔ ہمارے اوپر ان لوگوں (جن کی اکثریت کا تعلق معاشی طور پر پسے ہوئے عوام، فوجیوں اور افواج کے بعض دنیا پرست لوگوں سے ہوگا) کی بطورِ خاص اور عام مومنین کی بطورِ عام یوں اصلاح لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس جو کچھ ہے وہ زیادہ بہتر اور دائمی ہے۔

ان سب کو اس معرکے کی فضاؤں میں نصیحت کی جائے گی جس معرکے کے حوادث تلے ان کی تربیت ہو رہی ہے:

"یا أیہا الذین آمنوا اذا ضربتم فی سبیل اللہ فتبینوا ولا تقولوا لمن ألقی الیکم السلام لست مؤمنا تبتغون عرض الحیاة الدنیا فعند اللہ مغانم کثیرة کذلک کنتم من قبل فمن اللہ علیکم فتبینوا ان اللہ کان بما تعملون خبیرا"

ترجمہ: اے ایمان والو! جب تم زمین میں سفر کرو تو خوب تحقیق کر لیا کرو اور اس شخص سے جو تمہیں سلام کرے یہ مت کہو کہ تم مومن نہیں ہو (اگر) تم دنیا کا مال ومتاع چاہتے ہو تو اللہ تعالیٰ کے پاس بہت ساری غنیمتیں ہیں تم بھی پہلے اسی طرح تھے پس اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان فرمایا لہٰذا خوب تحقیق کر لیا کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔

ممکن ہے کہ مؤلفۃ القلوب بالمال (جن لوگوں کی مال کے ذریعے دلجوئی کی گئی تھی) میں سے کچھ لوگ بعد میں مرتد ہو کر مومنین کے لیے آزمائش کا ذریعہ بنیں کیوں کہ یہ لوگ کسی اچھی نیت کی وجہ سے مجاہدین سے نہیں ملے تھے اور نہ ہی شروع سے طاعت پر ان کی تربیت ہوئی تھی بلکہ ان کی تربیت، عطیات، مادیت اور مفادات کی بناء پر ہوئی تھی اور انہوں نے مال ہی کی وجہ سے اہل ایمان کو وفاداری دی تھی۔ اور ممکن ہے کہ یہ (ارتداد) بیچ راستے ہی میں رسول اللہ ﷺ یا امیر کی وفات جیسے سانحے یا شکست وغیرہ کی وجہ سے ہو جس کی وجہ سے بڑے مفاسد جنم لیں گے لیکن ہم شروع کے مقدمے سے یہ بات سمجھ سکتے ہیں کہ ان لوگوں کا ابتداء (حالت ضعف) میں مومنین کی صفوں میں شامل ہونا، ایسے مفادات کو کھینچ لائے گا جو بعد کے بڑے مفاسد بڑھ کر ہوں گے جیسے کہ ہم نے کہا کہ اس فساد کو دفع کرنا اور کامل مصلحت حاصل کرنا عقلاً اور شرعاً یا بالفاظِ دیگر تقدیری اور شرعی طور پر ہرگز ممکن نہ ہوگا پس جیسے کہ ہم نے کہا کہ شرعی اوامر مفاسد کو دفع کرنے اور کم کرنے اور مصالح کو حاصل کرنے یا ان کی تکمیل کرنے کے لیے وارد ہوئی ہیں پس ہمارے تمام قائدین کا صرف ایمان پر تربیت ہونا کامل مصلحت ہے لیکن ایک حد تک اس طرح یہ بات نہیں ہو پائے گی کیوں کہ جاہلیت اور اہل جاہلیت ہمیں اس بات پر قدرت نہیں دیں گے اور بعض لوگوں کا مرتد ہو جانا دیگر فوائد کا ذریعہ ہوگا بایں طور کہ اہل ایمان کے مضبوط کارکن نئی قسم کی مشکلات کو دفع کرنے کے حوالے سے اپنی تربیت میں کمال پیدا کریں گے اور مومنین کو لوگوں کے مزاج، زندگی، شیطان کے راستوں، شہید بننے کے محاسن اور اچھے برے میں تمیز کرنے کی صلاحیت سے روشناس کرائیں گے تاکہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو منتخب کرلیں جنہیں اللہ پسند فرماتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کو پسند کرتے ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کی راہ میں ملامت کرنے والوں کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ ایسے شکر گزاروں کو بہتر بدلہ عنایت فرمائے گا۔

یہ (بعض لوگوں کا ارتداد) ایسی مصیبت ہے جو مؤمن کے احساس کو مشکل میں ڈال دیتا ہے، ہم اسے "مصائب کے ذریعے تربیت" کے اصول کے تحت بیان کر چکے ہیں، اس مستزاد یہ ایک ایسی اہم مصلحت ہے جو مال کے ذریعے استقطاب کے نتیجے میں حاصل ہونے والی مصلحت سے بڑھ کر ہے اور جس کو ہم ایسی پالیسی کے ذریعے کبھی حاصل نہ کر پاتے جو ابتدائی مراحل اور ان کے ساتھ ملحقہ قوانین کے موافق قضاء وقدر کی صورت حال کے مناسب نہ ہوتی اور وہ مصلحت یہ ہے کہ ان لوگوں کے ارتداد کے وقت، ایمانی ریاست اور حرب وضرب وغیرہ کے آلات ووسائل کی تشکیل کے لیے مومنین کے زیر قبضہ بہت سارے علاقوں اور شہروں میں ٹھکانے وغیرہ وجود میں آ چکے ہوں گے اور ہم اپنے ساتھ موجود وسائل کے ذریعے نئے ارتداد (اللہ تعالیٰ ایسا وقت نہ لائے) کے جنم لینے کی صورت میں اس سے نمٹنے کے لیے تیار ہوں گے ہم اللہ تعالیٰ سے دین دنیا اور آخرت میں عافیت کا سوال کرتے ہیں

حق کے لشکر میں شامل ہمارے پختہ کار ارکان اور نوجوان مجاہدین کے لیے مال کے ذریعے تالیف قلوب کے تفصیلی احکام جاننا ضروری ہے، ان احکامات میں سے کچھ مندرجہ ذیل ہیں:

جو شخص مال کے لیے لڑے گا آخرت میں اس کو کوئی اجر نہیں ملے گا، جس کی اصل نیت تو اعلاء کلمۃ اللہ (یعنی اللہ کے قانون کے نفاذ) کی ہو اور مال اور غنیمت کی نیت اس کے تابع ہو بالاصالت نہ ہو تو اس کے اجر میں کمی واقع ہوگی۔

جس شخص نے سالم اور محفوظ رہ کر غنیمت حاصل کی تو گویا کہ اس کو اس کا دوتہائی اجر نقد مل گیا اور جس کا خون بہا اور مال تلف ہوا تو اس کو کامل اجر ملے گا۔ انصار غزوہ حنین کے موقع پر اپنے حصے کے اموال نو مسلموں کو دیے، ممکن ہے کہ مجاہدین کو آخر میں مال و دولت ملے جیسا کہ صحابہ کرام، ان کے صاحبزادوں اور تابعین کو ملا مگر مال کا فتنہ فقر و فاقے کے فتنے سے سخت ہے اور ہم میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جیسی ثابت قدمی نہیں ہے حدیث میں آیا ہے: "ما الفقر أخشى عليكم ولكن أخشى عليكم الدنيا أن تفتح عليكم فتهلككم كما أهلكتهم" یعنی میں تمہارے اوپر فقر و فاقے کا اندیشہ محسوس نہیں کرتا بلکہ مجھے تمہارے اوپر یہ اندیشہ ہے کہ دنیا تمہارے اوپر کشادہ کردی جائے گی پس وہ تمہیں ایسے ہلاک کردے گی جیسا کہ پہلے لوگوں کو ہلاک کیا تھا۔ اب وہ وقت آچکا ہے کہ اہل توحید و جہاد میں سے راسخ فی العلم حضرات تالیف قلوب بالمال (مال کے ذریعے دلجوئی) کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے اس کے اصول کی حد بندی کریں۔ سب سے پہلے یہ حضرات شرعی سیاست اور فقہ الجہاد کی کتابوں سے ان احکامات کی تفصیلات اور اصول نکالیں اور پھر ان اصول اور احکامات کو ہماری موجودہ صورت حال پر منطبق کریں اور ہمیں درپیش نت نئی صورتوں کا شریعت کے موافق اجتہاد کرکے حل پیش کریں

زمینی صورت حال کے منظر نامے پر، بہت ساری ایسی مثالیں موجود ہیں جن سے ہم اس عظیم فقہ (جس کے متعلق میرا خیال ہے کہ موجودہ معرکے کے قریبی صورت حال کی روشنی اس کی تطبیق کا وقت آچکا ہے) کے تطبیق کی صورت میں استفادہ کرسکتے ہیں، بطور مثال ہم جانتے ہیں کہ امیر قاتل کو مقتول کا سلب (مال) بطور انعام دے سکتا ہے، تو کیا یہ بات جائز ہے کہ مثلاً مجاہدین کی اعلیٰ قیادت دشمن کے فوجیوں اور اس کے افسران وغیرہ کے لیے کسی وزیر یا گورنر یا حکمران وغیرہ کو قتل کرکے مجاہدین کے ساتھ آملنے کی صورت میں مقتول کے سلب (مال) میں سے بڑا حصہ مقرر کرے جو کہ مثال کے طور پر مقتول کے مال و دولت کا دس فیصد ہو اور یہ مال مقتول کو مومنین کی تمکین کے بعد ہی ملے گا۔

میں عرض کرتا ہوں کہ یہ تو صرف ایک مثال ہے وگرنہ دیگر مثالیں بہت ساری ہیں، راسخین فی العلم حضرات اس جیسے اقدامات کے حوالے سے شرعی گنجائش کا بایں طور جائزہ لیں کہ میدانی قیادت بعض اقدامات کو منصوبہ سازی اور اسٹریٹیجک پالیسیاں وضع کرنے میں عملی طور پر بروئے کار لائے۔

اسی طرح اہل توحید و جہاد کے گذشتہ مباحث میں یہ بات پیش کی گئی تھی کہ ان کے اہداف میں سے ایک ہدف مسلمانوں کے اموال کی تقسیم کا اعادہ کرنا ہے اب اس عبارت کے مقصود کو واضح کرنے اور اس کے تفصیلی احکامات بیان کرنے کا وقت مندرجہ ذیل وجوہات کی بنا پر آچکا ہے:

۱) کیوں کہ یہ معاملہ (اموال کی تقسیم کا اعادہ) ہمارے معرکے کے اگلے اہم مرحلے (یعنی اللہ کے اذن سے جزوی تمکیل) کے حصول کے ساتھ خاص ہے۔

۲) یہ معاملہ اس مضمون میں ہمارے زیر بحث مسئلے یعنی تالیف قلوب (دلجوئی) کے لیے عام مال کے استعمال کے ساتھ متعلق ہے۔ پس راسخین فی العلم حضرات پر یہ لازم ہے کہ دلیل کے ذریعے مسلمانوں کے اموال کی انصاف کے ساتھ منصفانہ تقسیم کی کیفیت لوگوں کے سامنے واضح کرے، پہلی بات یہ ہے کہ ہر شہر کے اموال دوسرے شہر سے مختلف ہوتے ہیں، (اگر لوٹ مار اور کرپشن نہ ہوتی تو ہماری عوام دنیا کی مالدار ترین عوام ہوتی) تو کیا مسلمانوں کے اموال کی منصفانہ تقسیم میں تمام علاقوں کے اموال جمع کرکے تقسیم کی جائے گی؟ یا ہر علاقے کے اموال اسی علاقے کے لیے مختص ہوں گے؟ جو بھی معاملہ ہو اس علاقے والوں پر اپنے اموال کی زکوٰۃ نکالنا لازم ہوگا (جو کہ یقینی طور پر اللہ کے فضل سے زیادہ اور متنوع ہوگی) جسے دوسرے علاقوں کے فقر و فاقہ میں مبتلا لوگوں پر تقسیم کیا جائے گا؟

دوسری بات یہ ہے کہ مسلمانوں کے مابین عام مال کی تقسیم کی کیفیت کیا ہوگی؟ کیا جو لوگ (قبائل، پارٹیاں اور مجموعات) وفاداری دے، مدد و نصرت کرے، ٹھکانے فراہم کرے اور اپنے جان و مال سے جہاد کرے۔ کیا ان کو ان لوگوں پر جو ان سے کم درجے کے ہیں اور صرف اصل اسلام پر اکتفاء کئے ہوئے ہیں افضلیت حاصل ہوگی اور ان کو انکی بہ نسبت زیادہ مال دیا جائے گا یا نہیں؟ مقصد یہ ہے کہ بہت سارے ایسے باریک اور حساس مسائل موجود ہیں جن کی تحقیق اور اصولوں کی حد بندی ابھی سے ہونی چاہیے۔ تاکہ ان میں ایسی غلطی واقع نہ ہو، جس سے خوانخواستہ فتنوں یا کچھ ایسے نقصانات کا سامنا کرنا پڑے جنکی اگرچہ (بعض حضرات کے نزدیک) بعد میں صحیح اجتہاد پر مبنی اعلان شدہ قواعد کے ذریعے تلافی ہوسکتی ہے۔

اس مضمون کے اختتام پر ہم یہ تاکید کرنا چاہتے ہیں کہ ہمارا معرکہ کفر اور شرک کے خلاف ایمان اور توحید کا معرکہ ہے، یہ کوئی سیاسی، معاشی، یا اجتماعی معرکہ نہیں ہے، لیکن ہمیں بات نہیں بھولنی چاہیے کہ لوگوں کے مختلف طبقات میں سے کمزور نفوس لوگوں سے تخاطب کے وقت اپنے حقوق اور اموال کی واپسی کے وعدے کرنا بلکہ بدترین مخلوق کے اموال کو غنیمت شرعی بنانا سیاست کا حصہ ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ اس طرح کے وعدوں نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو متحرک نہیں کیا تھا البتہ یہ وعدے ان کی تسلی اور ان کمزور نفوس کے حامل لوگوں کو اسلام کی طرف متوجہ کرنے کا باعث تھے جن کی حالت بعد میں اہل ایمان اور معرکے کی بھٹی کے درمیان زندگی گزارنے سے سدھر گئی اور پھر وہ ہر چیز سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی توحید کے لیے متحرک ہوتے تھے، یہی وجہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ جناب رسول اللہ ﷺ کو دشمن کے قیدیوں سے بایں طور مخاطب ہونے کا امر فرماتے ہیں:

يا أيها النبي قل لمن في أيديكم من الأسرىٰ ان يعلم الله في قلوبكم خيرا يؤتكم خيرا مما أخذ منكم ويغفرلكم والله غفور الرحيم

اے نبی! اپنے ہاتھوں میں موجود قیدیوں سے کہہ دیجیے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے تم میں کوئی بھلائی پائی تو اس سے بہتر تمہیں عطا کرے گا جو تم سے لیا گیا اور تمہاری بخشش فرمادے گا۔ اللہ تعالیٰ بہت زیادہ معاف کرنے والا نہایت مہربان ہے۔ اللہ ہی سے سوال کرتا ہوں کہ ہمیں قول وعمل میں اخلاص نصیب فرمائے اور اس امت کو طاعت کے ذریعے جو کہ ہر بھلائی کی کنجی ہے عزت عطا فرمائے۔

قد انتھت عملیۃ الترجمۃ بتاریخ

۲۰۱۲/۳/۱۹، المصادف ۷ من الجمادی الاولیٰ ۱۴۳۳ھ

اسأل الله الجليل ان يجعل عملي هذا في موازين حسناتي يوم لا ينفع مال ولا بنون الا من اتى الله بقلب سليم واتوجه الى الله سبحانه بالتضرع والا بتهال

صفحہ نمبر ۱۲۵

ان يجعل هذه الترجمة اكبر وسيلة لاحياء الخلافة الاسلامية على وجه بقاع الارض كلها مشارقها و مغاربها سهولها، واوعارها، نجادها واغوارها وان يسقط بها انظمة الكفر والردة صريعة فوق ساحات الوغى على الصعيد العالى بصفة عامة وعلى الصعيد المحلى بصفة خاصة

-

حاشیہ متعلق بصفحہ نمبر ۶

شیخ محمد امین مصری (حاشیہ: شیخ محمد امین مصری رحمہ اللہ ۱۹۱۴ء میں دمشق میں پیدا ہوئے اور ۱۳۹۷ھ بمطابق ۱۹۷۷ء میں ایک طبی آپریشن کے بعد سوئٹزرلینڈ میں انتقال کر گئے، وفات کے بعد آپ کے جسد خاکی کو مکہ مکرمہ منتقل کر کے دفن کر دیا گیا رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ وجزاہ اللہ خیراً۔

بقول شیخ ناجی مجھے موجودہ زمانے میں کوئی ایسا عالم دین معلوم نہیں جس نے تربیت کے سلسلے میں تحقیق اور مہارت کے لحاظ سے شیخ محمد امین مصری جیسا ملکہ پیدا کیا ہو۔ آپ کا شمار پچھلی صدی کے بڑے علماء شام میں ہوتا ہے، آپ نے جامعۃ الازھر کے ''کلیۃ اصول الدین''

صفحہ نمبر ۱۵

سے یونیورسٹی کی ڈگری لی ہے شاید آپ اس وجہ سے مصری کے لقب سے ملقب ہیں آپ نے ''محدثین کے نزدیک تنقید کے معیار'' کے موضوع پر ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی ہے۔ جو شخص شیخ کی تحقیق کا مطالعہ کرے گا اسے علوم تفسیر، علوم حدیث، ایمان عقیدے کے مسائل میں شیخ کی مہارت معلوم ہوگی اور اسی طرح اسے علم نفسیات اور تربیت کے ساتھ ان کے تعلق اور اسلامی تربیتی منہج کا مغربی اور دیگر تربیتی مناہج کے ساتھ موازنے کے سلسلے میں شیخ کی علمی گہرائی کا اندازہ ہوگا۔ اس سلسلے میں شیخ کی عمیق تحقیقات موجود ہے، تربیت کے سلسلے میں شیخ کو معاصر دعاۃ اور علماء کے ساتھ تعلقات کی بنا پر وسیع تجربہ حاصل ہے کیونکہ شیخ کا تعلق زمانہ طالب علمی میں اخوان کے ابتلاء کے ایام میں شیخ حسن البناء سے رہا، اسی طرح پاکستان میں کام کے دوران ان کا تعلق مولانا مودودی سے بھی رہا، اہم بات یہ ہے کہ شیخ اپنے کام کے زمانے میں مختلف اسلامی ملکوں میں شہروں، ماحول اور مختلف اہم مراحل کی تدریس، تربیت اور انتظام میں بھی مصروف رہے، پاکستان میں کام کے دوران آپ نے پاکستانیوں میں عربی زبان کی نشر واشاعت میں حصہ لیا، آپ نے عجمیوں کے لیے عربی زبان کی تعلیم کے حوالے سے کتاب بھی لکھی، اسی طرح آپ نے مکۃ المکرمہ کی کلیۃ الشریعہ میں تدریس کی اور اس میں اعلیٰ تعلیم کے ڈپارٹمنٹ کی بنیاد رکھی، آپ وفات سے تین سال قبل جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ (مدینہ یونیورسٹی) منتقل ہوئے اور اس میں اعلیٰ تعلیم کے ڈپارٹمنٹ کے سربراہ کے طور پر کام کیا۔ اس ڈپارٹمنٹ کے مناہج کی تقرری میں آپ کا کردار ہے چنانچہ جزیرۃ العرب میں ان دو یونیورسٹیوں

صفحہ نمبر ۱۶

سے فارغ التحصیل نسل اس عالم اور فاضل مربی سے مستفید ہوئی، شیخ ناجی فرماتے ہیں کہ میں اس سے قبل ذکر کر چکا ہوں کہ ''تربیتی تحقیقات'' اصل میں مصر کے ایک قطبی تحریک کا مناقشہ ہے [illegible] اصل توجہ خصوصی طور پر اس تحریک پر ہے کیونکہ یہ اس فہم کی اصول بندی کے حوالے سے سب سے قدیم تحریک ہے۔ جس فہم کا ہم اس کتاب میں تعاقب کرتے ہیں، باقی اکثر تحریکیں جو اس فکر/سوچ/نظریے کے ساتھ مشہور ہوئی تمام نے اہم استدلالات اس تحریک سے اخذ کیے ہیں۔

کچھ سال قبل میری ملاقات اس تحریک کے ایک رہنما کے ساتھ ہوئی میری اس کے ساتھ جو گفتگو ہوئی میں اس کا کچھ حصہ روایت بالمعنی کے طور یہاں نقل کرتا ہوں: اس نے مجھ سے پوچھا کہ جہادی جماعتیں مسلسل ''شورش زدہ سرزمین'' کی پالیسی پر کاربند ہیں اور دوسری ایسی تحریکوں کو دعوت کو بطور سزا خراب کر دیتی ہیں جو ان جہادی جماعتوں کے نظریے پر نہیں چلتیں جیسا کہ الجزائر میں ہوا اور اب مصر میں ہو رہا ہے (یہ اس وقت کی بات ہے کہ جب مصر اور الجزائر میں کاروائیاں ہو رہی تھیں) میں نے اس سے کہا کہ اگر ''شورش زدہ زمین'' سے آپ کی مراد یہ جہادی جماعتوں کا یہ منہج ہے کہ دیگر تحریکوں کے جو لوگ اختیاری طور قتال نہیں کرتے وہ اضطراری طور پر مجبور ہو کر قتال کرنے لگے تو آپ کی یہ بات صحیح ہے.........اور آپ عنقریب کسی وقت دیکھ لیں گے اور تحریکیں معرکے کی سرزمین میں برابر ہیں وہ

صفحہ نمبر ۱۷

چاہے یا نہ چاہے۔ اس پر اس نے مجھ سے کہا کہ پہلے معرکے کی تیاری کے لیے عوام اور نوجوانوں کو تربیت کا کافی موقع ملنا چاہیے میں نے اس سے کہا کہ آپ کس تربیت کی بات کر رہے

ہیں؟ کیونکہ آپ کی تربیت کا مفہوم مشکلات کا ہونا ہے میں آپ کو زیادہ دور نہیں لے جاؤں گا کیا آپ شیخ محمد امین مصری کو جانتے ہیں جو کہ تربیت کے حوالے سے تمام ... ماہر ہے۔

اس نے کہا جی ہاں!...... میں نے ان کی ایک کتاب پڑھی ہے میں نے اس سے کہا کہ جو تربیتی منہج شیخ محمد امین مصری پیش کرتے ہیں وہ بعینہٖ جہادی جماعتوں کا منہج ہے ... اس نے مسکراتے ہوئے کہا کہ آپ شیخ کی تلامذہ کا عملی تطبیقی نمونہ دیکھیے (شیخ کے تلامذہ اس وقت دو مجلات ''السنۃ'' اور ''البیان'' چلا رہے تھے) بلکہ خود شیخ ہی کی سیرت کو دیکھیے جو ان کلام کی عملی تفسیر نہیں ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اس صریح جگہوں کا مطالعہ نہیں کیا جن میں شیخ نے تربیت کے حوالے سے نبوی منہج کے سلسلے میں گفتگو کی ہے، آپ شیخ کے تلامذہ کو چھوڑیے کہ انہوں نے شیخ کے نصائح پر عمل نہیں کیا، جہاں تک شیخ کی سیرت کا تعلق ہے تو انہوں نے اپنی کتابوں اور متعدد لیکچرز میں کئی مرتبہ یہ بات ذکر کی ہے کہ وہ اسلامی کام کے حوالے سے اپنے تجربے سے راضی نہیں ہیں، کاش کہ شیخ کے تلامذہ بھی شیخ کی طرح اپنے ساتھ سچے ہوتے۔۔۔ الی اخر الحوار الذی دار بیننا۔

شیخ محمد امین مصری رحمہ اللہ نے اپنے متعلق اور تربیت کے حوالے سے مثالی منہج کے سلسلے میں اپنی طرف سے پیش کردہ تجاویز کے بارے میں کیا فرمایا ہے؟ شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا:

(حق تعالیٰ کی قسم! میں اپنے ایام کو کمزور اور اپنے نفس کو بے مایہ محسوس کر رہا ہوں کہ میرے نفس نے اب تک بچپن کے مرحلے سے ترقی نہیں کی اور عقل و رشد کے درجے تک نہیں پہنچا اور نہ ہی رجولت (مردانگی) کے معانی (صفات) کو چکھا اگر مجھ سے کہا جائے کہ اپنے متعلق ایک رپورٹ لکھو تو وہ مندرجہ ذیل ہوگی۔

۱) میرا نفس اپنی ایمانی صلاحیت پر راضی نہیں اور میں نہیں سمجھتا کہ اس جیسی صلاحیت اپنے طالب علموں پر کوئی واضح اثر چھوڑ سکتی ہے۔

۲) میرا نفس اپنے کام سے راضی نہیں اور میں مکمل اعتماد کے ساتھ یہ کہہ سکتا ہوں کہ میں جس راستے پر چلا ہوں یہ امت کی کامیابی کی طرف نہیں پہنچتا، پس یہ مناہج اور طریقے جن سے طالب علم فارغ ہوتے ہیں امت کے سامنے نابغہ روزگار شخصیات اور دعاۃ نہیں پیش کر سکتے، اس وجہ سے میں اپنے آپ کو ایسا مزدور سمجھتا ہوں جو وہی کچھ کرتا ہے جس سے مالک راضی ہو، بہت سارے لوگوں کو ان باتوں پر حیرت ہوگی۔ انتھی کلامہٗ رحمہ اللہ

شیخ نے ہمارے سامنے اپنے نفس کے ساتھ سچائی کا نمونہ پیش کیا ہے، کاش کہ کوئی اپنے بارے میں ایسا سچا ہوتا علاوہ ازیں جو شخص شیخ کی سیرت کا مطالعہ کرے گا تو اسے معلوم ہوگا کہ کیسے شیخ کی کوششیں اور کامیابیاں بہت سارے ایسے لوگوں سے بڑھ کر ہیں جو سمجھ بوجھ، حکمت، تحقیقاتی کوششوں اور نفس کی طویل پالیسی سازی وغیرہ کا دعویٰ کرتے ہیں (حاشیہ متعلق بصفحہ ۹۶ مترشد)

(شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی پر جب یہ اعتراض ہوا کہ اگر وہ صبر کر لیتے تو وہ بہت بڑی ریاست اور اسلامی خلافت قائم کر سکتے تھے؟ تو ان ہی متخلف عن الجہاد مشائخ میں سے ایک نے یہی جواب دیا کہ تجربہ کار دائی اپنے پیروکاروں کو انحراف سے بچانے کے لیے زیادہ دیر تک انہیں آزمائش میں نہیں ڈالتا، اس کے بعد شیخ ناجی نے شیخ عبدالوہاب نجدی پر اعتراض کرنے والے متخلف عن الجہاد لوگوں پر سخت تنقید کی ہے، مترجم)